آزاد کشمیر

"کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک اس حقیقت پر مبنی ہے۔ کہ معاہدۂ امرتسر درست نہ تھا۔ اور حکومت برطانیہ کو یہ حق نہ تھا۔ کہ وہ اس ریاست یا اس کے کسی حصہ کو مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب آنجہانی کے پاس فروخت کر دیتی۔

اگرچہ اس موضوع پر پہلے بعض مورخ یا دیگر اصحاب بحث کرتے رہے۔ مگر سب سے پہلے یہ سوال سنہ ۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر کے زمانے میں اس وقت واضح طور پر دنیا کے سامنے آیا۔ جب کشمیر کمیٹی اہل کشمیر کی مظلومیت دور کرنے کی سعی کر رہی تھی۔ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ امام جماعت احمدیہ اس کمیٹی کے صدر تھے۔ چنانچہ اس زمانے میں بہت سے کاغذات اس ضمن میں اکٹھے کئے گئے۔ بعد میں جب سر محمد اقبال صاحب اس کمیٹی کے صدر مقرر ہوئے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ فائل ان کے پاس چلی گئی۔ اور وہاں سے غالباً موجودہ تحریک کے بانیوں کو ملی۔

اس تحریک کا پس منظر یہ ہے۔ کہ ۱۸۴۶ء میں جب سکھ افواج انگریزوں کے ہاتھوں شکست کھا گئیں تو سکھ دربار کو ڈیڑھ کروڑ روپیہ کی رقم تاوان میں دینے کے فیصلہ پر صلح کرنی پڑی۔ سکھ خزانہ میں روپیہ کی کمی کے باعث ایک کروڑ کے عوض دریائے بیاس[1] اور سندھ کے درمیان کے پہاڑی علاقے انگریزی حکومت کے سپرد کرنے پڑے۔

[1] ستلج و بیاس کا درمیانی علاقہ کی حوالگی سے زیادہ

چونکہ مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب آنجہانی (جو سکھوں کے مقتدر جرنیلوں میں سے ایک تھے) نے اس فتح کے حصول اور سکھوں سے موزوں عہدنامہ میں انگریزوں کی امداد کی تھی۔ اس لئے ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انگریزوں نے پچھتر لاکھ روپیہ کے عوض دریائے راوی و سندھ کے درمیان کے پہاڑی علاقے ایک عہدنامہ کی رو سے (جو امرتسر میں ہوا) مہاراجہ صاحب کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ چونکہ ہزارہ کے زمینداروں نے ان کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور مقابلہ کیا۔ اسلئے ہزارہ انگریزی حکومت نے لیکر اس کے بدلے میں منادر اور گھڑی کے علاقے مہاراجہ صاحب کو دے دئے۔

راجوری کے مسلمان راجوں نے اور کشمیر کے گورنر امام الدین مرحوم نے (جو سکھوں کیطرف سے کشمیر کے گورنر تھے) ابتداءً مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب کی اطاعت اور ملک حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ اور ڈوگرہ افواج کو یہاں شکستیں ہوئیں۔ مگر جب صاحبان انگریزوں نے مہاراجہ صاحب کی امداد کا ارادہ کیا۔ تو گورنر کشمیر و راجگان راجوری نے بادل ناخواستہ احکام مان کر یہ علاقے خالی کر دئے۔ اور ڈوگرہ افواج قابض ہوگئیں۔

ڈوگرہ حکومت کا ابتدائی دور اہل ریاست خصوصاً مسلمانوں کیلئے بہت پرآشوب تھا۔ اس معاہدہ کی بنا پر اہل کشمیر کو حقوق ملکیت اراضی دینے سے بھی انکار کیا جاتا تھا کیونکہ اس علاقہ کو ڈوگرہ خاندان کا زرخرید قرار دیا جاتا تھا چنانچہ بہت سے کشمیری خصوصاً مسلمان اس پرآشوب دور میں اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر برطانوی ہند میں چلے گئے۔

بعض اوقات اہل کشمیر نے اپنی آزادی کیلئے تحریک شروع کی۔ مگر وہ حالات ناسازگار ہونے کے باعث دب جاتی رہی آخر سنہ ۱۹۳۱ء میں ایک زبردست تحریک حریت شروع ہوئی۔ اور اہل کشمیر کو حقوق ملکیت اراضی ملنے کے علاوہ اہل ریاست کو پریس پلیٹ فارم کی آزادی۔ اسمبلی (گو ناقص) کے قیام وغیرہ کے حقوق ملے [illegible] شیخ محمد عبداللہ کے زیر قیادت منظم ہوگئے۔ اور سوائے ملاؤں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے سب ان سے تعاون کرتے رہے۔ مگر عموماً ہندو دل اور خصوصاً بعض کشمیری پنڈت کارکنوں کی ریشہ دوانیوں

نے اس اسلامی تنظیم کو ختم کر دیا۔ اور مسلمانوں پر انتشار اور اس کے نتیجے میں ادبار چھانے لگا۔ اس دوران میں شیخ صاحب اور ان کی جماعت نے ہندوؤں (خصوصاً پنڈتوں) اور حکومت سے تعاون اور دوعملی حکومت کا تجربہ کرنے کے بعد بالآخر "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا۔

اس سلسلے میں میرے پرانے اور محترم رفیق شیخ محمد عبداللہ صاحب پر جو مقدمہ چلا ہے۔ اس کی روئداد نہایت اہم اور سنسنی خیز ہے۔ میرے فاضل دوست مولینا ابو الشکور صاحب نے نہایت محنت و قابلیت سے اس تمام روئداد کو مرتب کیا ہے۔ مقدمہ اور کارروائی پر رائے زنی کرنا میرا کام نہیں۔ مگر میری رائے ہے کہ یہ روئداد آئندہ نسلوں کیلئے مشعل راہ کا کام دیگی۔ اور تاریخ کشمیر میں ایک اہم باب ہوگا۔

باوجود بعض اختلافات کے میرے دل میں شیخ محمد عبداللہ کیلئے احترام و محبت ہے۔ اور ان کی۔ اپنے پرانے رفقائے کار اور اہل وطن کی مشکلات و مصائب کیلئے زبردست احساس۔

میری یہ انتہائی خواہش ہے کہ ہمارے یہ مصائب دور ہوں۔ اور میرے اہل وطن دنیا کی قوموں میں سربلند ہوں۔ اور کشمیر حقیقتاً جنت نظیر ہو۔

اے میرے خدا ہماری اس خواہش کو قبول فرما۔ اور میرے محترم رفیق کار شیخ محمد عبداللہ کو اور ہمیں اس ملک کی صحیح رہنمائی کی توفیق عطا فرما۔

ہم زندہ رہیں۔ یا اس جد و جہد میں ختم ہو جائیں۔ مگر ہمیں یقین ہے۔ کہ افق پر جو "آزاد کشمیر" کا لفظ لکھا ہوا مجھے نظر آتا ہے۔ اس کی عملی تفسیر ضرور دنیا کے سامنے آجائیگی۔ اور کشمیر آزاد ہو کر اپنی ظاہری بلندیوں کی مانند معنوی طور پر بھی سربلند ہوگا۔ میرا خدا ایسا ہی کرے۔ آمین

خاکسار غلام نبی گلکار

"نیا نعرہ"

"کشمیر چھوڑ دو"

شیخ محمد عبداللہ صاحب صدر آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس نے گذشتہ دنوں معاہدہ امرتسر کو زیر بحث لاتے ہوئے "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو تقاریر کیں۔ ان میں سے چند ایک کی بنا پر انہیں گرفتار کر کے ان کے خلاف زیر دفعہ ۱۲۴ الف (بغاوت) مقدمہ چلایا گیا۔

چونکہ یہ ایک تاریخی نوعیت کا مقدمہ ہے۔ اس لئے اس مقدمہ کی کارروائی مرتب کر کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ اس کے اثرات کے متعلق اندازہ لگانا ناظرین کرام کا اپنا کام ہے۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کا مطالعہ ہر خیال کے لوگوں کیلئے راہنمائی کا کام دے سکتا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا ان کا کام ہے۔ کہ اس تحریک نے کشمیر کو آزادی کے کس قدر قریب کر دیا ہے۔ اس میں سنسنی خیز بیانات بھی آئیں گے۔ الزامات و جوابی الزامات کا ذکر بھی ہوگا۔ دلیلوں کی جھڑپوں اور سنجیدہ بحث اور عدالت کے ریمارکس بھی ناظرین کے سامنے آئیں گے اور انہیں حقیقت تک پہنچانے میں ممد ہوں گے۔

"کشمیر چھوڑ دو" ایک نئی قسم کا نعرہ ہے۔ بعض نعرے اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔ مگر بعض کی گونج [illegible] کہ وہ اپنے آخری مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ کشمیر کے غریب اور [illegible] تاریخ نے [illegible] پیدا کرے اور اسے اس کی ترقی و سربلندی کا باعث بنائے۔

ابو الشکور

مختصر تاریخ مقدمہ

اور

اس کا پس منظر

اس مقدمہ کی کاروائی پیش کرنے سے قبل اس تحریک کے پس منظر اور اثرات پر تھوڑی سی روشنی ڈالنی ضروری ہے۔ تا مطالعہ کرنے والے احباب کو اس کی حقیقت حال سمجھنے میں آسانی ہو۔

کشمیر اپنی خوبصورتی۔ قدرتی ذرائع کی فراوانی کے باعث جنت نظیر کہلانے کا مستحق ہے۔ مگر بے رحم انسانی ہاتھوں نے اسے گاہے گاہے جہنم سے بھی بدتر بنا دیا ہے۔ اس پر کئی دور آئے۔ اور مختلف دوروں میں اس کی قسمت تبدیل ہوتی رہی۔ کبھی اس کے رہنے والے انتہائی بام عروج پر پہنچے۔ اور انہوں نے دوسرے ملکوں میں اپنے گھوڑے دوڑائے۔ اور کبھی یہ خود روندے گئے۔ اس فلک پیر کے نیچے ترقی و تنزل کے کئی ڈرامے کشمیر کی سٹیج پر کھیلے گئے۔ موجودہ کھیل کا آغاز اس وقت ہوا جب کہ انگریزوں کے ہاتھوں سکھوں نے شکست کھا کر بطور تاوان جنگ بعض علاقے حکومت انگلیشیہ کو دینے کا اقرار کیا۔ اور اس نے مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب آنجہانی کی خدمات کے پیش نظر دریائے سندھ تک کا تمام کوہستانی علاقہ پچھتر لاکھ روپیہ کے عوض مہاراجہ صاحب معصوف کو دیدیا۔ مگر اہالیان ہزارہ نے ڈوگرہ اقتدار کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے مقابلہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں مہاراجہ صاحب نے انگریزی حکومت سے درخواست کی کہ انہیں ضلع ہزارہ کے بدلے مناور و کھڑی کے علاقے دے دئے جائیں۔

مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب نے سالانہ ایک اسپ اور بارہ شاخ بھیڑ پشم دار چھ نر و

چھ مادہ) اور دو جوڑہ دوشالہ کشمیر بطریق نذرانہ سرکار انگلشیہ کو دینے کا اقرار کیا
بعد میں ۔۔۔ صاحبان نے انفرادی طور پر اس سوال کو اٹھایا۔ کہ آیا اس مملکت کی خرید فروخت جائز تھی۔ اجتماعی طور پر یہ سوال سب سے پہلے اس وقت سامنے آیا۔ جب کہ سنہ ۱۹۳۱ء میں کشمیر کمیٹی کے زیر رہنمائی تحریک حریت کشمیر کا کام جاری تھا۔ اس وقت اس سلسلے میں بہت سا مواد جمع کیا گیا۔

سنہ ۱۹۳۱ء میں بہت سے نوجوان خواجہ غلام نبی گلکار، شیخ محمد عبداللہ، چوہدری غلام عباس سردار گوہر رحمان اس تحریک میں بطور رہنماؤں کے کام کر رہے تھے۔ ان سب کی متفقہ کوششوں سے یہ کشمیر کمیٹی (جو امام جماعت احمدیہ) کی زیر رہنمائی اہل ریاست کو بعض بنیادی حقوق مل گئے۔ اور اہل کشمیر کو زمین کا حق ملکیت (جس سے وہ محروم چلے آ رہے تھے) بھی مل گیا۔ اس کے بعد اہل کشمیر کی بہبودی کیلئے تحریک مختلف رنگوں میں چلتی رہی۔ جن کی تفصیل میں جانا اس وقت میرے لئے ضروری نہیں۔ ہاں اتنا بتلا دینا ضروری ہے۔ کہ اس دوران میں شیخ محمد عبداللہ کے اثر کے باعث ایک بار مسلم کانفرنس نیشنل کانفرنس میں تبدیل ہوئی۔ پھر بعد میں حکومت اور ہندوؤں کی مسلم آزار پالیسی سے متاثر ہو کر پھر سے پہلو مسلم کانفرنس کی بھی نشاۃ ثانیہ ہو گئی۔ جس کی رہنمائی چوہدری غلام عباس صاحب کے ہاتھوں میں آئی

دو عملی حکومت

اکتوبر سنہ ۴۴ء میں حکومت کشمیر نے دو عملی حکومت (DYARCHY) کے تجربہ کی پیشکش کی۔ مسلم کانفرنس نے اس کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اور نیشنل کانفرنس نے اس میں حصہ لینے کا۔

مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کے فرمان کے مطابق ممبران اسمبلی نے چھ ممبران کا ایک پینل تجویز کیا۔ جن میں سے تین ہندو تھے۔ اور تین مسلمان۔ مہاراجہ صاحب نے اس پینل میں سے مسلمانوں میں سے مرزا افضل بیگ صاحب (ڈپٹی لیڈر نیشنل کانفرنس اسمبلی پارٹی) اور ہندوؤں میں سے وزیر گنگا رام صاحب کو قلمدان وزارت سپرد کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ

جب مسٹر آئینگر کے استعفیٰ کے بعد مہاراج سنگھ اور مسٹر کاک کے بعد دیگرے جلد جلد مستعفی ہونے پر مجبور ہوئے۔ اور ان کے بعد مسٹر بی۔ این راؤ پرائم منسٹر تھے۔ جو مرنجاں مرنج پالیسی اختیار کرنے کی سعی میں مصروف رہے۔ مگر ان کی اس پالیسی کے نتیجہ میں پسماندہ اقوام خصوصاً مسلمانوں کا بھی بھلا نہ ہو سکا

ملکی پرائم منسٹر

اسی دوران میں مسٹر بی۔ این راؤ بھی ریاست کے حالات سے متاثر ہوکر مستعفی ہو گئے اور جولائی ۱۹۴۵ء میں پنڈت رام چند جی کاک تشریف لائے۔ ان کے آنے پر پہلے تو نیشنل کانفرنسی لیڈروں نے اس بنا پر اظہار خوشی کیا۔ کہ ایک ملکی پرائم منسٹر مقرر ہوا ہے۔ مگر بہت جلد دونوں اطراف کو معلوم ہو گیا۔ کہ وہ مل کر نہیں چل سکیں گے۔ جیسا کہ بعد میں اپنے ایک اخباری بیان میں کاک صاحب نے ظاہر کیا۔ کہ وہ گیارہ ماہ سے نیشنل کانفرنسی تحریک کے مقابلہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے تقرر کے وقت سے ہی اپنے اس وقت کے دوستوں کے خلاف تیاریاں شروع کر دیا

کھلونا منسٹری

آنریبل رائے بہادر رام چند کاک کی یہ خواہش تھی۔ کہ منسٹری ایک کھلونا بن کر رہ جائے۔ اور سو فیصدی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔ مرزا افضل بیگ نے اگرچہ ان کے ساتھ چلنے کی کوشش کی۔ لیکن تاہم وہ خود دار انسان ہیں۔ اس لئے وہ ہر معاملہ میں پرائم منسٹر کی ہاں میں ہاں نہ ملا سکے۔ آخر وہ مارچ ۱۹۴۶ء میں مستعفی ہونے پر مجبور ہوئے۔ نیشنل کانفرنس کو خیال تھا۔ کہ ان کی پارٹی میں سے کوئی بھی منسٹری کا عہدہ قبول نہیں کریگا۔ مسلم کانفرنس پہلے ہی دو عملی کے تجربہ پر شامل ہونے سے انکار کر چکی تھی۔ اسلئے خیال یہ تھا کہ کسی غیر معروف اور بے اثر شخص کو اس جگہ پر لیا جائیگا۔ مگر اہل ریاست یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ جس جگہ کو ڈپٹی لیڈر نے ٹھوکر لگائی تھی اسے ایک ماہ کے اندر اندر اپریل ۱۹۴۶ء میں نیشنل کانفرنس کی اسمبلی پارٹی کے لیڈر میاں احمد یار خان نے قبول کر لیا۔ اگرچہ نیشنل کانفرنسی لیڈروں نے حکومت پر یہ الزام درست لگایا۔ کہ پرائم منسٹر نے خلاف قاعدہ یہ تقرری ہز ہائینس سے کرا دی ہے۔ اور قاعدہ کے مطابق پینل نہ کر

ممبران اسمبلی سے ووٹ نہیں لیئے۔ مگر تاہم نیشنل کانفرنس کیلئے یہ خطرناک دھکا تھا۔ اور اسے آنریبل پنڈت کاک کی زبردست ڈپلومیسی اور فتح قرار دیا جانے لگا۔

اگرچہ نیشنل کانفرنس کے وقار کو سخت دھکا لگا تھا۔ تاہم ملک

لڑنے اور بدلہ لینے کا فیصلہ کو آگے بڑھانے اور از سر نو طاقت حاصل کرنے کیلئے شیخ محمد عبداللہ اور ان کے ہمراہیوں نے کاک وزارت سے لڑنے اور ان کے خلاف آئین حرکت کا بدلہ لینے کا فیصلہ کر لیا اس ضمن میں نیشنل کانفرنسی لیڈروں نے مسلم کانفرنسی لیڈروں سے سمجھوتہ کی کوشش کی۔ اور اس کے لئے کئی پرائیویٹ کانفرنسیں ہوئیں۔ مگر سمجھوتہ نہ ہو سکا کیونکہ مسلم کانفرنسی لیڈروں نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ جب تک نیشنلسٹ لیڈر مسلم تنظیم کے جھنڈے تلے نہ آجائیں۔ اس وقت تک متحدہ محاذ مشکل ہے۔

اسی اثنا میں نیشنل کانفرنس نے کشمیر میں میاں احمد یار صاحب کے خلاف تقاریر شروع کر دیں اور انہیں غدار کہنا شروع کر دیا۔

کیبنٹ مشن کو یادداشت شیخ محمد عبداللہ صاحب برطانوی ہند میں چلے گئے۔ اور انہوں نے جہاں پر سب ریاستوں کے باشندوں کے حقوق کی حفاظت اور آئینی ترقی کیلئے آواز اٹھائی۔ وہاں انہوں نے معاہدہ امرتسر (جس کے تحت کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب کے حوالے کیا گیا۔ اور موجودہ ریاست جموں و کشمیر معرض وجود میں آئی) کے خلاف بھی زبردست آواز اٹھائی اور کیبنٹ مشن (جو اہل ہند کی آزادی کے سوال کو حل کرنے کیلئے آیا تھا) کو بھی ایک یادداشت بھجوائی۔

کشمیر چھوڑدو ۱۳ مئی ۱۹۴۶ء کو شیخ محمد عبداللہ صاحب برطانوی ہند سے کشمیر واپس پہنچے کے بعد نیشنل کانفرنس کے زیر انتظام منعقد جلسوں میں معاہدہ امرتسر کو ختم کرکے

وزارت کی بحالی

کشمیر آزاد کرنے کے سوال پر روشنی ڈالنے کے علاوہ میاں احمد یار کی بطور منسٹر تقرری اور کاک کی بدعنوانیوں
کے خلاف تقاریر کیں۔ کاک صاحب نے اپنے رشتہ داروں کو جو ناجائز مفاد پہنچائے ہیں۔ اس
کے اور دیگر بدعنوانیوں کے متعلق کھلی تحقیق کا مطالبہ کیا۔ انہی دنوں نیشنل کانفرنس کی طرف سے
یا وابستہ تھی ایک پمفلٹ شائع ہوا۔ اور کشمیر چھوڑ دو (Quit Kashmir)
نیشنلسٹوں کا عام نعرہ بن گیا۔ مہاراجہ صاحب، ان کے خاندان ڈوگرہ حکومت۔ پنڈت
رامچندر کاک پرائم منسٹر اور میاں احمد یار پبلک ورکس منسٹر کے خلاف ہر حصہ کشمیر خصوصاً سرینگر
میں نعرے گونجنے لگے۔ مورخہ ۱۶ مئی تک شیخ صاحب کی یہ تقاریر جاری رہیں۔ ۱۶ مئی کو آپ
نے جلسے و تقاریر بند کر کے دہلی جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

گرفتاریاں اور ملٹری کا تشدد

اسی اثنا میں نیشنل کانفرنس ایجی ٹیشن کی اور حکومت پیش بندی
کی اندر اندر ہی زبردست تیاریاں کر رہی تھیں۔ ۲۰ مئی کو
شیخ محمد عبداللہ سرینگر سے دہلی کیلئے روانہ ہوئے۔ تو بمقام گڑھی انہیں وزیر سروپ چند
سپرنٹنڈنٹ پولیس نے حکومت کے احکام کے مطابق زیر دفعہ ۵۴ ڈیفنس رولز گرفتار کر لیا۔ حکومت
نے طے شدہ پروگرام کے مطابق راتوں رات تمام اہم نیشنل کانفرنسی کارکنوں کو گرفتار کر لیا۔ اور شہر
میں ملٹری کا زبردست پہرہ لگا دیا۔ رات کو لوگ امن و امان سے سوئے تھے مگر صبح انہوں نے
اپنے آپ کو ملٹری کے رحم و کرم پر پایا۔ اور شہر میں کرفیو آرڈر کے نفاذ کا علم اس وقت ہونے لگا
جب مختلف شہریوں کی بے عزتی ملٹری کے بے رحم ہاتھوں سے ہو چکی۔ اسی روز لوگوں نے پروٹسٹ
کے طور پر سرینگر اور بعض دیگر مقامات پر جلوس وغیرہ نکالنے کی سعی کی۔ حکام نے انہیں منتشر کرنا چاہا۔
عوام نے انکار کیا۔ پولیس و ملٹری نے لاٹھی و گولی سے کام لیا۔ اور عوام نے پتھروں سے۔ مرنے
والوں اور مجروحوں کی تعداد کے متعلق حکومت اور عوام کے بیانات میں نمایاں فرق تھا۔

عوام نے بعض جگہ پلوں اور سڑکوں کو نقصان پہنچایا۔ اور ٹیلیفون کی تاریں کاٹ دیں۔ اس کے بعد ملٹری نے ہر کہہ ومہ پر سختی شروع کر دی۔ راہ گزروں کو پیٹنا ان سے اشیاء چھین لینا۔ اور دکانیں لوٹ لینا ملٹری کا معمولی کارنامہ تھا۔ پلوں پر سے گذرنے والوں کو ہاتھ اٹھا کر اور مہاراجہ بہادر کی جے کے نعرے لگا کر گذرنے پر مجبور کیا جاتا۔ بعض اشخاص کو ایک ٹانگ کے بل چلنے پر مجبور کیا گیا۔ بعض کو رینگوایا گیا ملٹری کے اس ذلت آمیز سلوک سے نہ کوئی گزیٹڈ آفیسر بچا اور نہ کوئی معزز شہری۔

خیمہ بردار مجسٹریٹ

ان دنوں قاعدہ کو پورا کرنے کیلئے مختلف گزیٹڈ آفیسروں کو مجسٹریٹی کے اختیارات دیکر ملٹری و پولیس کے ساتھ متعین کیا گیا۔ مگر ان میں سے اکثر قانون (لا) کے نام سے بھی ناآشنا تھے۔ اور ملٹری والوں کے ساتھ ان کی حیثیت خیمہ برداروں سے بہتر نہ تھی۔ چنانچہ کشمیر ٹائمز سرینگر نے بجا طور پر جاپانی کھلونوں کی مشابہت سے انہیں جاپانی مجسٹریٹوں کا نام دیا۔

نمائندگان پریس کا پروٹسٹ

انہی دنوں خاکسار عبدالواحد پریذیڈنٹ کشمیر پریس کانفرنس اور بعض دیگر جرنلسٹوں کو بھی ملٹری کے اسی قسم کے سلوک سے دوچار ہونا پڑا جس پر پریس کی طرف زبردست پروٹسٹ ہوا۔ اور نمائندگان پریس کا ایک وفد آنریبل پرائم منسٹر سے ملا جس نے ان سختیوں کے دور کرنے کیلئے ہدایات جاری کرنے کا وعدہ کیا۔* ایک وفد جماعت احمدیہ کی طرف سے زیر قیادت خواجہ غلام نبی صاحب گلکار ملا۔ جس نے اس ذلت آمیز سلوک کے خلاف اظہار نفرت کرتے ہوئے زبردست احتجاج کیا۔ اس وفد سے بھی پرائم منسٹر نے سختیاں دور کرنے کی ہدایات جاری کرنے کا وعدہ کیا۔ اس سے اگرچہ پلوں سے گذرنے والوں سے ذلت آمیز سلوک تو رک گیا۔ مگر ملٹری کی لوٹ مار، عوام کو تنگ کرنے اور چھیڑ چھاڑ کی تکلیف بدستور کئی دن جاری رہی۔

* علاوہ ازیں [illegible]

حکومت کے خلاف جذبۂ نفرت

ملٹری کی ان بدسلوکیوں کے علاوہ حکام نے ایک غلطی یہ کی

کہ سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹوں پر بلا امتیاز گرفتاریاں کرلیں۔ جس سے عوام کے دلوں میں حکومت کے خلاف جذبہ نفرت بڑھا۔

شیخ محمد عبداللہ کی تحریک کا ساتھ جو لوگ دینے کیلئے تیار نہ تھے۔ وہ بھی حکومت کی اس سختی سے یہ محسوس کرنے لگے۔ کہ ایسی حکومت کا خاتمہ ضروری ہے۔ اور ان کی ہمدردیاں بھی اس نئی تحریک کے ساتھ ہونے لگیں۔

مسلم کانفرنس کی بوسیدہ لیڈرشپ

ان حالات میں مسلم کانفرنس کے نوجوان طبقہ میں بھی جوش پیدا ہوا۔ اور وہ مطالبہ کرنے لگے۔ کہ انہیں بھی کچھ کرنا چاہئے۔ مگر مسلم کانفرنس کی بوسیدہ اور سالخوردہ لیڈرشپ نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اندرونی اختلاف بڑھکر منظر عام پر آیا۔ اور محمد یوسف قریشی جیسے کارکن مسلم کانفرنس سے علیحدہ ہونے لگے۔

ہیجڑا پالیسی

ان دنوں کئی مسلم کانفرنسی لیڈروں کے متعلق یہ الزامات لگائے گئے۔ کہ اعلیٰ حکام سے مل کر انہوں نے اپنے ذاتی اغراض و مفاد کے حصول کیلئے کوشش کی ہے اس سے اور بھی بے چینی پھیلی۔ اور مسلم کانفرنسی صفوں میں انتشار کے علاوہ اس کے وقار کو سخت دھکا لگا۔ اور مسلم کانفرنسی پالیسی کو ہیجڑا پالیسی کا نام دیا گیا۔

پریس پراپیگنڈا

اسی اثنا میں بیرونی پریس نے عموماً حکومت کشمیر اور مسلم کانفرنس کی پالیسی پر سخت نکتہ چینی کی۔ رنجشی غلام محمد اور غلام محمد صادق دو مشہور نیشنلسٹ کارکن ریاست سے باہر جاچکے تھے۔ ان کے علاوہ بھی بعض کارکن باہر چلے گئے۔ اور انہوں نے حکومت کشمیر کے خلاف منظم پراپیگنڈا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہندو پریس کے ایک بڑے حصہ نے بھی حکومت کشمیر کی مخالفت کی۔

زیر ملم وہاں کہ نیشنل کانفرنسی لیڈروں نے بھانپ لیا تھا۔ کہ ان کے سب ورکر ویل کو گرفتار کرلیا

جائیگا۔ چنانچہ گرفتاریاں شروع ہوتے ہی بعض کارکن زیرِ زمین (under Ground) چلے گئے۔ اور انہوں نے وہاں سے تحریک جاری رکھی۔ خانقاہ معلی میں کافی دنوں تک خلاف قانون اجتماعات میں تقاریر اور ان کے نتیجہ میں گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی طرح حضرت بل میں تقاریر اور مقررین کی گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رہا۔

نوٹ۔ بعض زیرِ زمین ورکر حکام کی کوششوں کے باوجود تاحال گرفتار نہیں ہو سکے۔

بغاوت مقدمہ

حکومت کے حکم سے پولیس نے ۲۶ مئی کو شیخ محمد عبداللہ۔ محی الدین وکیل۔ بسلہ علہ دار اور شام لال صراف کے خلاف زیرِ دفعہ ۱۲۴ الف (بغاوت) عدالت سیشن جج کشمیر میں استغاثہ دائر کر دیا۔ پہلی پیشی مورخہ ۴ جون ۱۹۴۶ء کو ہوئی۔ بسلہ علہ دار اور محی الدین وکیل چونکہ گرفتار نہ ہو سکے۔ اس لئے انہیں مفرور قرار دیکر ان کی جائداد کی ضبطی کے احکام جاری ہوئے۔

کانگریسی لیڈر اور حکومت کشمیر کا وفد

کشمیر کے حالات سے متاثر ہو کر حکومت اور ملٹری کی سختیوں کے خلاف پنڈت جواہر لال نہرو نے حکومت کشمیر کے خلاف بیان دیا۔ اور باہر بھی حکومت کے خلاف پراپیگنڈا ہونے لگا۔ اس پراپیگنڈا کے ازالہ کیلئے وزیر گنگا رام (ہوم منسٹر حکومت جموں و کشمیر) کی زیرِ سرکردگی ریاست کے ہندوؤں کا ایک وفد پنجاب و دہلی گیا۔ تا حکومت کی پوزیشن کو صاف کرے۔ یہ وفد دہلی میں کانگریسی لیڈروں سے بھی ملا۔

چونکہ وزیر گنگا رام ہوم منسٹر اس وفد کے قائد تھے۔ اس لئے اس وفد کو حکومت کشمیر کا نمائندہ وفد خیال کیا گیا۔ مگر مسٹر کاک پرائم منسٹر نے اس سے انکار کیا۔ اور کہا۔ کہ اہل وفد حکومت کی مرضی کے بغیر از خود گئے ہیں۔ مگر وہ اس سوال کا جواب نہ دے سکے کہ کونسل عالیہ کا ایک ممبر (ہوم منسٹر) کس طرح ان کی مرضی کے بغیر یہاں سے گیا۔

اسی اثنا میں پنڈت جواہر لال صاحب نہرو نے کشمیر آنے کا ارادہ کیا۔ مگر حکومت کشمیر نے

انہیں کشمیر آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ مگر اس کے باوجود پنڈت صاحب آئے۔ مورخہ ۱۹ جون سنہ ۱۹۴۶ء کو کوہالہ پہنچنے پر انہیں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کشمیر نے ایک نوٹس کے ذریعہ روک دیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے ساتھ پولیس و ملٹری بھی تھی۔ چند گھنٹے انتظار کرنے کے بعد پنڈت جواہر لال صاحب نہرو نے اپنے ساتھیوں سمیت آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ اور شام کو ملٹری و پولیس کا حلقہ توڑ کر آگے نکل گئے۔ اور دو میل پہنچکر ڈاک بنگلہ میں مقیم ہو گئے۔

مورخہ ۲۰ جون صبح کو پنڈت صاحب کو بتلایا گیا۔ کہ وہ زیر حراست ہیں۔ ان کے دیگر ساتھیوں مسٹر آصف علی اور دیوان چمن لال وغیرہ کو سرینگر جانے کی اجازت دی گئی۔ پنڈت صاحب نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔

اسی اثنا میں پنڈت نہرو اور صدر کانگریس مولانا آزاد کے درمیان تاروں اور ٹیلیفون پر پیغامات کا تبادلہ ہوا۔ دوسری طرف صدر کانگریس نے حکومت کشمیر کے ساتھ بھی نامہ و پیام کیا۔ جس کے نتیجہ میں پنڈت جواہر لال نہرو ۲۱ جون کو اوڑی سے (جہاں پر انہیں مولانا آزاد سے ٹیلیفون پر گفتگو کرنے کیلئے لایا گیا تھا) دہلی واپس تشریف لے گئے۔

پنڈت جواہر لال کی اس گرفتاری پر نہ صرف تمام ہندوستان میں احتجاج ہوا۔ بلکہ دنیا بھر میں شور بلند ہوا۔ اور ریڈیو کے ذریعے اس مقدمہ بغاوت کی گونج دنیا کے کونے کونے میں سنائی دینے لگی۔

احساس غلطی اور پرائم منسٹر کی اڑان

اس پر حکومت کشمیر کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ نواب صاحب بھوپال چانسلر ایوان شہزادگان بیچ میں پڑے۔ پنڈت رام چند کاک پرائم منسٹر ہوائی جہاز پر پہلے بھوپال جاکر نواب صاحب موصوف سے ملے۔ نواب صاحب اس سے پہلے کانگریسی لیڈر سردار پٹیل سے مل کر گفتگو کر چکے تھے۔ بھوپال سے مسٹر کاک بمبئی

کی عبوری حکومت کے ممبر مقرر ہوئے۔ جس کا چارج آپ نے ۲ر ستمبر کو لیا۔
شیخ صاحب کے مقدمہ میں ۱۲ر اگست کو وکلاء کی بحث ختم ہوئی۔ اور ۳ر ستمبر فیصلہ کی تاریخ مقرر ہوئی۔ مگر ۳ر ستمبر کو فیصلہ نہ سنایا گیا۔ دس ستمبر کو ایسی حالت میں فیصلہ سنایا گیا۔ کہ عوام اور پریس کو اطلاع نہ تھی۔ اور طرفین کے وکلاء بھی حاضر نہ تھے۔ عدالت نے شیخ محمد عبداللہ صاحب کو تینوں تقریروں میں مجرم قرار دیکر ہر تقریر کیلئے تین سال قید محض اور پانچ صد روپیہ جرمانہ یعنی نو سال قید اور پندرہ صد روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ چونکہ قید کی سزائیں ایک ساتھ شروع ہیں اسلئے عملاً تین سال قید اور پندرہ صد روپیہ جرمانہ کی سزا ہے۔ شیخ صاحب کو سپیشل کلاس دینے کیلئے عدالت نے سفارش کی۔ فیصلہ سنانے کے بعد آپ کو جموں بھجایا گیا۔ بالتفصیل کارروائی اس کتاب میں ملاحظہ کریں۔

ابوالشکور عبدالواحد

افتتاحِ مقدمہ

سرکار بنام شیخ محمد عبداللہ

مجھے معلوم نہیں۔ مجھے کس غرض کیلئے یہاں لایا گیا ہے۔ (شیخ محمد عبداللہ)

سری نگر

۳ جون سرکار بنام شیخ محمد عبداللہ صاحب صدر آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس خواجہ غلام محی الدین صاحب صدر ڈسٹرکٹ نیشنل کانفرنس اور پنڈت شام لال صاحب صراف ممبر ورکنگ کمیٹی آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس اور نیشنل کانفرنس کے اعلانچی سلطان غلام دار کے خلاف مقدمہ بغاوت زیر دفعہ ۱۲۴ الف رنبیر پینل کوڈ کی سماعت بادامی باغ چھاؤنی میں شروع ہوئی۔

عدالت

یہ مقدمہ حکومت کی طرف سے عدالت ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج میں دائر ہے۔ عدالت کیلئے ملٹری ہسپتال کے ایک وارڈ میں انتظام کیا گیا۔ یہ کمرہ قریباً ۲۴ گز لمبا اور ۱۰ گز چوڑا ہے۔ لالہ برکت رائے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج دو بجے بعد دوپہر تشریف لائے۔

نمائندگان پریس

بارہ نمائندگان پریس جنہیں پبلسٹی آفس کی طرف سے پاس مہیا کئے گئے تھے۔ ڈیڑھ بجے سے عدالت کے انتظار میں ویٹنگ روم میں منتظر تھے۔ پونے تین بجے انہیں کمرہ عدالت میں آنے کیلئے کہا گیا۔ نمائندگان پریس کے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جانے کے بعد عدالت کی طرف سے انہیں کہا گیا کہ وہ تمام کارروائی صحیح صحیح نوٹ کریں۔ اور جب تک کارروائی جاری ہے۔ اس پر رائے زنی نہ کریں۔

نمائندگان پریس ایسوسی ایٹڈ پریس ۔ یونائیٹڈ پریس اور گلوب نیوز سروس کے علاوہ مقامی اخبارات میں سے ہمدرد ۔ اصلاح ۔ ملت ۔ نخستان کے اور بیرونی اخبارات میں سے ہندوستان ٹائمز دہلی ۔ نیشنل ہیرلڈ لکھنؤ اور الفضل قادیان کے نمائندے موجود تھے ۔

نیشنل ہیرلڈ جو پنڈت جواہر لال صاحب نہرو کا اخبار ہے ۔ اس کی نمائندگی اس کے ایڈیٹر مسٹر کے راما راؤ خود کر رہے تھے ۔

وزیر ریکری ایشیخ محمد عبداللہ صاحب کے ایک بھتیجے عبدالرشید صاحب بھی موجود تھے ۔ کمرہ میں بعض ملٹری افسر و ملازم پولیس بھی موجود تھے ۔ دوران سماعت میں عدالت کے باہر ملٹری کا پہرہ تھا ۔

پیروکار استغاثہ

استغاثہ کی طرف سے جسونت سنگھ پبلک پراسیکیوٹر اور خواجہ عبدالاحد فاروقی پیروکار تھے ۔ وزیر سروپ چند سپرنٹنڈنٹ پولیس ان کی امداد کیلئے موجود تھے ۔

شیخ محمد عبداللہ کی آمد کا نظارہ

ٹھیک جبکہ دس منٹ پر شیخ عبداللہ کمرہ عدالت میں آئے ۔ آپ کے آگے آگے ایک سنگ کرچی تھا ۔ اور دائیں بائیں دو فوجی افسر تھے ۔ آپ کے داخل ہونے پر ہمدرد اور ملت کے ماسوائے تمام نمائندگان پریس اور تماشہ بین کھڑے ہو گئے ۔ شیخ صاحب پشمینہ کی چادر اوڑھے کھدر کی قمیض اور پاجامہ پہنے ننگے سر تھے ۔ اور آپ مسکرا رہے تھے ۔ آپ نے کھڑے ہونے والوں کو سلام کیا ۔ اس کے بعد عدالت کے سامنے کھڑے ہو گئے ۔

جج :۔ کیا آپ وکیل کرنا چاہتے ہیں ۔

شیخ :۔ مجھے معلوم ہی نہیں کہ مجھے کس غرض کیلئے یہاں لایا گیا ہے ۔

جج :۔ کیا آپ کو وارنٹ نہیں دکھائے گئے ۔

شیخ صاحب :- کوئی نہیں

الزام

اس پر عدالت نے پبلک پراسیکیوٹر کو حکم دیا کہ وہ ملزم کو بتائیں کہ ان کے خلاف کیا الزام ہے۔

سردار جسونت سنگھ نے مثل میں سے پڑھکر سنایا کہ ملزم شیخ محمد عبداللہ نے ۱۳ مئی، ۱۴ مئی اور ۱۵ مئی ۱۹۴۶ء کو نوشہرہ زیارت، خواجہ صاحب میرہ محلہ اور مائسیمہ میں بالترتیب تقریریں کیں۔ جن میں انہوں نے مہاراجہ بہادر ان کی حکومت کے خلاف منافرت پھیلائی۔ ان تقریروں میں "ہری سنگھ مردہ باد" اور "ڈوگرہ راج مردہ باد" کے نعرے لگائے گئے۔ ملزم شیخ عبداللہ نے کہا کہ ہم ڈوگرہ راج کو ختم کریں گے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے غداری کر کے کشمیر حاصل کیا۔ ہم بیعنامہ امرتسر کو توڑ دیں گے۔ وغیرہ۔ انہی تقریروں کے لئے ان کے خلاف ۱۲۴ الف رنبیر پینل کوڈ (بغاوت) مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔

شیخ صاحب کی خواہش

پبلک پراسیکیوٹر سے اپنی تقریروں کے اقتباسات سن کر شیخ عبداللہ نے کہا کہ عدالت سے میری دو درخواستیں ہیں۔ اول یہ کہ مجھے ان تقریروں کی کاپیاں مہیا کی جائیں جن کے متعلق استغاثہ کو اعتراض ہے۔ دوئم یہ کہ مجھے اس بارے میں وکلاء سے مشورہ کرنے کی اجازت دی جائے۔

عدالت نے پبلک پراسیکیوٹر سے پوچھا کہ آیا انہیں اس بارے میں اعتراض ہے

پبلک پراسیکیوٹر نے کہا کہ جہاں تک ملزم کی اس درخواست کا تعلق ہے۔ کہ اسے وکیل کرنے کی اجازت دی جائے۔ استغاثہ کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ لیکن جہاں تک انہیں تقریروں کی نقل مہیا کرنے کا تعلق ہے۔ قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔

عدالت نے شیخ صاحب سے دریافت کیا۔ کہ انہیں وکیل کرنے میں کتنا وقت لگے گا

شیخ عبداللہ نے کہا دس دن ۔ پبلک پراسیکیوٹر نے اس قدر عرصہ کو زیادہ قرار دیا۔ شیخ صاحب نے پھر اپنی تقریروں کی نقل کا مطالبہ کیا۔ جس پر عدالت نے کہا کہ ان کا وکیل متعلقہ فائلوں کا ملاحظہ کر سکتا ہے اس کے بعد انہوں نے حکم دیا۔ کہ چونکہ ملزم وکیل کی خدمات حاصل کرنے کی مہلت چاہتا ہے ۔ اور وکیل سرکار کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ۔ اسلئے یہ مقدمہ ۲۹ جیٹھ مطابق ۱۱ جولائی تک ملتوی کیا جاتا ہے اس وقت تک ملزم کو اسی جگہ رکھا جائے ۔ جہاں آج تک اسے رکھا گیا۔ عدالت نے اپنے حکم میں یہ بھی لکھا کہ استغاثہ اس روز اپنی شہادت پیش کرے ۔

شیخ محمد عبداللہ ۔ کیا حکومت میرے نامزد کرنے پر مجھے وکیل مہیا کر سکتی ہے !

عدالت :۔ بشرطیکہ قانون اسکی اجازت دے ۔

پبلک پراسیکیوٹر :۔ حکومت جب ہی ملزم کیلئے وکیل کا انتظام کر سکتی ہے ۔ جب وہ مالی لحاظ سے ایسا کرنے کے قابل نہ ہو ۔

عدالت :۔ اگر ملزم کی خواہش ہے ۔ تو وہ درخواست کر سکتا ہے جس پہ عدالت غور کریگی دس بجکر ۲۷ منٹ پر ملزم شیخ عبداللہ کو کمرہ عدالت سے واپس لے لیا گیا۔ اور شیخ صاحب نے کشمیری میں اپنے رشتہ دار سے پوچھا ۔ "کیا گھر پر سب بخیریت ہیں" ۔ یہ امر قابل ذکر ہے ۔ کہ کاروائی کے دوران میں شیخ عبداللہ کو عدالت کے سامنے کھڑا رکھا گیا ۔

دوسرا ملزم

عدالت نے حکم دیا کہ دوسرے ملزم پنڈت شام لال صراف کو حاضر کیا جائے ۔ تین بجکر ۲۵ منٹ پر مسٹر صراف سپاہیوں کی نگرانی میں کمرہ عدالت میں آئے ۔ آپ نے نمائندگان پریس اور تماشہ بینوں کی طرف دیکھتے ہوئے سلام کیا ۔ اور آپ عدالت کے سامنے کھڑے ہو گئے ۔

عدالت :۔ آپکا کوئی وکیل ہے ۔

صراف :۔ نہیں جناب! کوئی نہیں۔ مجھے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔

عدالت :۔ آپ مثل کو دیکھ سکتے ہیں۔

اس پر پبلک پراسیکیوٹر نے مسٹر صراف کو مثل مہیا کی۔ اور انہوں نے اس کو سرسری طور پر پڑھنا شروع کیا۔

صراف :۔ جناب میں نے پڑھ لیا ہے۔ مجھے وکیل کی خدمات حاصل کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

عدالت نے استغاثہ سے دریافت کیا۔ کہ آیا انہیں ملزم کی درخواست پر کوئی اعتراض تو نہیں۔ جس کا جواب پبلک پراسیکیوٹر نے نفی میں دیا۔

صراف :۔ کیا حکومت میرے لئے وکیل کا انتظام کر سکتی ہے۔

عدالت :۔ ہاں چند شرائط کے تحت

عدالت نے حکم دیا۔ کہ چونکہ ملزم نے وکیل کی خدمات حاصل کرنے کی مہلت مانگی ہے۔ اور وکیل سرکاری کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لہذا مقدمہ ۳۱ جیٹھ مطابق ۱۳ جون تک ملتوی کیا جائے اس دوران میں ملزم کو بدستور وہاں ہی رکھا جائے۔ جہاں پر اس کو آج تک رکھا گیا ہے۔

صراف :۔ کیا مجھے وکیل وغیرہ کے متعلق سہولتیں مہیا کی جا سکتی ہیں۔

عدالت :۔ ہاں۔ ان کے لئے درخواست کی جا سکتی ہے۔

اس کے بعد ملزم کو کمرہ عدالت سے واپس بھیجا گیا

روپوش ملزمین پبلک پراسیکیوٹر نے کہا۔ کہ دو ملزمین غلام محی الدین اور رسلدار روپوش ہیں تھانہ شیر گڑھی کے افسر انچارج نے ان کے وارنٹوں پر لکھا تھا کہ انتہائی کوششوں کے باوجود بھی ہاتھ نہیں لگے۔ عدالت نے حکم دیا کہ چونکہ ان دو ملزموں پر تعمیل نہ ہو سکی۔ پولیس کی رپورٹ ہے کہ ملزم دانستہ روپوش ہیں۔ لہذا مقدمہ ۲۹ جیٹھ کو پیش ہو۔

کارروائی ختم ہونے پر مسٹر کے۔ راما راؤ ایڈیٹر "نیشنل ہیرالڈ" نے عدالت سے درخواست کی کہ انہیں استغاثہ کی کہانی مہیا کی جائے۔ عدالت نے انہیں کہا کہ اگر قانون اس کی اجازت دے۔ تو انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ پبلک پراسیکیوٹر نے کہا۔ اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ مسٹر راما راؤ نے کہا کہ اخبار والوں کو ہر جگہ یہ رعایت دی جاتی ہے۔

جج:۔ اس پیشہ میں میرے بال سفید ہوئے ہیں۔ اگر قانون اس کی اجازت دے کہ نمائندگان اخبارات کو استغاثہ کی کہانی مہیا کی جائے۔ تو مجھے آپ کو یہ رعایت دینے میں مطلق کوئی اعتراض نہیں ہوگا

۔ اس کے بعد عدالت ۱۲ بجے برخاست ہوئی۔

روپوش ملزم
اور ان کی ضبطی جائداد کے احکام

حاضر ملزموں کو مزید مہلت۔ دوسری پیشی

سرینگر ۱۱ جون۔ بادامی باغ چھاؤنی میں آج پھر شیخ محمد عبداللہ، غلام محی الدین، پنڈت شام لال صراف اور سلطان دار کے خلاف مقدمات کی سماعت عدالت سیشن جج میں شروع ہوئی۔ آج ہسپتال کے کمرہ کو باضابطہ کمرۂ عدالت کی شکل دی گئی تھی۔ جج کے بیٹھنے کیلئے ڈائس (چبوترہ) بنایا گیا تھا۔ نمائندگان پریس اور وزٹروں کی نشست کیلئے باقاعدہ نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا۔

نمائندگان پریس کا پروٹسٹ کمرۂ عدالت میں داخلہ کیلئے پاس محدود تعداد میں جاری کیے گئے

آج پریس گیلری میں صرف چند ایک نمائندگان پریس موجود تھے۔ جن نمائندگان پریس کو پاس نہیں ملے تھے۔ ان کی طرف سے سکرٹری کشمیر پریس کانفرنس نے آنریبل پرائم منسٹر پبلسٹی آفیسر اور سیشن جج کے پاس پروٹسٹ کیا۔

پیروی کار آج استغاثہ کی طرف سے پنڈت مدسودن کاک اسسٹنٹ ایڈوکیٹ جنرل مسٹر جسونت سنگھ پبلک پراسیکیوٹر۔ پنڈت رادھا کشن کول ایڈوکیٹ اور خواجہ عبدالاحد فاروقی اور شیخ محمد عبداللہ کی طرف سے پنڈت جیالال کلم اور جانکی ناتھ زتشی پیروی کر رہے تھے۔

قابل ذکر وزیٹرز وزیٹرز گیلری میں آج شیخ محمد عبداللہ صاحب کی صاحبزادی خالدہ اختر (جس کی عمر گیارہ سال ہے) اور ان کا بھتیجا عبدالرشید موجود تھے

دریافت خیر و عافیت ایک بجکر ۱۳ منٹ پر شیخ محمد عبداللہ صاحب کو کمرہ عدالت میں لایا گیا۔ آپ کی آمد پر چند پنڈت نمائندوں کے سوا باقی سب وزیٹر و پریس گیلری تعظیماً کھڑی ہو گئی۔ شیخ صاحب اپنی لڑکی اور بھتیجے کی طرف دیکھکر مسکرائے۔

سیشن جج کی تشریف آوری سوا بجے بعد دوپہر سیشن جج صاحب تشریف لائے۔ حاضرین تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ پنڈت جیالال کلم نے عدالت سے درخواست کی۔ کہ انہیں اپنے موکل شیخ محمد عبداللہ سے تخلیہ میں بات چیت کرنے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ وکلاء استغاثہ کو اس پر اعتراض نہ تھا اس لئے اجازت دی گئی۔ اور پنڈت کلم اور شیخ صاحب بات چیت کرنے کیلئے کمرہ عدالت سے باہر چلے گئے۔

روپوش اور ضبطئ جائداد کے اشتہار مسٹر جسونت سنگھ وکیل استغاثہ نے عدالت سے درخواست کی کہ ملزمان غلام محی الدین ؟ و اور سلطان علہ دار روپوش ہیں۔ ان کے خلاف زیر دفعات ۸۷، ۸۸ ضابطہ فوجداری کارروائی کی جائے۔ اور عدالت نے حکم دیا۔ کہ جس پولیس افسر کو

ملزم غلام محی الدین قرہ کی گرفتاری کا کام سپرد تھا۔ اس کا بیان لیا جائے۔ چنانچہ مسٹر دلیپ راج سب انسپکٹر پولیس تھانہ شیر گڈھی نے بیان دیا۔ آپ نے کہا۔ کہ مجھے ملزم غلام محی الدین قرہ کی گرفتاری کیلئے سیشن جج کی عدالت سے وارنٹ موصول ہوا۔ ملزم بٹہ مالنہ کا رہنے والا ہے۔ میں نے امیراکدل کے گرد و نواح وہاں کے ہوٹلوں اور ان جگہوں میں اس کو تلاش کیا جہاں کہ اس کی نشست و برخاست تھی۔ دو مرتبہ میں نے اس کے گھر جاکر اس کی تلاش کی۔ اسی سلسلہ میں غلام رسول وڈیرہ ساکن مائسمہ کی خانہ تلاشی کی۔ لیکن وہ دستیاب نہ ہوا۔ غلام محی الدین قرہ دانستہ روپوش ہے۔ سر دست اس کی گرفتاری کی کوئی امید نہیں۔ غالباً اس کو وارنٹ کا علم ہے

عدالت نے حکم دیا۔ کہ وارنٹ سابق تاریخ پر بلا تعمیل موصول ہوا تھا۔ تعمیل کرنے والے سب انسپکٹر نے رپورٹ کی ہے۔ کہ ملزم کی دستیابی سر دست مشکل ہے۔ آج اس وقت سب انسپکٹر کا بیان لیا گیا جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ ملزم کو معلوم ہے کہ اس کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکا ہے۔ اور دانستہ تعمیل کرنے سے گریز کر رہا ہے۔ اندریں حالات ملزم کے خلاف زیر دفعہ ۸۷ ، ۸۸ ضابطہ فوجداری کارروائی کرنا ضروری ہے۔ لہذا ملزم کے خلاف دفعہ ۸۷ ضابطہ فوجداری کے تحت اشتہار جاری کئے جائیں نیز زیر دفعہ ۸۸ ضابطہ فوجداری ملزم کی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد قرق کی جائے۔ یہ مثل ۱۵ ساون کو عدالت کے سامنے پیش ہو۔

مزید مہلت

کارروائی ہو رہی تھی کہ مسٹر ڈکھم اور شیخ محمد عبداللہ کمرۂ عدالت میں آ گئے۔ وکیل ملزم کی درخواست پر اور عدالت کی اجازت سے ملزم شیخ محمد عبداللہ کو بیٹھنے کی اجازت دی گئی۔ شیخ صاحب کی درخواست پر ان کی لڑکی خالدہ اختر کو ان کے پہلو میں بیٹھنے کی اجازت ملی۔ وکیل ملزم کی طرف سے ۸ جون کو درخواست کی گئی تھی کہ چونکہ ان کا موکل شیخ محمد عبداللہ بیرون ریاست سے وکیل کی خدمات حاصل کر رہا ہے۔ اس لئے انہیں مزید دو ہفتہ کی مہلت دی جائے اور اس عرصہ کیلئے مقدمہ ملتوی کیا جائے۔

پنڈت مدسودن وکیل استغاثہ نے کہا۔ کہ ملزم کو پہلے ہی دس دن کی مہلت دی جا چکی ہے۔ مزید دو ہفتوں کا التوا مناسب نہیں ہوگا۔ ملزم اس بارے میں مزید کسی رعایت کا مستحق نہیں۔ ملزم کے وکیل نے صرف دو دن قبل مقدمہ کی مثل کا معائنہ کیا۔ اور وہ بھی اس وقت جب چار بج چکے تھے۔ اور عدالت برخاست ہونے کو تھی۔ میرا خیال ہے۔ کہ انہیں آج بالکل تیار ہو کر آنا چاہیئے تھا۔ بہرحال چونکہ آنے والے ہفتہ میں کئی دن چھٹیوں کی وجہ سے کام بند رہیگا۔ اس لئے اگر مستغیث کو مزید ایک ہفتہ کی مہلت دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ وکیل ملزم پنڈت جیالال کلم نے کہا۔ کہ ایک تو انہیں ملزم سے ملنے میں دشواریاں پیش آئیں۔ اور دوسرے ملزم نے اپنے ڈیفنس کا انتظام پنڈت جواہر لال نہرو کے ہاتھ سونپ رکھا ہے۔ اور تیسرے ملزم کے قانونی مشیر نے مدراس سے آنا ہے۔ اس لئے دو ہفتہ کی مہلت زیادہ نہیں۔ پنڈت جیالال کلم نے عدالت میں درخواست پیش کی۔ کہ چونکہ ملزم کا مقدمہ اس عدالت میں زیر سماعت ہے۔ اس لئے اسے تا فیصلہ مقدمہ حوالات جوڈیشل میں رکھا جائے۔ وکیل استغاثہ پنڈت مدسودن کاک نے کہا۔ کہ ملزم شیخ محمد عبداللہ کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے زیر دفعہ ۲۴ ڈیفنس آف جموں و کشمیر رولز بند رکھا گیا ہے۔ اس لئے یہ عدالت اس کو ٹالنے کی مجاز نہیں۔ عدالت نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور مسٹر کلم کی درخواست مسترد کر دی۔

اس کے بعد مسٹر شام لال کا مقدمہ شروع ہوا۔ مسٹر کلم ان کی طرف سے وکالت نامہ پیش نہیں کیا تھا۔ اس لئے انہوں نے یہ کام عدالت کے سامنے ہی انجام دیا۔ وکیل ملزم نے تاریخ پیشی کے التوا کی درخواست کی۔ وکیل استغاثہ کی بحث کے بعد عدالت نے حکم دیا کہ ملزم شام لال صراف کا مقدمہ ۱۱ تاریخ مطابق ۲۸ ہاڑ جون تک ملتوی کیا جائے۔ اس کے بعد روپوش ملزم سلطان وار کا مقدمہ پیش ہوا۔ پنڈت گنگا رام منشی سب انسپکٹر پولیس تھانہ اردو بازار نے بیان دیا کہ ملزم دانستہ تعمیل وارنٹ سے گریز کر رہا ہے۔ عدالت نے حکم دیا کہ ملزم کے خلاف زیر دفعہ ۸۷، ۸۸ ضابطہ فوجداری (ضبطی جائداد) کارروائی کی جائے۔ ساڑھے تین بجے

ہیجان خیز حالات میں پیشی

ایک طرف صدر منتخب کانگریس زیر حراست ۔ دوسری طرف صدر نیشنل کانفرنس عدالت کے سامنے تیسری پیشی ۔ ۲۱ جون ۔

قابل ذکر اصحاب

آج وکلائے ملزم میں سے قابل ذکر دیوان چمن لال صاحب اور تماشیوں میں سے قابل ذکر شیخ عبد الحمید صاحب پارلیمنٹری انڈر سکریٹری ، کرنل بھگوان سنگھ صاحب اور شیخ عبد اللہ صاحب کے بھتیجے شیخ عبد الرشید تھے

کن ہیجان خیز حالات میں پیشی ہو رہی ہے

شیخ محمد عبد اللہ صاحب کے مقدمہ کی آج کی پیشی سنسنی خیز حالات میں ہو رہی ہے ۔ پنڈت جواہر لال صاحب نہرو ۔

صدر منتخب آل انڈیا کانگریس اور صدر سٹیٹس پیپلز کانفرنس آپ کے ڈیفنس میں امداد اور بعض دیگر اہم مقاصد کیلئے کشمیر آ رہے تھے ۔ کہ مورخہ ۱۹ جون کو انہیں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کوہالہ کے مقام پر ریاست میں داخلہ کے متعلق حکم امتناعی سنایا ۔ پنڈت جی کے ساتھ مسٹر آصف علی ، دیوان چمن لال اور بلدیو سہائے ایڈووکیٹ جنرل بہار تھے ۔ نہرو جی اور ان کے ساتھی کوہالہ میں کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد پولیس اور فوج کا حلقہ توڑ کر آگے بڑھ گئے ، اور دومیل پہنچ گئے ۔ ۲۰ جون کو پنڈت جی کو ڈاک بنگلہ دومیل میں زیر حراست کرنے کے بعد مسٹر آصف علی ، دیوان چمن لال اور مسٹر بلدیو سہائے کو سری نگر جانے دیا گیا ۔

آج اگر ایک طرف صدر آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس شیخ محمد عبد اللہ حکومت کشمیر کی قید و بند میں ہے ۔ تو دوسری طرف ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی انجمن آل انڈیا نیشنل کانگریس کے صدر

منتخب پنڈت جواہر لال نہرو کو بھی حکومت کشمیر زیر حراست کر چکی ہے ۔ اور آج اس وقت جب شیخ محمد عبداللہ کا مقدمہ پیش ہو رہا ہے ۔ تمام ہندوستان میں صدر منتخب کانگریس کی گرفتاری پر ہیجان برپا ہے ۔ اور ان کی گرفتاریوں کی آواز کی گونج لندن ریڈیو اور نئی دنیا (امریکہ) سے بھی سنی جا رہی ہے ۔ اور ایک طرف اگر وائسرائے ہند اور حکومت کشمیر کے درمیان نامہ پیام جاری ہے ۔ تو دوسری طرف مولانا ابوالکلام آزاد صدر کانگریس حکومت کشمیر اور نہرو صاحب کے ساتھ تاروں اور ٹیلیفونوں پر تبادلہ خیال کر رہے ہیں ۔

ان ہیجان خیز حالات میں عدالت سیشن میں شیخ محمد عبداللہ صاحب کے مقدمہ کی پیشی ہو رہی ہے ۔ اب آئیے ۔ ہم آپ کو کمرۂ عدالت کی طرف لے چلتے ہیں ۔

سرینگر ۔ ۱۲ جولائی ۔ بادامی باغ چھاونی میں آج شیخ محمد عبداللہ صاحب کے مقدمہ کی پیشی ہے ۔ نمائندگان اخبارات ، وکلاء اور دیگر اصحاب (جن کو اجازت نامے دئے گئے ہیں) گیارہ بجے سے قبل ہی وہاں پہنچ گئے ۔ آج ڈیوارہ کسٹم پوسٹ کے پاس ہی کیپٹن بدری سنگھ صاحب آفیسر کمانڈنگ کنٹونمنٹ ایریا اور ایک سی آئی ڈی سب انسپکٹر اجازت ناموں کی جانچ پڑتال کر رہے تھے ۔ گیارہ بجے استغاثہ اور ملزم کے وکلاء کمرۂ عدالت میں آئے ۔

وکلائے استغاثہ	وکلائے ملزم
مسٹر جے گوپال سیٹھ بیرسٹر ایٹ لا	مسٹر بلدیو سہا بیرسٹر (سابق ایڈووکیٹ جنرل بہار)
چوہدری نیاز احمد ایڈووکیٹ جنرل کشمیر	مسٹر اودیش نرائن بیرسٹر
پنڈت مدسودن کاک اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل	دیوان چمن لال ایم ۔ ایل ۔ اے (سنٹرل)
مسٹر جسونت سنگھ سپیشل پبلک پراسیکیوٹر	پنڈت جیالال کلم ایڈووکیٹ
خواجہ عبدالاحد فاروقی ۔ پنڈت رادھا کشن کول ایڈووکیٹ	پنڈت جانکی ناتھ زتشی

علاوہ ازیں وزیر سر دیپ چند سپرنٹنڈنٹ پولیس اور پنڈت شام لال جلالی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس (سی آئی ڈی) بھی موجود تھے۔ اور پنڈت امرناتھ ریٹائرڈ ایڈوکیٹ پنڈت موہن کشن ٹکو اور پنڈت رگھناتھ کول وکیل بھی وکلائے ملزم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

ساڑھے گیارہ بجے ملزم شیخ محمد عبداللہ صاحب کو سپاہیوں کی نگرانی میں لایا گیا۔ کمرہ عدالت کے دروازے کے پاس ہی دیوان چمن لال نمائندگان اخبارات سے باتیں کر رہے تھے۔ شیخ صاحب ان کے قریب پہنچے تو دیوان چمن لال نے بغلگیر ہو کر کہا۔ "آپ آ ہی گئے" کمرہ میں داخل ہو کر شیخ صاحب نے مختلف اصحاب سے مصافحہ کیا۔ اور اس کے بعد اپنے وکیل کے دائیں طرف کرسی پر بیٹھ گئے۔

"انجکر ۲۵ منٹ پر کاروائی شروع ہوئی۔ مسٹر بلدیو سہا وکیل ملزم نے عدالت کے سامنے درخواست پیش کی کہ چونکہ انہیں ابھی مقدمہ کے کاغذات دیکھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ اس لئے مقدمہ کسی دوسری تاریخ پر ملتوی کیا جائے۔ آپ نے کہا "مجھے اپنے موکل کی وکالت کرنے میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ اسے جوڈیشل حوالات کے بدلے فوجی حراست میں رکھا گیا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو جنہوں نے میرے موکل کی ڈیفنس کا کام سنبھالا ہے۔ انہیں حکومت کشمیر نے راستے میں ہی گرفتار کر لیا۔ اس لئے مقدمہ ملتوی کیا جائے۔

عدالت:۔ ملزم کا مقدمہ دو مرتبہ ملتوی کیا گیا اس لئے وہ مزید کسی رعایت کا مستحق نہیں۔ آپ کو تیار ہو کر آنا چاہیئے تھا۔

وکیل ملزم:۔ میں نے ابھی کاغذات نہیں دیکھے۔ چونکہ کیس اہم ہے۔ اس لئے ہمیں تیاری کا موقعہ ملنا چاہیئے۔ علاوہ ازیں پنڈت جواہر لال کو راستے میں گرفتار کیا گیا ہے۔ ان کی عدم موجودگی میں ہمارا کام مشکل ہو گیا ہے۔

عدالت:۔ لیکن پنڈت جواہر لال کا اس مقدمہ سے کیا تعلق ہے۔ انہیں ملزم کی طرف سے

پیش نہیں ہوتا تھا۔ آپ کو ملزم کے مقامی وکلاء سے مشورہ لینا چاہئے تھا۔

وکیل ملزم :۔ جناب یوں تو ہر ایک آدمی کے کندھوں پر سر ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ بات قابل تسلیم نہیں کہ محض اس وجہ کی بنا پر تمام آدمیوں کی قدر و قیمت یکساں ہے۔ اس کے علاوہ مجھے وہ میمورنڈم دیکھنا ہے جو ملزم نے کیبنٹ مشن کو بھیجا ہے۔ مجھے نیشنل کانفرنس کے ریزولیشن اور آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس کے ریزولیشن پیش کرنے ہیں۔ ان تمام دستاویزات میں جس ذمہ دارانہ نظام حکومت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس میں حکمران کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے۔

عدالت :۔ لیکن ہمیں اس سے کیا غرض ہے۔ ملزم کے خلاف چند تقریریں کرنے کا الزام ہے جو استغاثہ کی نظروں میں قابل اعتراض ہیں۔ انہی شدید الزام کی جوابدہی ملزم نے کرنی ہے۔

وکیل ملزم :۔ یہی باتیں تو میں نے عدالت کے سامنے پیش کرنی ہیں۔

عدالت :۔ استغاثہ کے وکیل کو اس بارے میں کیا کہنا ہے۔

وکیل استغاثہ :۔ یوں تو وکیل ملزم کی ناتیاری کیس کو ملتوی کرنے کیلئے کوئی معقول وجہ نہیں لیکن چونکہ حکومت کی طرف سے مجھے ہدایت ہوئی ہے۔ کہ ملزم کو اپنا ڈیفنس پیش کرنے کے سلسلے میں ہر ممکن سہولت دی جائے اس لئے کیس چند دن کیلئے ملتوی کیا جائے تو کوئی ہرج نہیں۔

عدالت نے حکم دیا کہ مقدمہ یکم جولائی تک ملتوی کیا جائے۔ اس کے بعد کارروائی مسلسل ہر روز ہوا کرے گی۔ اور اس دن استغاثہ اپنے گواہ پیش کریگا۔

سیشن جج کی علالت

شیخ صاحب کا مقدمہ چوتھی بار ملتوی

سرینگر ۔ یکم جولائی ۔ پنڈت جواہر لال صاحب نہرو مولانا ابو الکلام آزاد صدر کانگرس و ممبران ورکنگ کمیٹی آل انڈیا کانگریس کے مشورہ سے اور ہی سے اس اظہار کے بعد واپس جا چکے ہوئے ہیں ۔ کہ وزارتی مشن سکیم سے متعلق کانگریس ورکنگ کمیٹی کے آخری فیصلہ کے بعد وہ پھر کشمیر آئیں گے ۔

اس وقت فضا میں وہ پہلی سی سنسنی و ہیجان نہیں اور سکون ہے ۔

شیخ محمد عبد اللہ صدر نیشنل کانفرنس کے خلاف زیر دفعہ ۱۲۴ الف (بغاوت) جو استغاثہ دائر ہے ۔ آج وہ چوتھی مرتبہ ملتوی ہوا ۔ آج کی التوا کی وجہ یہ تھی ۔ کہ لالہ برکت رائے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج علیل الطبع ہونے کے باعث عدالت میں حاضر نہیں تھے ۔ ملزم شیخ محمد عبد اللہ کو حسب معمول کمرہ عدالت میں سپاہیوں کی نگرانی میں لایا گیا ۔ آپ کے وکلا مسٹر بلدیو سہا ۔ مسٹر اودیش نرائن سہا پنڈت جیا لال کلم اور مسٹر جانکی ناتھ زتشی بھی حاضر تھے ۔ مسٹر آصف علی بھی پاس ہی بیٹھے تھے استغاثہ کی طرف پنڈت مدسودن کاک ۔ پنڈت رادھا کشن کول ایڈووکیٹ ۔ مسٹر جسونت سنگھ سپیشل پبلک پراسیکیوٹر اور خواجہ عبد الاحد فاروقی بھی موجود تھے ۔ ریڈر عدالت نے سیشن جج کی طرف سے ایک پیغام پڑھکر سنایا ۔ جس میں لکھا گیا تھا ۔ کہ آپ علیل ہونے کی وجہ سے عدالت میں نہیں آسکتے ۔ اس لئے آج کی کارروائی ملتوی کی جاتی ہے ۔ دوسری تاریخ پیشی کی اطلاع استغاثہ اور ڈیفنس کے وکلاء کو موزوں

استغاثہ کی شہادتیں شروع ہو گئیں التوائے کاروائی کی

درخواست مسترد

عوام "ڈوگرہ راج مردہ باد" "ہری سنگھ مردہ باد" "رام چند کاک زہرباد" کے نعرے لگاتے تھے
{سپرنٹنڈنٹ پولیس}

پانچویں پیشی

مقام بادامی باغ چھاؤنی

مقدمہ سرکار بنام شیخ محمد عبداللہ

سرینگر۔ ۲۲ جولائی۔

وزیٹرز گیلری میں اہم و قابلِ ذکر ہستیاں مسٹر رجنی پام دت (کمیونسٹ لیڈر) کرنل بھگوان سنگھ ریٹائرڈ۔ خواجہ غلام محمد جویلر۔ (ممبر مسلم کانفرنس ورکنگ کمیٹی) اور حاجی محمد اللہ صاحب شہداد۔ کل وزیٹر آج پینتیس ۳۵ تھے)

وکلائے استغاثہ

جے گوپال سیٹھی بیرسٹر
پنڈت رادھا کشن کول ایڈووکیٹ
پنڈت مدسودن کاک اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل
مسٹر جسونت سنگھ سپیشل پبلک پراسیکیوٹر
خواجہ عبدالاحد فاروقی پبلک پراسیکیوٹر

وکلائے ملزم

پنڈت جیالال کلم ایڈووکیٹ
شانتی سروپ دھون بیرسٹر
پنڈت جانکی ناتھ زتشی وکیل
پنڈت جانکی سپرو وکیل
پنڈت رگھو ناتھ کول وکیل

وزیر مسٹر روپ چند صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس اور پنڈت شام لال جلالی انسپکٹر پولیس سی آئی ڈی بھی وکلائے استغاثہ کے پاس بیٹھے تھے۔

۲۲ جولائی آج لالہ برکت رائے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ۱۱ بجکر ۳۵ منٹ پر تشریف لائے۔ اس کے دس منٹ بعد ملزم شیخ محمد عبداللہ سپاہیوں کی نگرانی میں لائے گئے۔ حاضرین میں سے بہت سے کھڑے ہو گئے۔ شیخ صاحب نے ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے مسٹر رجنی پام دت سے آپ نے بہت گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ دوران مقدمہ میں مسٹر دت سو گئے۔ اور پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کیلئے باعث مشغلہ بن گئے۔

پونے بارہ بجے کارروائی شروع ہوئی۔ ملزم کے وکیل پنڈت جیا لال کلم نے عدالت کے سامنے درخواست پیش کی۔ جس میں لکھا تھا کہ عدالت اس مقدمہ کو سماعت کرنے کی مجاز نہیں۔ رنبیر پینل کوڈ کی دفعہ ۱۹۳ کے تحت موجودہ عدالت جب ہی یہ مقدمہ سماعت کر سکتی ہے۔ جب کوئی ماتحت عدالت اسے یہاں بھیج دے۔ اب استغاثہ کی طرف سے دفعہ ۱۳ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء کا سہارا لیا جائیگا۔ لیکن یہ ایک ہنگامی قانون ہے۔

عدالت: ۔ کیا کسی قانون کے رو سے دفعہ ۱۳ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء منسوخ کیا گیا ہے۔

وکیل ملزم: ۔ ہاں جناب معنوی لحاظ سے

بیرسٹر ٹیک چند: ۔ سنہ ۱۹۴۶ء میں چند ہنگامی قوانین منسوخ کئے گئے۔ لیکن دفعہ ۱۳ اپریل کو بحال رکھا گیا۔ اس لئے میرے فاضل دوست کا یہ کہنا درست نہیں کہ دفعہ ۱۳ اپریل معنوی لحاظ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ اب میرے دوست نے دفعہ ۱۹۳ رنبیر پینل کوڈ کا سہارا لیتے ہوئے دلیل پیش کی ہے کہ عدالت موجودہ مقدمہ سماعت کرنے کی مجاز نہیں۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے انہوں نے چند الفاظ نظر انداز کر دئے جہاں تک عام حالات کا تعلق ہے۔ رنبیر پینل کوڈ ۱۹۳ کے تحت سیشن کسی ایسے

مقدمہ کی سماعت نہیں کر سکتی۔ جو کسی ماتحت عدالت کی طرف سے اسے تفویض نہ کیا گیا ہو۔ لیکن [illegible]
دفعہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی قانون مروج ہو تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد وکیل ملزم مسٹر … کا
نے پھر بحث کی اور اجلاس ایک بجکر دس منٹ پر لنچ کیلئے ملتوی ہوا۔

لنچ کے بعد کارروائی۔ لنچ کے بعد دو بجکر ۳۵ منٹ پر عدالت کی کارروائی پھر
شروع ہوئی۔ عدالت نے وکیل ملزم کی درخواست مسترد کر دی۔

وکیل ملزم نے ایک اور درخواست پیش کی کہ وہ اس معاملے کو ہائی کورٹ میں پیش کرنا
چاہتے ہیں۔ اس لئے تب تک کارروائی ملتوی کرنی چاہیئے۔ استغاثہ نے اس پر اعتراض کیا۔
عدالت نے حکم دیا۔ جب تک آپ ہائیکورٹ میں تحریک کریں تب تک کارروائی جاری رہے گی
ایک اور درخواست کے ذریعے وکیل ملزم نے یہ جاننا چاہا کہ یہ مقدمہ بطور ایک سیشن کیس سماعت ہوگا
یا بطور وارنٹ کیس۔ استغاثہ نے کہا۔ یہ کیس بطور وارنٹ کیس سماعت ہوگا۔ وکیل ملزم نے
اس جواب کو نوٹ کر لیا۔ اس کے بعد گواہان استغاثہ کی شہادت قلمبند ہونی شروع ہوئی۔ پہلا گواہ
وزیر سری پچند سپرنٹنڈنٹ پولیس عدالت کے سامنے پیش ہوا۔

سپرنٹنڈنٹ پولیس کا بیان

وزیر سری پچند ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس [illegible]
دیتے ہوئے کہا کہ میرے پاس شیخ محمد عبداللہ ملزم [illegible]
کی ڈائریاں آئیں۔ ان میں نہ صرف شیخ محمد عبداللہ ملزم کی تقریریں ہوتی تھیں۔ بلکہ ان دوسرے
اشخاص کی بھی جو تقریریں کرتے تھے۔ ان اشخاص کا جو تقریریں کرتے تھے نیشنل کانفرنس سے
تعلق تھا۔ ۹ مئی ۱۹۴۶ سے لیکر ۱۶ مئی ۱۹۴۶ تک تقریروں کا یہ سلسلہ مختلف تاریخوں پر
رہا۔ یہ تقاریر شہر سرینگر میں مختلف جگہوں پر ہوئی تھیں۔ میں نے ڈائریوں میں ان تقریروں کو
پڑھا۔ چونکہ یہ تقریریں باغیانہ، دسیر کار دالا اور ان کی حکومت [illegible]

اور بغاوت پھیلانے والی تھیں۔ اس لئے میں نے وہ تقریریں افسران بالا کے پاس بھیج دیں تاکہ تقریریں کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ مسری سرکار والا کی منظوری ایگزیکٹ پی آر اے، شامل ہے اس حکم ایگزیکٹ پی آر اے کے تحت مجھے ہدایت ملی۔ کہ میں ۱۲۴ الف تعزیرات کوڈ کے تحت ملزم کے خلاف تقاریر کے لئے جو اس نے مورخہ ۱۳، ۱۴ و ۱۶ مئی کو کیں۔ استغاثہ دائر کروں۔ اس حکم کے مطابق میں نے مورخہ ۱۷ جون ۱۹۳۶ء کو استغاثہ دائر کیا۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا کہ ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء کو مجھے مہاراج گنج ایریا میں متعین کیا گیا تھا۔ مجھے ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء کو اس ایریا میں نگرانی کی ڈیوٹی پر رکھا گیا۔ میں پہلے جامع مسجد اور پتھر مسجد کی طرف گیا۔ میرے ساتھ پنڈت ہیرانند ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ملٹری اور پولیس بھی تھی۔ میں جب پتھر مسجد کے پاس پہنچا تو ساڑھے سات یا آٹھ بجے صبح کا وقت تھا۔

وکیل ملزم:۔ مجھے اعتراض ہے۔ ملزم ۲۰ مئی کو گرفتار ہوا۔ اس لئے گواہ کو یہ نہیں کہنا چاہئے۔ کہ ۲۱ مئی کو کیا ہوا کیونکہ ملزم کی گرفتاری کے بعد جو کچھ رونما ہوا۔ اس کی ذمہ داری ملزم پر نہیں۔

عدالت:۔ استغاثہ کو اس بارے میں کیا کہنا ہے۔

وکیل استغاثہ:۔ ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ملزم کی تقریروں کے نتیجے میں کیا کچھ رونما ہوا۔

وکیل ملزم:۔ اگر استغاثہ چاہتا ہے۔ کہ یہ مقدمہ قانون کے مطابق زیر سماعت آئے۔ تو ۲۱ مئی کو جو کچھ ہوا۔ اس کی ذمہ داری ملزم پر نہیں۔ لیکن اگر استغاثہ اس مقدمہ سے سیاسی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ اور بات ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ ۲۱ مئی کو جو کچھ ہوا وہ ملزم کی گرفتاری سے رونما ہوا؟

وکیل استغاثہ:۔ دفعہ ۱۲۴ الف کے تحت ہمیں یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ ملزم نے جو تقریریں کیں ان کے نتیجہ میں کیا اثر ایسا کچھ [illegible]

عدالت:۔ وکیل ملزم گواہ پر بار بار جرح کر سکتا ہے۔

وکیل ملزم:۔ جناب اگر گواہ کہے کہ میں نے لاہور میں یہ دیکھا تو کیا اسے مصدقہ کہا جائیگا؟

عدالت:۔ قانون شہادت کی دفعہ کے تحت وکیل استغاثہ کا سوال زیر تنقیح [illegible] آتا ہے اس لئے اجازت دی جاتی ہے۔

گواہ نے بتایا کہ میں پتھر مسجد کے پاس دریا کے کنارے گشت کرنے کیلئے گیا۔ اس پار خانقاہ معلّیٰ کے صحن میں دو تین سو آدمی جمع تھے جو مہاراجہ بہادر اور ان کے خاندان اور ڈوگرہ راج کے خلاف نعرے لگا رہے تھے

وکیل:۔ کیا وہ صرف نعرے لگا رہے تھے یا پتھر پھینک رہے تھے؟

عدالت:۔ آپ کو سوالات کے وقت محتاط رہنا چاہیئے۔

گواہ:۔ اسی دوران میں ایک مجسٹریٹ کچھ سپاہی اور پولیس دریا کے پار گئے اور خانقاہ معلّیٰ کے احاطہ میں پہنچ گئے۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ مشتعل ہجوم نے مجسٹریٹ اور پولیس پر پتھر برسانے شروع کئے۔ ان دونوں نے فیو آرڈر جاری کیا [illegible] ہجوم کے نعرے "ڈوگرہ راج مردہ باد" "ہری سنگھ مردہ باد" "[illegible] کو زندہ باد" ڈوگرہ [illegible] ہم دریا کے اس پار تھے۔ ہم نے دریا کے اس پار جانے کی کوشش کی۔ تاکہ ہم ان کی امداد کر [illegible] مجمع نے ہم پر بھی پتھر برسانے شروع کئے۔ اس لئے میں نے [illegible] دریا کو [illegible] کرنے کی کوشش [illegible] چھوڑ دی۔ تاکہ زخمی نہ ہو جاؤں۔ جب کہ میں گشت سے واپس آیا۔ تو [illegible] اور پولیس [illegible] زخمی ہو چکے تھے۔ اس کے بعد میں [illegible] کی طرف گشت کرنے گیا [illegible] پر پتھر برسائے [illegible] مجسٹریٹ اور پولیس [illegible] زخمی ہو گئے [illegible] ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ حملہ [illegible]

پتھر برسائے گئے۔ وہاں بھی ہم نے گرفتاریاں کیں۔ بعد ازاں میں اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ
پولیس سٹیشن پر آئے۔ اور میں نے زمینوں کے فارم بنانے کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں اطلاع آئی کہ ایک
مجمع صفاکدل پل کو جلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کچھ ملٹری اور
پولیس کے ساتھ وہاں گئے۔ ہم ساڑھے دس بجے صبح سے چل کر بڑی مشکل سے ایک فرلانگ چل سکے

استغاثہ: ۔ آپ کو صرف ایک فرلانگ چلنے میں اتنی دیر کیوں لگی۔ اس مرحلہ پر
وکیل ملزم نے اعتراض کیا کہ گواہ کاغذ کے ایک ورق کو دیکھ کر بیان دے رہا ہے۔ مگر گواہ نے مقابلتاً بیان
کیا کہ کاغذ اس کے قبضہ میں میز پر پڑا ہے۔ اور اس کے ساتھ اور بھی کاغذ تھے۔ مگر ان کو دیکھ کر میں بیان
نہیں دیتا تھا اور بغیر انہیں دیکھے یادداشت سے بیان دے رہا تھا۔ گواہ نے یہ بھی کہا کہ ان کے پاس
اور کاغذات بھی پڑے ہیں۔

عدالت نے حکم دیا کہ زیر بحث کاغذات کو ریکارڈ میں شامل کیا جائے۔ گواہ نے آگے چل کر
کہا۔ ہم کو اس دن اس وقت ایک فرلانگ طے کرنے میں اسلئے لگا۔ کہ راستہ بہت جگہوں سے کاٹا ہوا
تھا۔ جس وقت ہم گزر رہے تھے۔ تو یہ دیکھا۔ کہ نالیاں کھودی گئی تھیں۔ راستے میں پتھر رکھے گئے
تھے۔ کچھ جگہوں پر لکڑی کے کندے رکھے ہوئے تھے۔ جس وقت ہم نواب بازار پل پر پہنچے۔ تو ہم نے
دیکھا کہ دو سو اشخاص کا ایک مجمع پل کا جنگلہ اور پل کی اینٹیں گرا رہا تھا۔ چنانچہ اس مجمع نے
ہم پر بھی پتھراؤ کیا۔ اور ہماری لاری پر بھی دو چار پتھر لگے۔ ہم کو دیکھ کر مجمع پل کے جنوبی جانب
بھاگ گیا۔ اور وہاں سے ہم پر پتھراؤ کیا۔ دوسری طرف سے بھی پچاس یا ساٹھ آدمی ہم پر پتھر برساتے
رہے۔ لاری کا ایک آدمی زخمی ہوگیا۔ مجبوراً ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ملٹری کو ایک راؤنڈ
فائر کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ہم واپس آئے۔ تقریباً دو بجے میں اور ڈی ایس پی اور
[illegible] کے راستے سے نواکدل کی طرف چلے۔ راستے میں فتح کدل [illegible]

تک سڑک کو کاٹ دیا گیا تھا۔ بجلی کے کھمبے گرا دئے گئے تھے ٹیلیفون تار بھی کاٹ دیا گیا تھا۔ [illegible]
سے زبیدہ کدال تک پہنچنے میں قریباً تین گھنٹے لگے۔ راستہ میں میں نے مختلف کھمبوں پر پوسٹر لگے ہوئے
دیکھے جن میں سے ایک میں نے خود اتارا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ وہ باقی پوسٹروں کو اتار کر تھانہ
میں لے چلیں۔ ان پوسٹروں میں سے ایک پوسٹر جس پر نمبر ۱۱ درج ہے اور جس پر اگزیبٹ [illegible]
لگایا گیا ہے پیش کرتا ہوں۔ پوسٹر اگزیبٹ [illegible] جو وار کونسل کی طرف سے شائع ہوا بتایا گیا تھا
تھانہ مہاراج گنج کا ٹیلیفون کنکشن بھی کاٹ دیا گیا تھا۔ میں نے زبانی ایک رپورٹ [illegible]
واقعات کی نسبت جو کہ نوا کدال میں پیش آئے تھے [illegible] چنانچہ میری رپورٹ پر [illegible]
۱۲۸ [illegible] رنبیر پینل کوڈ مقدمہ رجسٹر کرایا۔ روزنامچہ [illegible] میری زبانی رپورٹ کا اندراج [illegible]
گیا۔ محرر میرے پاس بیٹھا ہوا روزنامچہ میں اندراج کرتا تھا۔ اور روزنامچہ اگزیبٹ [illegible] ہے
اس کی مصدقہ نقل [illegible] پیش کرتا ہوں۔

نوہٹہ [illegible] ۱۹ [illegible] تک شہر میں بڑی سنسنی تھی۔ کیونکہ لوگ [illegible]
[illegible] کو [illegible] تھے [illegible] خلاف [illegible] نعرے لگاتے تھے [illegible]
تھے۔ اور [illegible] آدمی خوفزدہ تھے۔ چونکہ ان کو خیال تھا کہ راستہ میں گذرتے ہوئے لوگ
ان کی دکانوں کو نہ لوٹیں۔ انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ کسی سرکاری عمارت یا پل کو آگ نہ لگا دی
جائے۔ [illegible] سٹیشن ہوس [illegible] رپورٹوں سے بھی [illegible] خبریں ملتی تھیں۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] ہوا اگرچہ [illegible] کے [illegible] نعرہ [illegible] تھے کہ دوسری طرف [illegible]
[illegible] ایک پنڈت لڑکے کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا [illegible]
[illegible] زیر دفعہ [illegible] رنبیر پینل کوڈ مقدمہ [illegible]

پونے ۱۲ بجے سپرنٹنڈنٹ نے شہر کے تمام سب انسپکٹروں کی میٹنگ بلائی۔ اس میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سٹی بھی شامل ہوئے۔ میٹنگ اس لئے بلائی گئی۔ کہ پولیس سرکاری عمارتوں اور پلوں پر پہرہ لگا دے۔ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ شہر میں زیادہ گشت کی جائے۔

—— عدالت سوا چار بجے برخاست ہوئی ——

چھٹی پیشی

دوسرے گواہ استغاثہ کا بیان

شیخ صاحب نے کہا ہمارے کفن تیار کر رکھے ہیں کشمیر چھوڑ دو۔ عہدنامہ امرتسر توڑ دو

مورخہ [illegible] جولائی ———— مقام بادامی باغ چھاؤنی

وکلائے استغاثہ
بی گوپال مینن بیرسٹر
پنڈت پادما کشن کول
مسٹر جسونت سنگھ
خواجہ عبدالاحد فاروقی

وکلائے ملزم
مسٹر آصف علی بیرسٹر
پنڈت جیالال کلم ایڈووکیٹ
شانتی سروپ بیرسٹر

شیخ محمد عبداللہ کو حسب معمول پہرے میں لایا گیا۔

عدالت کی کارروائی ۱۱ بجکر ۲۵ منٹ پر شروع ہوئی۔ مسٹر آصف علی نے کہا کہ چونکہ ملزم کو اپنے مشیر خاص پنڈت جواہر لال نہرو سے مشورہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے ہم استغاثہ کے پیش گواہ پر جرح کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔

عدالت:۔ ملزم کو اس بارے میں کافی رعایت دی گئی ہے۔

وکیل ملزم:۔ لیکن اس التواء سے ہمیں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔

چونکہ وکیل ملزم نے گواہ استغاثہ پر جرح کرنے سے انکار کیا۔ اسلئے استغاثہ کا دوسرا گواہ پنڈت شیو ناتھ تکو سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹر پیش ہوا۔

گواہ کا بیان:۔ گواہ نے کہا کہ میں تقریباً ڈیڑھ سال سے پولیس سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹر کا کام کر رہا ہوں۔ عام طور پر جلسوں میں تین سی آئی ڈی رپورٹر جاتے ہیں۔ ۱۶ مئی کو پاٹھر مسجد میں جو جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں صرف دو پولیس رپورٹر گئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک میں تھا اور دوسرا پنڈت گوپی ناتھ بھان۔ جلسہ رات کے پونے نو بجے شروع ہوا۔ اور دس بجکر پچاس منٹ پر ختم ہوا۔ شیخ محمد عبداللہ ملزم کی تقریر میں نے ہی اردو شارٹ ہینڈ میں قلمبند کی۔ ملزم نے اس دن اردو میں تقریر کی۔ میں نے ہی ملزم کی تمام تقریر قلمبند کی۔ وکیل استغاثہ نے گواہ سے کہا۔ کہ وہ اپنی ڈائری کو دیکھ لے کہ آیا وہ اسی کی لکھی ہوئی ہے یا نہیں۔ گواہ نے اثبات میں جواب دیا۔ اور وکیل استغاثہ کے کہنے پر عدالت نے ڈائری پر صفحوں کے نشان لگائے۔ اور اسے شامل ریکارڈ کیا گیا۔

آگے چل کر گواہ پنڈت شیو ناتھ نے کہا کہ تقریر کے خاتمہ پر میں نے ڈائری پر ۱۱ بجکر ۲۵ منٹ وقت لکھا ہوا ہے۔ جلسہ میں پانچ چھ ہزار کے قریب مسلمان اور دو تین سو ہندو اور سکھ حاضر تھے

وکیل استغاثہ:۔ جلسہ میں کون شامل تھے؟ وہ کشمیری تھے، یا در آئی تھے یا کیا؟

وکیل ملزم:۔ مجھے اس سوال پر اعتراض ہے کیونکہ یہ ایک Leading Question سوال ہے

وکیل استغاثہ :۔ اعتراض بے معنی ہے ۔ مجھے یہ ضرور کرنا ہے ۔ کہ حاضرین کون تھے :۔

عدالت نے وکیل استغاثہ سے اتفاق کیا ۔

گواہ نے کہا کہ حاضرین میں اکثر لوگ کشمیری تھے ۔ اور جو ہندو اور سکھ تھے وہ پنجابی تھے۔ حاضرین میں اکثریت ناخواندہ اور جاہل عوام کی تھی ۔

وکیل ملزم :۔ ایسے طوطے کی طرح رٹے ہوئے گواہوں کا ایک ایک لفظ نوٹ ہونا چاہیے ۔ اچھا آپ کہتے رہئے ۔ میں آپ سے جرح کے وقت پوچھ لونگا ۔

وکیل استغاثہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے کہا ۔ کہ جلسہ ختم ہو کر ہم کسی قریبی مجسٹریٹ کے پاس جاتے ہیں ۔ اور وہاں اس کے دستخط کراتے ہیں ۔ اور وقت بھی نوٹ کراتے ہیں ۔ ۱۶ مئی کی تقریر میں سٹر آرچڈ ۔ رہبال مجسٹریٹ کے پاس لے گیا ۔ اور اُن سے دستخط کرا لیے ۔ ڈائری کے آخری صفحہ پر مجسٹریٹ صاحب کے دستخط ہیں ۔ اور باقی اوراق پر صرف مختصر دستخط (initials) ہیں مجسٹریٹ صاحب کے پورے دستخطوں کے نیچے بارہ بجے رات کا وقت درج ہے ۔

ایک اور سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ جس جگہ جلسہ ہوا ۔ اس جگہ سے مجسٹریٹ صاحب کا گھر تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر ہوگا ۔ میں تانگہ پر مجسٹریٹ صاحب کے گھر گیا ۔ میں نے شیخ عبداللہ کی تقریر درست طور پر لکھی ۔ ڈائری پر دستخط ہونے کے بعد ہم اسے لانگ ہینڈ میں لکھتے ہیں ۔ یہ کام میں نے خود کیا ۔ اس مرحلہ پر گواہ کو شیخ عبداللہ کی تقریر کی وہ رپورٹ دکھائی گئی جو اس نے لانگ ہینڈ میں لکھی تھی ۔

عدالت نے اس کے اوراق پر نمبر لگائے ۔ اور اسے شامل ریکارڈ کیا گیا ۔

آگے چل کر گواہ نے کہا کہ میں نے جو کچھ لانگ ہینڈ میں لکھا وہ شارٹ ہینڈ رپورٹ کے عین مطابق ہے ۔ وکیل استغاثہ کے سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ ۔ ہر رپورٹر لانگ ہینڈ میں تقریر لکھ لینا ہے تمام ایسے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سی ۔ آئی ۔ ڈی کے پیش کرتے ہیں ۔ شیخ محمد عبداللہ کی تقریر کی

نا گیرہ ہینڈ رپورٹ کے ساتھ جلسہ میں کی گئی دوسرے لیڈروں کی تقریروں کی رپورٹیں بھی شامل ہیں۔ ان تقریروں کی رپورٹوں کو عدالت نے شامل ریکارڈ کر لیا۔ ان کے سرورق پر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس (سی۔ آئی۔ ڈی) کے چھوٹے دستخط (Initials) ہیں۔ ان کے نیچے ۱۷ مئی ۱۹۴۶ء کی تاریخ ہے۔

گواہ نے کہا کہ میں مسٹر جیالال انچارج اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی۔ ڈی کے دستخط پہچانتا ہوں۔

شرمناک غداری

وکیل استغاثہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے کہا۔ کہ ملزم شیخ عبداللہ نے ۱۶ ارمئی والی تقریر میں عہدنامہ امرتسر کے متعلق کہا۔ کہ یہ عہدنامہ ۱۸۴۶ء میں طے ہوا۔ اور مہاراجہ گلاب سنگھ جی نے ایک شرمناک غداری کی۔ ملزم نے یہ بھی کہا۔ کہ اب ۱۹۴۶ء میں اس شرمناک غداری کا انتقام میاں گلاب سنگھ اور ان کے وارثوں سے لونگا۔ ملزم نے کہ ایک سو سال کے بعد اس شرمناک غداری کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا میری قسمت میں تھا۔ شیخ عبداللہ نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جب تک ہندوستان کے ایک ایک بچہ زندہ ہے۔ وہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی شرمناک غداری کی مذمت کرتا رہے گا۔ ملزم نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ ہم راجوں مہاراجوں اور نوابوں کی عیش پرستی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ ہم غلام در غلام زندگی سے نجات چاہتے ہیں۔ ملزم نے حاضرین کے سامنے علامہ اقبال کی پیشین گوئی رکھی کہ وقت آئے گا جب کشمیر کی قبروں سے مردے کفن پھاڑ کر نکل آئیں گے اور کہیں گے۔ ڈوگرہ راج مردہ باد" "کشمیر چھوڑ دو" جس وقت ملزم نے یہ نعرے بلند کئے تو حاضرین نے بھی ان نعروں کو دہرایا۔

ملزم نے بدوران تقریر کہا۔ کہ جو ہندو ڈوگرہ راج کی جے پکارتے ہیں۔ میں ان سے کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ڈوگرہ راج کی بنیاد وہ شرمناک غداری تھی۔ جو سنہ ۱۸۴۶ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے روا رکھی

سامراج کو مستحکم بنانے کے واسطے ہندوستان کے نئے رکھی۔ ملزم نے اخیر میں کہا۔ کہ ہماری جنگ چھپی ہوئی نہیں ہے۔ یہ کھلی ہے۔ آپ کو چاہئے کہ اس میں بطور رضا کار شامل ہو جائیں اور ساتھ ساتھ ریلیف کمیٹیاں قائم کرلیں۔ جو ان سپاہیوں کی مدد کریں۔ جو اس جنگ میں گولیوں وغیرہ کا شکار ہوں۔

ملزم نے کہا کہ ہمارے بچے دو پیسہ کی دوا کیلئے مرتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری کمائی کتوں اور گھوڑوں پر خرچ کرتے ہیں۔ وہ بدترین ظالم ہیں۔ اور ان کے پنجے سے آزاد ہونا ہر ایک آدمی کا فرض ہے۔

وکیل استغاثہ :۔ ملزم نے جب کہا۔ کہ ہمیں ظالموں کے پنجے سے آزاد ہونا چاہئے۔ تو آپ نے اس سے کیا مطلب سمجھا؟

وکیل ملزم :۔ مجھے اعتراض ہے۔ عدالت نے یہ نہیں دیکھنا ہے۔ کہ گواہ نے ملزم کی تقریر سے کیا اخذ کیا یہ عدالت کا کام ہے۔

عدالت نے استغاثہ کو یہ سوال پوچھنے کی اجازت دی۔ اور فیصلہ دیا۔ کہ یہ گواہ کی رائے نہیں۔ بلکہ جو کچھ اس نے سمجھا وہ ظاہر کیا ہے۔

وکیل استغاثہ :۔ جلسہ کے خاتمہ پر لوگوں نے کیا کہا۔

گواہ :۔ لوگ ٹولیوں کی صورت میں اپنے اپنے گھروں کو نعرے بلند کرتے ہوئے چلے گئے۔

وکیل استغاثہ :۔ کس قسم کے نعرے؟

گواہ :۔ "ڈوگرہ راج مردہ باد" "ہری سنگھ بیول خدا ین گول" (خدا ہری سنگھ کی اولاد کا ناش کرے۔ "احمد یار س ہمو داد راہ نہ ہیولس نہ ہرباد" (ہم احمد یار سے بدلہ لیں گے اور رام چند کاک بھیڑئے کو زہر دیں) رامہ کاکن بیول زنہ بدل زول (رام چند کاک کے باپ کو زندہ جلایا)

وکیل استغاثہ کے سوال کے جواب میں ملزم نے کہا کہ احمد یار سے مراد موجودہ آنریبل بیگ

ورکس منسٹر اور ریامہ کاک سے مراد موجودہ آنریبل پرائم منسٹر تھی۔

نوشہرہ کی تقریر

وکیل استغاثہ کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں ۱۴ مئی کے جلسہ منعقد نوشہرہ میں بھی حاضر تھا۔ اس جلسہ میں تین سی۔ آئی۔ ڈی کا رپورٹر بھی تھے۔ میں۔ علاؤالدین اور گوپی ناتھ بھان۔ جلسہ آٹھ بجے شام سے لیکر سوا ۱۱ بجے رات تک جاری رہا۔ حاضری چار یا پانچ ہزار کے قریب تھی۔ زیادہ تر دیہاتی تھے۔ اس جلسہ میں شیخ محمد عبداللہ نے کشمیری زبان میں تقریر کی۔

سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ کشمیری میری مادری زبان ہے۔ میں نے اس تقریر کا پہلا حصہ شارٹ ہینڈ میں لکھا اس تقریر کا دوسرا حصہ علاؤالدین رپورٹر نے لکھا۔

اس مرحلہ پر گواہ کی تقریر کی رپورٹ کا وہ حصہ دکھایا گیا۔ جو اس نے نوٹ کیا تھا۔ عدالت نے اس کے ورقوں پر نمبر لگا دئے اور شامل ریکارڈ کیا گیا۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے آگے چل کر کہا۔ کہ شیخ عبداللہ ملزم نے جو تقریر کی۔ وہی میں نے شارٹ ہینڈ میں لکھی۔ اس تقریر کی رپورٹ پر میں نے پنڈت نند لال مٹو مجسٹریٹ کے دستخط کرائے ان کے چھوٹے دستخط رپورٹ کے ہر ورق پر موجود ہیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے دستخط کرنے کا وقت بارہ بجے رات درج کیا ہے۔ اور تاریخ یکم جیٹھ سنہ ۲۰۰۳ب لکھی گئی ہے۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے آگے چل کر کہا۔ کہ جلسہ گاہ سے مجسٹریٹ کا گھر تین چار میل دور ہے۔ میں ان کے گھر بائیسکل پر گیا تھا۔ بعدازاں میں نے تقریر کے اپنے حصے کو لانگ ہینڈ میں لکھا۔ اس مرحلہ پر گواہ کو ملزم شیخ عبداللہ کی تقریر کی رپورٹ کا وہ حصہ دکھایا گیا۔ جو اس نے لانگ ہینڈ میں لکھا تھا۔ عدالت نے اس پر نمبر لگائے۔ اور اسے شامل ریکارڈ کیا۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا۔ کہ میں نے لانگ ہینڈ کی رپورٹ شارٹ ہینڈ رپورٹ کے عین

مطابق لکھی۔ لانگ ہینڈ رپورٹ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سی آئی ڈی کو ۱۵ ؍مئی کی صبح کو پیش کی۔ بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا کہ ۱۴ ؍مئی کی جلسہ کی صدارت ملزم شیخ عبداللہ نے کی۔ وہ نو بجکر بیس منٹ سے لیکر سوا ۱۱ بجے رات تک صدر جلسہ رہے۔ آٹھ بجے سے لیکر نو بجکر بیس منٹ تک کرسئی صدارت خالی تھی۔ ملزم شیخ محمد عبداللہ نو بجکر ۲۰ منٹ پر جلسہ میں آئے

کشمیر خالی کرو

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا۔ کہ ۱۴ ؍مئی کی تقریر میں ملزم نے کہا۔ کہ غلام محی الدین قرہ نے آپ کو (حاضرین کو) کہا ہے۔ کہ جس وقت میں آپ کا حکم دونگا۔ اس وقت آپ کو اٹھنا چاہیئے۔ میں نے یہ حکم اسی دن دیا جب میں نے دہلی سے یہ آواز اٹھائی۔ ملزم نے کہا کہ میں نے مہاراجہ بہادر سے انتہائی عقیدت دکھائی تھی۔ میں نے کہا تھا۔ کہ آپ جو کروڑوں روپیہ عیش و عشرت پر خرچ کرتے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ اس سے غریبوں کی حالت بہتر بنائی جاتی۔ لیکن جوں جوں میں کہتا گیا۔ توں توں ہم پر ظلم روا رکھا گیا۔ ملزم نے کہا۔ کہ تب تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ جب تک ڈوگرہ شاہی کا خاتمہ نہ ہو۔ یہی نیشنل کانفرنس کا پروگرام ہے۔ یہاں کے چالیس لاکھ آدمی ایک سودے کی صورت میں دو بنیوں کے درمیان فروخت کیے گئے۔ ہم ایک ایک دو دو روپیہ جمع کریں گے اور مہاراجہ بہادر کو کہیں گے۔ کہ یہ جگہ خالی کرو" یعنی کشمیر خالی کرو۔ اور ان چھوٹی ریاستوں میں جاؤ جہاں سے وہ آئے تھے۔ ہم نے مہاراجہ کا سیاسی اقتدار کبھی قبول نہیں کیا۔

وکیل استغاثہ:۔ آپ اپنی رپورٹ کو پڑھکر بتائیں کہ آیا ملزم نے اپنی تقریر میں بیگار کے متعلق کچھ کہا۔

وکیل ملزم:۔ جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے۔ گواہوں کو یادداشت سے یہ بیان دینا چاہیئے۔ نہ کہ رپورٹ سے

وکیل استغاثہ:۔ رپورٹر کو اگر رپورٹ دیکھنے کیلئے کہا جائے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔

عدالت نے گواہ کو اپنی رپورٹ دیکھنے کی اجازت دی۔ گواہ نے ڈائری کو دیکھکر اپنی یادداشت

کو تازہ کر کے بتایا۔ کہ جس وقت ڈوگروں کا قبضہ گلگت جاتا تھا۔ تو اس وقت یہاں کے لوگ بے گار کی صورت میں وہاں بھیجے جاتے تھے۔ جو بے کفن مرتے تھے۔ جس وقت لوگ بے گار کے واسطے گلگت لے جاتے تھے تو لوگوں میں ماتم کیا جاتا تھا۔ ملزم نے یہ بھی کہا۔ کہ سو سال کے مفلوک الحال ایک سال بھی ڈوگروں کے غلام بن کر نہیں رہ پائے۔

وکیل استغاثہ: جلسہ ختم ہونے پر لوگوں نے کیا کہا؟

گواہ: جلسہ ختم ہونے کے بعد ملزم وہاں سے چلا گیا۔ اور لوگ بھی نعرے لگاتے ہوئے ٹولیوں میں چلے گئے۔ اور لوگوں نے وہی نعرے بلند کیے جو کہ لوگوں نے ۱۲ مئی کے جلسے کے خاتمہ کے بعد لگائے۔

اس وقت عدالت ایک بج کر ۲۵ منٹ پر لنچ کیلئے ملتوی ہوئی۔

لنچ کے بعد کارروائی:۔ لنچ کے بعد مسٹر آصف علی موجود نہیں تھے۔ گواہ پنڈت شیو ناتھ ٹکو سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹر نے کہا کہ ۱۳ مئی کو نارتھ میں ایک جلسہ منعقد ہوا اس جلسہ میں ہم تین رپورٹر موجود تھے۔ جلسہ نو بجے شام سے ۱۱ بجے رات تک جاری رہا۔ حاضری قریباً پانچ ہزار تھی۔ جو زیادہ تر ناخواندہ کشمیری مسلمان تھے۔ شیخ عبداللہ ملزم خبر کا مقرر تھا۔ وہ پونے دس بجے سے گیارہ بجے تک بولتے رہے۔ ملزم شیخ عبداللہ نے جو تقریر کی۔ اس کی نصف رپورٹ میں نے شارٹ ہینڈ میں لکھی۔ شیخ عبداللہ نے کشمیری زبان میں تقریر کی میں نے رپورٹ شارٹ ہینڈ میں لی۔ وکیل استغاثہ کے کہنے پر گواہ نے اپنی رپورٹ عدالت کے سامنے پیش کی۔ اس کے اوراق پر نمبر لگوائے گئے۔ اور اسے شامل ریکارڈ کیا گیا۔ سوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا جو تقریر ملزم شیخ عبداللہ نے کی وہ میں نے صحیح صحیح لکھی تھی۔ میں نے اس پر شہادت نندہ لال مٹو مجسٹریٹ کے دستخط کرائے۔ مجسٹریٹ صاحب نے اپنے دستخط لو بجے رات کا وقت لکھا ہے۔ مجسٹریٹ کا مکان جلسہ گاہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ اندر میں نے ایک کانسٹیبل کے ذریعہ سے شارٹ ہینڈ ڈائری مجسٹریٹ کے پاس تصدیق کے لئے بھیجی تھی۔

حصہ کو شارٹ ہینڈ سے لانگ ہینڈ میں لکھا۔ وکیل استغاثہ کے کہنے پر گواہ نے اپنی لانگ ہینڈ رپورٹ عدالت کے سامنے پیش کی۔ اس پر نمبر لگوائے گئے۔ اور شامل بکارڈ کیا گیا۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا کہ میری لانگ ہینڈ رپورٹ حسب معمول اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی کو پیش کی۔ یہ رپورٹ شارٹ ہینڈ عبارت کے عین مطابق ہے۔ بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا کہ ملزم شیخ محمد عبداللہ نے جو تقریر کی۔ اس میں کہا۔ کہ اگر آپ مضبوطی سے خدا کا دامن پکڑ لیں گے۔ تو خدا آپ کو سو سال کی غلامی کے بعد نجات دلائیگا۔ یہ بھی کہا۔ کہ میں دنیا کو کہنا چاہتا ہوں۔ کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارثوں کو اس ملک پر راج کرنے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ ہم سے کبھی یہ نہیں پوچھا گیا۔ کہ آیا ہمیں مہاراجہ گلاب سنگھ کا سیاسی اقتدار قبول ہے۔ اس وقت جبکہ انگریز ہندوستان کو چھوڑ رہے ہیں۔ ہم ان سے کہنا چاہتے ہیں۔ کہ مہاراجہ ہری سنگھ کو اس ملک پر راج کرنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ آگے چل کر ملزم نے کہا کہ ہم ایک ایک دو دو روپیہ جمع کرینگے۔ اور پچاس لاکھ روپیہ جمع کر کے اسکو واپس کر دیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ یہ جگہ خالی کرو اور اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں جاؤ۔ ملزم نے تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ ایک تھوک فروش نے ہمیں خریدا ہے اور پرچون فروشوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ ایک دن ایک کے غلام ہیں۔ دوسرے دن کسی دوسرے کے۔ ملزم نے یہ بھی کہا۔ کہ حکومت ہماری آزادی کی آواز دبانے کیلئے زبردستی تشدد کر رہی ہے۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا۔ کہ ملزم نے یہ بھی کہا۔ کہ اخبار ایک گورننگ ہے۔ فدیہ ملازم نے ہر وقت اپنی کار میں دفتر نہیں لا سکتا۔ اس کے ساتھ ایک غدار جیسا سلوک کرنا چاہیے۔

وکیل استغاثہ۔ کیا آپ کو اس تقریر کا بھی علم ہے۔ جو ملزم نے دہلی میں کی۔ وکیل ملزم۔ [illegible] سوال [illegible] ہے۔ ملزم کے خلاف [illegible] مقدمہ چلایا گیا ہے [illegible]

[illegible]۔ وکیل استغاثہ کو کچھ کہنا ہے۔

وکیل استغاثہ :۔ اس میں اعتراض کی کیا گنجائش ہے ۔ میں صرف یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ملزم نے ١٣ مئی سے ١٦ مئی تک جو تقریریں کیں ۔ ان تمام میں وہ نیت موجود ہے جس کے لیے اس کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا ہے ۔

وکیل ملزم :۔ جناب استغاثہ صرف ١٣ مئی ، ١٤ ، اور ١٦ مئی کی تقریروں تک اپنی شہادت محدود رکھے ۔

وکیل استغاثہ :۔ میں ایسا کر سکتا ہوں اور اس کی تائید میں قانونی حوالہ جات پیش کر سکتا ہوں میں نے اس قسم کا اعتراض آج تک نہیں سنا ۔

وکیل ملزم :۔ اگر آپ نے آج تک ایسا اعتراض نہیں سنا ۔ تو اس میں میرا قصور نہیں ۔ میرا اعتراض درست ہے ۔

عدالت :۔ کیا آپ اس بارے میں قانون پیش کر سکتے ہیں ۔ وکیل ملزم و وکیل استغاثہ دونوں نے قانونی حوالہ جات پیش کیے ۔

عدالت نے قانون شہادت دفعہ ١٤ کے تحت وکیل استغاثہ کو اجازت دی کہ وہ اس تقریر کی نسبت بھی گواہ سے سوال کرے جو ملزم نے پہلے کی ۔ تاکہ اس کی نیت اور دلی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکے ۔

گواہ نے بسوال وکیل استغاثہ کہا کہ میں ١٠ مئی والے جلسے کے موقع پر بھی موجود تھا ۔ اس جلسہ میں ملزم شیخ محمد عبداللہ نے بھی تقریر کی ۔ میں نے اس تقریر کا پہلا نصف حصہ اردو ہندوستانی میں لکھا ۔ وکیل استغاثہ کے کہنے پر گواہ نے اپنی رپورٹ عدالت کے سامنے پیش کی ۔ اس پر مہر لگوا کر اسے شامل ریکارڈ کیا گیا ۔

١٠ مئی کا جلسہ حضرت بل میں تین بجے بعد دوپہر سے پونے پانچ بجے شام تک جاری رہا ۔

میں نے اس حالت میں دو بار شیخ عبداللہ کی تقریر نوٹ کی۔ کیونکہ ملزم نے دو مرتبہ تقریریں کیں۔
ان دونوں تقریروں کی رپورٹ بھی گواہ نے عدالت کے سامنے پیش کی۔ اور اسے شامل ریکارڈ کیا گیا۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا کہ چونکہ وہاں کوئی مجسٹریٹ موقع پر موجود نہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنی رپورٹ پر ذیلدار کے دستخط کرائے ہیں۔ میں نے اس تقریر کو شارٹ ہینڈ سے لانگ ہینڈ میں لکھا۔ یہ عبارت شارٹ ہینڈ رپورٹ کے عین مطابق ہے۔ جلسہ میں آٹھ یا دس ہزار مسلمان شامل تھے

وکیل استغاثہ:۔ اب آپ ملزم کی ۱۵ مئی کی تقریر کی طرف آئیے

عدالت :۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔

وکیل استغاثہ:۔ ۶ مئی سے ۱۶ مئی تک ملزم نے متعدد تقریریں کیں۔ میں اب صرف اس کی ۱۵ مئی والی تقریر کو زیر بحث لاؤں گا۔ اس سے ملزم کی نیت کا اندازہ لگانا مقصود ہے۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا کہ میں ۱۵ مئی والے جلسے میں بھی موجود تھا۔ شیخ محمد عبداللہ نے اس جلسہ میں تقریر کی۔ اس تقریر کا دوسرا نصف حصہ نوٹ کیا۔ عدالت نے گواہ کی رپورٹ کو شامل ریکارڈ کیا۔ بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا کہ میں نے شیخ عبداللہ کی تقریر بھی نوٹ کی۔ جو مسجد ... محلہ میں ساڑھے آٹھ بجے شام شروع ہوئی۔ اور پونے گیارہ بجے رات کو ختم ہوئی۔ حاضری آٹھ دس ہزار کے قریب تھی۔ جو ہندوؤں اور مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ میں نے شارٹ ہینڈ رپورٹ پر مسٹر عبدالمجید مجسٹریٹ کے دستخط کرائے۔ یہ رپورٹ بھی عدالت نے شامل ریکارڈ کر لی۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا۔ کہ ۱۰ مئی اور ۱۵ مئی والے جلسوں کی صدارت ملزم شیخ محمد عبداللہ نے کی

وکیل استغاثہ:۔ آپ نے دس مئی، ۱۳ مئی، ۱۴ مئی اور ۱۶ مئی کی نسبت شہادت دی
کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ یہ جلسے کس کے اہتمام سے منعقد ہوئے!

گواہ :۔ نیشنل کانفرنس کے اہتمام سے

وکیل استغاثہ :۔ نیشنل کانفرنس میں شیخ عبداللہ کا کیا عہدہ ہے ؟

گواہ :۔ وہ اس کے صدر ہیں۔

وکیل استغاثہ :۔ مرزا محمد افضل بیگ کا نیشنل کانفرنس میں کیا عہدہ تھا ؟

گواہ :۔ مجھے معلوم نہیں۔ (اس موقعہ پر مسٹر آصف علی کمرۂ عدالت میں داخل ہوئے)

وکیل استغاثہ :۔ میاں احمد یار پبلک ورکس منسٹر کا نیشنل کانفرنس میں کیا عہدہ تھا ؟

گواہ :۔ وہ اس کے ممبر تھے یا اس سے زیادہ تھے۔ کچھ معلوم نہیں۔

عدالت :۔ وکیل ملزم گواہ پر جرح کرے

مسٹر آصف علی :۔ میں ایسا کرنے سے احتراز کرتا ہوں۔ وکیل ملزم نے عدالت کے سامنے درخواست پیش کی کہ انہیں ۱۰ مئی اور ۱۵ مئی کی ان تقریروں کی نقول عطا کی جائیں جو ملزم نے کیں۔

عدالت :۔ درخواست شعبہ نقول کے سامنے پیش کیجئے۔

وکیل ملزم :۔ جہاں سیشن جج ہوں۔ وہاں ہی عدالت ہوتی ہے۔

عدالت :۔ لیکن میں تو شعبہ نقول کا سپرنٹنڈنٹ نہیں ہوں۔

مسٹر آصف علی :۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ یہاں کیا طریق کار ہے۔ لیکن ایسے نقول ہر جگہ ہر وقت تیار رکھی جاتی ہیں

عدالت :۔ آپ مناسب جگہ درخواست کریں۔ نقول آپ کو مل جائیں گی۔

—— عدالت سوا چار بجے برخاست ہوئی ——

ساتویں پیشی

شیخ محمد عبداللہ نے کہا جنگ کا بگل بج چکا ہے تیاریاں مکمل کرو

دو مجسٹریٹوں اور ایک سی آئی ڈی رپورٹر کے بیان ۔

سرینگر ۔ ۲۴ جولائی — مقامِ بادامی باغ چھاؤنی

وکلائے استغاثہ
جے گوپال سیٹھی
پنڈت مہا کشن کول
سردار جسونت سنگھ
عبدالاحد [illegible]

وکلائے ملزم
پنڈت جیا لال کلم
شانتی سروپ دھون
پنڈت رگھوناتھ کول

آج کمرہ عدالت میں فوجیوں کے سوا [illegible] تھے ۔
کاروائی حسب معمول شیخ محمد عبداللہ صاحب کی [illegible] میں [illegible] شروع ہوئی

ڈی ایس پی مہاراج بہاری لال کا بیان :- گواہ نے کہا کہ میں سرینگر میں تعینات ہوں ۔ سنہ ۱۹۴۶ء مئی میں بھی میری ڈیوٹی سرینگر ہی میں تھی ۔ ۲۰ مئی کی شام کو میں امر سنگھ کلب میں تھا ۔ قریباً آٹھ بجے شام اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سٹی مسٹر مظفر نے ٹیلیفون پر کہا کہ پرتاپ باغ ہال میں ہندوؤں کی میٹنگ ہو رہی ہے ۔ یہ میٹنگ نیشنل کانفرنس کے پروپیگنڈا کا جواب دینے کیلئے ہو رہی ہے ۔ کچھ مسلمان حکومت سرکار والا اور ڈوگرہ راج کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں ۔ یہاں تصادم کا خطرہ ہے ۔ اس لئے میرا موقعہ پر آنا ضروری ہے ۔ میں اسی وقت روانہ

ہوا۔ میں موقع پر پہنچا۔ پرتاپ بھون کے سامنے سب انسپکٹر پولیس اور پولیس کے کچھ کانسٹیبل موجود تھے۔ لوگوں کا ہجوم بھی تھا۔ سب انسپکٹر لالہ دیس راج نے مجھے بتایا کہ میرے آنے سے ذرا پہلے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تصادم ہو چکا ہے۔ یہ بھی کہا کہ معمولی لاٹھی چارج سے ہجوم منتشر کیا گیا۔ اس اثناء میں مسٹر منظفر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی وہاں آئے۔ وہ پلیڈیم ہاکبز میں ٹیلیفون پر بات کرنے گئے تھے۔ میں نے پلیڈیم سینما پر جا کر سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ٹیلیفون پر تمام حالات بتائے۔ اس کے بعد چند مسلمان پلیڈیم سینما کے پاس آئے۔ اور ڈوگرہ راج اور سرکار والا کے خلاف نعرے لگانے لگے۔ جب ہم پولیس فورس سمیت گلی کے سرے پر پہنچے تو ہجوم ہاتسمہ اڈہ کی طرف گیا۔ جہاں نیشنل کانفرنس کا جلسہ ہو رہا تھا۔ پرتاپ بھون سے وہ جگہ جہاں نیشنل کانفرنس کا جلسہ ہو رہا تھا۔ ڈیڑھ سو گز دور ہو گی جس جگہ مسلم ہجوم نعرے لگا رہا تھا۔ وہ پرتاپ بھون اور ہاتسمہ اڈہ کے درمیان ہے۔ بیس پچیس ہندو پرتاپ بھون سے نکل کر اس طرف گئے۔ جہاں کہ نیشنل کانفرنس کا جلسہ ہو رہا تھا۔ ہم کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ان کے وہاں جانے سے تصادم نہ ہو۔ اس لئے ایک کونے پر ہم نے پولیس کے سپاہی تعینات رکھے۔ مسٹر منظفر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ، سب انسپکٹر پولیس اور میں دوسرے راستے سے جو کہ ڈاکٹر شیو جی کی دوکان سے ہو کر جاتا ہے۔ نیشنل کانفرنس کے جلسہ میں گئے۔ جلسہ میں تقریباً پانچ چھ ہزار لوگ شامل تھے۔ شیخ محمد عبداللہ ملزم جلسہ کے صدر تھے۔ میں جلسہ کے خاتمہ تک (یعنی پونے ۱۲ بجے رات تک) وہاں ٹھہرا رہا میری موجودگی میں شیخ محمد عبداللہ نے تقریر کی۔ میں نے ملزم کی تمام تقریر سنی۔

سوال از وکیل استغاثہ۔ مسٹر رام پال گواہ نے کہا کہ جہاں تک مجھے یاد ہے ملزم نے اپنی تقریر میں کہا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ غدار تھا۔ اس کی غداری کشمیر اور ہندوستان کے لئے باعث تباہی ثابت ہوئی۔ مجھے پوری طرح یاد نہیں لیکن جہاں تک میرا خیال ہے۔ ملزم نے مہاراجہ گلاب سنگھ کی غداری کی تشریح یہ کی کہ اس نے ہندوستان کو انگریزوں کے ہاتھ فروخت کیا اور انہیں لایا۔ اس تقریر کو جاری رکھتے ہوئے ملزم شیخ محمد عبداللہ نے کہا کہ میں اس غداری کا انتقام مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارثوں سے لوں گا۔ اور یہ کام

انجام دینا میری قسمت میں لکھا ہے۔ ملزم نے یہ بھی کہا کہ چالیس لاکھ انسان کشمیر کے ایک شخص کے عیش و عشرت کا شکار ہو رہے ہیں۔ میں ٹھیک طور سے نہیں کہہ سکتا کہ ملزم نے عشرت کا لفظ استعمال کیا یا بدکاری۔ میں نے ایک شخص سے مہاراجہ بہادر سمجھا۔ ملزم نے آگے چل کر کہا کہ ہم لوگوں کو ایسے شخص کی حکومت یا پھندے سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ملزم نے مزید یہ بھی کہا کہ ایسا شخص جو غریبوں کے روپے کو کتوں اور گھوڑوں پر خرچ کرتا ہے۔ ظالم سے بھی بدتر ہے۔ اور ایسے ظالم سے چھٹکارا پانا ہر شخص کا فرض ہے۔ ملزم نے کہا کہ جنگ کا بگل بج چکا ہے۔ تیاریاں مکمل کرو۔ کمیٹیوں کو جو بن چکی ہیں حرکت میں لاؤ۔ قربانیوں کیلئے تیار ہو جاؤ۔ جس قسم کی قربانی بھگت سنگھ نے دی ہے۔ ویسی ہی قربانی دینے کیلئے تیار ہو۔ ملزم نے یہ بھی کہا کہ اب لیکچر نہیں ہوں گے بلکہ اب عملی کام کرو۔ خاص پروگرام جو ہوگا وہ کمیٹیوں سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔

وکیل ملزم :۔ گواہ نے ملزم کے دہلی جانے کے متعلق ابھی کچھ کہا ہے وہ کہنے دیجئے۔

وکیل استغاثہ :۔ نہیں اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔

وکیل ملزم :۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ گواہ نے ایسے الفاظ کہے بلکہ وہ کہنے والا تھا۔

وکیل استغاثہ :۔ اگر ایسی بات ہے تو میں نہیں ایسے الفاظ کہنے نہیں دیتا ہوں۔

عدالت :۔ گواہ نے ملزم کے دہلی جانے کی نسبت کچھ نہیں کہا۔

گواہ نے آگے چل کر کہا کہ تقریر کے خاتمہ پر ہجوم نے "ڈوگرہ راج مردہ باد" "مہاراج مردہ باد" "مہاراجہ کشمیر مردہ باد" "ہری سنگھ مردہ باد" کے نعرے بلند کئے۔ جب جلسہ ختم ہوا تو میں اپنے گھر چلا گیا گھر پہنچنے کے پانچ منٹ بعد ایک آدمی میرے پاس شارٹ ہینڈ رپورٹ پر دستخط کرانے آیا۔ شارٹ ہینڈ رپورٹ شامل گزٹ پی الف، جو سوا اوراق پر مشتمل ہے۔ کے خاتمہ پر میرے ہی دستخط ہیں۔ اور میں نے دستخط کرتے ہوئے ١٠ مئی کی تاریخ اور بارہ بجے رات کا وقت درج کیا ہے۔ باقی اوراق پر میرے دستخط نہیں ہیں۔ یہ مسودہ میں نے ہاتھ سے لکھ کر تیار کیا تھا۔ گواہ نے آگے چل کر کہا کہ جلسہ کے خاتمہ پر لوگ

ٹولیوں میں قابلِ اعتراض نعرے لگاتے ہوئے گھروں کو گئے۔

وکیل استغاثہ:۔ ہجوم پرامن تھا یا مشتعل!

گواہ مسٹر رامپال:۔ حد درجہ مشتعل اور فضا خطرناک ہو گئی تھی۔

وکیل استغاثہ:۔ ملزم کی تقریر کا آپ پر کیا اثر ہوا۔

گواہ :۔ یہ سراسر باغیانہ تھی

وکیل ملزم:۔ یہ قانونی رائے ہے۔

عدالت:۔ گواہ تقریر کے متعلق اپنے تاثرات کو ظاہر کر سکتا ہے۔

وکیل ملزم:۔ اگر گواہ کہتا کہ ملزم کی تقریر سے مجھ پر یہ اثر پڑا کہ یہاں کا حکمران برا آدمی ہے اور یہ کہ اسے جانا چاہیئے۔ تو یہ اس کے تاثرات ہو سکتے ہیں۔ لیکن گواہ نے کہا کہ ملزم کی تقریر میری رائے میں باغیانہ تھی تو ایسا کہہ کر گواہ نے وہ کام کیا جو صرف عدالت کو انجام دینا ہے۔

عدالت:۔ گواہ کو ملزم کی تقریر کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرنے کا حق ہے۔

وکیل ملزم:۔ ہم اس سوال کی اجازت دیں گے بشرطیکہ ہمیں صفائی میں ہزاروں گواہوں کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ کہ ان کی رائے میں تقریر باغیانہ نہ تھی۔

وکیل استغاثہ:۔ خوشی سے بشرطیکہ وہ لوگ یہ کہیں۔ کہ ملزم نے اپنی تقریروں میں لوگوں کو مہاراجہ بہادر کی فرمانبرداری کرنے اور ان کے وفادار بننے کی تلقین کی۔

عوام نے ملٹری و پولیس پر پتھراؤ کیا:۔ گواہ نے آگے چل کر کہا کہ ۱۶ مئی سے چند دن پہلے ۱۶ مئی سے ۱۸ مئی تک سرینگر کی فضا خطرناک تھی۔ میری ڈیوٹی شہر میں مختلف جگہوں پر لگائی جاتی رہی۔

وکیل استغاثہ:۔ کس قسم کی ڈیوٹی۔

گواہ:۔ یہی کہ لوگ تشدد نہ کریں۔ کوئی واردات نہ کریں اور کوئی حادثہ نہ ہو۔

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ ۲۱ مئی کو سرینگر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور میری ڈیوٹی ایک حصہ میں لگائی گئی میرے ساتھ دو مجسٹریٹوں اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔

وکیل استغاثہ:۔ سرینگر کو چار حصوں میں کیوں تقسیم کیا گیا۔ مجسٹریٹ و پولیس کیوں تعینات کئے گئے تھے۔

گواہ:۔ دس بارہ روز سے نیشنل کانفرنس والے جلسے کر رہے تھے۔ لوگ بھڑکائے گئے تھے خیال تھا کہ ایسی فضا میں شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری عمل میں آنے والی ہے۔ تو جھگڑا ہوگا۔ جیسا کہ دوسرے دن ہوا۔ آگے چل کر مسٹر راسپال گواہ نے کہا کہ ۲۱ مئی کو صبح نو دس بجے ہی سے ٹیلی فون پر اطلاعات آنی شروع ہوئیں۔ کہ لوگ ٹولیوں میں آ رہے ہیں۔ خلاف قانون نعرے لگا رہے ہیں۔ پتھر پھینکتے ہیں اطلاعات کو پاتے ہی ہم موقع پر جاتے تھے۔ اور ہجوم کو منتشر کرتے تھے۔ ۲۱ یا ۲۲ مئی کی رات کو اطلاع موصول ہوئی۔ کہ مائسمہ میں لوگ پولیس اور ملٹری پر پتھراؤ کر رہے ہیں۔ میرے حصہ میں چند ایک جگہوں پر ملٹری بھی لگائی گئی تھی۔ تھانہ کوٹھی باغ سے لیکر مائسمہ تک راستہ میں کوئی واقع نہیں ہوا لیکن مائسمہ میں دیکھا کہ زمین پر بہت سے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ پولیس اور ہم پر پتھراؤ کیا جا رہا تھا۔ پتھر رات کو ایک یا دو مکانوں سے پھینکے جا رہے تھے۔ ہم نے موقع پر تین آدمی گرفتار کر لئے۔ خاص خاص باتوں کو ڈائری میں نوٹ کرتے تھے۔ اور تھانہ میں آکر روزنامچہ میں ہر ایک بات درج کی جاتی تھی۔

عدالت:۔ وکیل ملزم گواہ پر جرح کر سکتا ہے۔

وکیل ملزم:۔ وکیل ملزم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اس پر عدالت نے حکم دیا کہ استغاثہ اپنا چوتھا گواہ پیش کرے۔

<u>علاؤالدین رپورٹر کا بیان</u>۔ علاؤالدین پولیس سی آئی ڈی رپورٹر نے کہا کہ میں سی آئی ڈی کا رپورٹر ہوں۔ عام طور پر جلسوں میں دو یا تین رپورٹر جاتے ہیں۔ رپورٹر تقریر کے علیحدہ علیحدہ حصص

نوٹ کرتے ہیں۔ ہم شارٹ ہینڈ میں رپورٹ قلمبند کرتے ہیں۔ مجسٹریٹ رپورٹ پر دستخط کرنے کا وقت درج کرتا ہے۔ شارٹ ہینڈ رپورٹ سے ہم لانگ ہینڈ میں لکھتے ہیں۔ جس قدر حصہ جس رپورٹر نے شارٹ ہینڈ میں لکھا ہوتا ہے۔ اسی قدر حصہ کو وہ لانگ ہینڈ میں لکھتا ہے۔ ہم لانگ ہینڈ رپورٹ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سی آئی ڈی کے پاس پیش کرتے ہیں۔

گواہ نے آگے چل کر کہا۔ کہ ١٧ مئی ۱۹۴۶ء کو میں بطور رپورٹر نوشہرہ گیا تھا۔ میرے ساتھ شیو ناتھ اور پنڈت گوپی ناتھ بھان بھی تھے میٹنگ آٹھ بجے شام سے لیکر سوا گیارہ بجے رات تک جاری رہی۔ اس میں قریباً چار پانچ ہزار لوگ شامل تھے۔ جو زیادہ مسلمان اور ناخواندہ تھے۔ ملزم شیخ محمد عبداللہ جلسہ کا لیڈر تھا میں نے ملزم کی تقریر کا دوسرا حصہ نوٹ کیا۔ عدالت نے اس رپورٹ کو شامل ریکارڈ کیا۔

گواہ نے آگے چل کر کہا کہ ملزم نے جو تقریر کی۔ وہ میں نے ہوبہو شارٹ ہینڈ میں لکھی۔ ملزم شیخ محمد عبداللہ نے کشمیری زبان میں تقریر کی۔ میں کشمیری سمجھتا ہوں۔ میں نے اپنی ڈائری پنڈت شیو ناتھ رپورٹر کے ذریعہ مجسٹریٹ کے پاس بھیجدی۔ میں خود نہیں گیا کیونکہ میں پیدل تھا۔ اور پنڈت شیو ناتھ سائیکل سوار تھا۔ میں نے اپنی ڈائری جلسہ کے عین خاتمہ پر پنڈت شیو ناتھ کے حوالے کی۔ شیو ناتھ نے تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد شارٹ ہینڈ رپورٹ کی ڈائری لاکر واپس کر دی۔ اس پر مجسٹریٹ کے دستخط ہو چکے تھے۔ اس کے ساتھ یکم جیٹھ سنہ ۲۰۰۳ ب کی تاریخ اور بارہ بجے رات کا وقت درج تھا۔ میں نے شارٹ ہینڈ رپورٹ کو لانگ ہینڈ میں لکھا

عدالت نے گواہ کی لانگ ہینڈ رپورٹ پر نشان لگوا کر شامل ریکارڈ کیا۔

میں نے شارٹ ہینڈ رپورٹ کے عین مطابق لانگ ہینڈ رپورٹ لکھی اور اپنے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سی، آئی، ڈی کو پیش کی۔

ڈوگرہ شاہی ختم کرنیکا پروگرام | سوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا۔ کہ ملزم شیخ عبداللہ نے اپنی ۱۷ مئی والی

تقریر میں یہ کہا۔ کہ میں نے مہاراجہ بہادر سے نہایت نہائی عقیدت دکھائی تھی۔ اور میں نے کہا تھا کہ جو روپیہ وہ عیش و عشرت پر خرچ کرتا ہے۔ غریبوں پر کیوں خرچ نہیں کرتا۔ مگر جوں جوں ہم نے یہ کہا۔ توں توں ہم پر ظلم و ستم روا رکھے گئے۔ کشمیر دو بنیوں کے درمیان فروخت ہوا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے سکھوں سے غداری کر کے کشمیر کو خریدا۔ جس وقت مہاراجہ گلاب سنگھ کا تسلط کشمیر پر ہوا۔ ہم سے حیوانوں کا سا سلوک کیا گیا اور اگر ڈوگروں میں سے کوئی گلگت جاتا تھا۔ تو کشمیریوں کو بیگار پر لیا جاتا تھا۔ جہاں وہ بے کفن مر جاتے تھے جس کی وجہ سے لوگ کشمیر سے باہر بھاگ گئے۔ بدوران تقریر ملزم نے یہ کہا۔ کہ یہ کسی قانون میں جائز نہیں۔ کہ ایک ملک ایک آدمی کی عیش و عشرت کیلئے فروخت کیا جائے۔ گواہ نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ ملزم نے آگے چل کر بتایا۔ کہ نیشنل کانفرنس کا پروگرام ڈوگرہ شاہی کو ختم کرنا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم سو سال سے غلاموں کی حیثیت سے چلے آئے ہیں ۱۹۲۱ء میں ہم نے بیعنامہ امرتسر کی ایک شق یعنی حقوق ملکیت حاصل کر لی۔ اب ہم نے مہاراجہ کا سیاسی اقتدار ختم کرنا ہے۔

گواہ نے آگے چل کر کہا کہ خلقت بدوران تقریر نعرے بلند کر رہی تھی۔

وکیل استغاثہ:۔ کس قسم کے نعرے!

گواہ:۔ "بیعنامہ امرتسر کو توڑ دو۔ کشمیر کو چھوڑ دو" "انقلاب زندہ باد"۔ "شیر کشمیر زندہ باد" "کشمیر کا بے تاج بادشاہ زندہ باد"

بیان کو جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا کہ جلسہ ختم ہونے کے بعد لوگ ٹولیوں میں بٹ گئے۔ اور نعرے لگانے گئے۔ میں نے ان نعروں کو لانگ ہینڈ رپورٹ میں درج کیا ہے۔

وکیل استغاثہ:۔ کشمیری نعروں کو بیان کیجیئے۔

گواہ: ہری سنگھن ہیول خدا بن گول۔ (ہری سنگھ کی اولاد نیست و نابود ہو جائے) رام چندن ہیول خدا بن گول (خدا رام چند بھٹ کی اولاد تباہ و برباد کرے) احمد یار س جیوم

ہیوان داد رحمہ ہولس زہر باد" (میاں احمد یار سے میں نے انتقام لینا ہے۔ اور محمد کاک کو زہر باد کی بیماری لاحق ہو) یہ نعرے گواہ نے ڈائری دیکھ کر لکھوائے۔

عدالت ایک بجکر بیس منٹ پر لنچ کیلئے برخاست ہوئی۔

لنچ کے بعد کی کارروائی۔ لنچ کے بعد کارروائی اڑھائی بجے شروع ہوئی۔ اس وقت پنڈت مدسودن کاک بھی استغاثہ کی طرف سے پیروی کیلئے موجود تھے۔ گواہ علاؤالدین رپورٹر نے کہا کہ میں ۱۳ مئی کے جلسے میں بھی حاضر تھا۔ مسٹر شیو ناتھ اور مسٹر گوپی ناتھ بھی میرے ساتھ تھے۔ جلسہ میں ملزم شیخ محمد عبداللہ نے تقریر کی وہی اسکے صدر تھے۔ جلسہ نو بجے رات سے گیارہ بجے رات تک جاری رہا۔ قریباً پانچ ہزار لوگ شامل جلسہ تھے۔ جو زیادہ تر ناخواندہ مسلمان تھے میں نے شیخ محمد عبداللہ کی تقریر کا دوسرا حصہ شارٹ ہینڈ میں نوٹ کیا۔ ملزم نے تقریر کشمیری زبان میں کی۔ عدالت نے گواہ کی شارٹ ہینڈ رپورٹ پر نشان لگائے۔ اور اسے شامل ریکارڈ کیا۔

آگے چلکر گواہ نے کہا۔ کہ میں نے جلسہ ختم ہوتے ہی شارٹ ہینڈ رپورٹ کو ایک سپاہی کے ہاتھ نزدیک ترین مجسٹریٹ کے پاس بھیجا۔ میں نے شارٹ ہینڈ رپورٹ کو لانگ ہینڈ میں لکھا۔ عدالت نے گواہ کی لانگ ہینڈ رپورٹ پر نشان لگوائے۔ اور اسے شامل ریکارڈ کر لیا گواہ نے آگے چلکر کہا کہ میں نے لانگ ہینڈ میں جو کچھ لکھا وہ میری شارٹ ہینڈ رپورٹ کے عین مطابق ہے۔ میں اسے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی ڈی کے پاس خود ہی لے گیا۔ اور رپورٹ پر ان کے دستخط کرائے۔ میں ان کے دستخط پہچانتا ہوں۔ ان دستخطوں کے نیچے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس (سی آئی ڈی) کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تاریخ درج ہے۔

سنہ ۱۹۴۶ء کو دہرائی	۱۳ مئی کو ملزم نے جو تقریر کی۔ اس کا لب لباب یہ ہے۔ اس نے اس بات

کا اعادہ کیا۔ کہ کشمیر فتح نہیں کیا گیا۔ بلکہ سکھوں سے غداری اور انگریزوں سے سازباز کر کے فروخت

کیا گیا تھا۔ اس تقریر میں شیخ صاحب نے کہا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارثوں کو چاہیئے۔ کہ وہ ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں چلے جائیں جہاں سے وہ آئے ہیں۔ انہیں اس ملک پر راج کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہم نے مہاراجہ گلاب سنگھ کا سیاسی اقتدار کبھی قبول نہیں کیا۔ ہم مہاراجہ ہری سنگھ کو کہنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ انگریزوں کے ساتھ ہی اس ملک سے چلا جائے۔ کیونکہ اسے اس ملک پر راج کرنے کا کوئی حق نہیں۔ لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے ملزم نے کہا کہ سو سال کی غلامی کے خلاف احتجاج بلند کریں۔ کیونکہ اب ہم ایک دن بھی ڈوگرہ شاہی راج کے تلے نہیں رہنا چاہتے ہیں۔ آگے چل کر ملزم نے حاضرین کو کہا کہ ہو سکتا ہے۔ کہ حکومت آپ کی آواز دبانے کیلئے تشدد کرے۔ لیکن اس تشدد کا جواب وہی دینا ہے۔ جو آپ لوگوں نے انہیں سنہ ۱۹۳۱ میں دیا۔ ملزم نے یہ کہا کہ آپ تمام لوگوں کو شامل ہونے کی دعوت دیں۔ کیونکہ ہمیں ڈوگرہ شاہی راج سے نجات حاصل کرنی ہے۔ خواہ اس میں آپ کی جان و مال تباہ کیوں نہ ہو جائے۔ میں نے آپ کو مارچ کا آرڈر دیا ہوا ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے۔ کہ آپ کیا کرینگے۔ آپ جو پہلے کرتے آئے ہیں۔ وہی آپ نے کرنا ہے۔ سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے ملزم نے کہا کہ حکومت کب تک میاں احمد یار کو ملٹری اور پولیس کی حفاظت میں رکھے گی۔ جونہی وہ اس سرزمین پر قدم رکھیگا تو اسے وہیں ختم کر دیا جائیگا۔ جو شخص آپ کے نصب العین (cause) کی مخالفت کرے اسے بھی وہاں پر ہی ختم کر دیا جائے۔ ملزم نے یہ بھی کہا کہ برطانوی پرائم منسٹر سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ ہمیں اس شخص کے حوالے کیوں کیا گیا۔ جس کے ساتھ ہمیں کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ اور جس نے ہمیں ابدی غلامی میں مبتلا کر دیا ہے۔

وکیل استغاثہ :۔ اس شخص سے مراد کیا ہے؟

گواہ :۔ مہاراجہ بہادر

وکیل استغاثہ :۔ سنہ ۱۹۳۱ میں کونسا اشارہ موجود ہے؟

گواہ :۔ ملزم نے اس شورش کیطرف اشارہ کیا جو اس سال ہوئی۔

وکیل استغاثہ :۔ اس سال کیا ہوا؟

عدالت :۔ کیا گواہ کو معلوم ہے کہ اس وقت کیا ہوا۔

گواہ :۔ میں جانتا ہوں ۔ میں ہسٹری کا طالب علم تھا۔

بیان کو جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا کہ ۱۹۳۱ء میں لوگوں نے حکومت کے خلاف شورش بپا کی پل اُڑائے اور تشدد کیا۔

آگے چل کر گواہ نے کہا کہ ملزم کی تقریر کے دوران میں حاضرین مشتعل ہوئے اور نعرے لگا رہے تھے۔ وہ نعرے اس طرح تھے۔ "بیع نامہ امرتسر کو توڑ دو۔ کشمیر کو چھوڑ دو" نعرۂ تکبیر" انقلاب زندہ باد۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد حاضرین ٹولیوں کی صورت میں نعرے لگاتے ہوئے گھروں کو واپس چلے گئے۔

وکیل استغاثہ :۔ لوگ پُرامن تھے یا مشتعل؟

گواہ :۔ وہ مشتعل نظر آرہے تھے۔

حضرت بل میں تقریر گواہ علاؤالدین رپورٹر نے کہا کہ میں ۱ مئی ۱۹۴۶ء کے جلسے میں بھی شامل تھا میرے ساتھ شیو ناتھ رپورٹر بھی تھا۔ ملزم شیخ محمد عبداللہ نے اس جلسہ میں بھی تقریر کی۔ جلسہ حضرت بل پر منعقد ہوا۔ حاضری آٹھ یا دس ہزار کے قریب تھی۔ جلسہ تین بجے بعد دوپہر سے پونے پانچ بجے تک جاری رہا۔ میں نے ملزم کی تقریر کی رپورٹ شارٹ ہینڈ میں لکھی۔ عدالت نے گواہ کی رپورٹ پر نشان لگانے اور اسے شامل ریکارڈ کر دیا۔

گواہ نے آگے چل کر کہا۔ میں نے ملزم کی تقریر درست طور پر نوٹ کی۔ اس پر ذیلدار کے دستخط کرا دئے۔ کیونکہ مجسٹریٹ وہاں سے بہت دور تھے۔ میں نے شارٹ ہینڈ رپورٹ کو لانگ ہینڈ اردو میں لکھا۔ گواہ کی لانگ ہینڈ رپورٹ پر عدالت نے نشان لگوا کر شامل ریکارڈ کر لیا۔

۹ مئی کا جلسہ بیان کو جاری رکھتے ہوئے علاؤالدین رپورٹر نے کہا۔ کہ میں ۹ مئی کے جلسے میں بھی

موجود تھا۔ میرے ساتھ گوپی ناتھ بھگان رپورٹر بھی تھا۔ یہ جلسہ ہنچر مسجد میں منعقد ہوا۔ اس میں تین چار ہزار کے قریب لوگ شامل تھے۔ جلسہ ساڑھے آٹھ بجے شام سے ساڑھے گیارہ بجے رات تک جاری رہا حاضرین زیادہ تر مسلمانوں کی تھی اور وہ ناخواندہ تھے۔ ملزم شیخ محمد عبداللہ نے جلسہ میں جو تقریر کی میں نے اسے شارٹ ہینڈ میں نوٹ کیا۔ جو کچھ انہوں نے تقریر میں کہا۔ وہی میں نے درست طور پر نوٹ کیا۔ عدالت نے گواہ کی شارٹ ہینڈ رپورٹ پرنشان لگا کر شامل ریکارڈ کر لیا۔

۱۵ مئی کا جلسہ :۔ ۱۵ مئی کو جو جلسہ منعقد ہوا۔ وہ زینہ دار محلہ میں ہوا۔ میں اس میں بھی شامل ہوا تھا۔ حاضرین آٹھ دس ہزار کے قریب تھے جلسہ ساڑھے آٹھ بجے شام سے پونے گیارہ بجے تک جاری رہا جلسہ کا صدر شیخ محمد عبداللہ ملزم تھا۔ عدالت نے گواہ کی شارٹ ہینڈ رپورٹ پرنشان لگا کر شامل ریکارڈ کر لیا۔ آگے چل کر گواہ نے کہا میں نے ملزم کی تقریر کی شارٹ ہینڈ رپورٹ پر مجسٹریٹ کے دستخط کرائے۔ اس پر دو جیٹھ ۲۰۰۳ سنہ ب۔ اور وقت ساڑھے گیارہ بجے رات درج ہے۔

عدالت نے گواہ کی لانگ ہینڈ اردو رپورٹ پرنشان لگوا کر اسے شامل ریکارڈ کر لیا۔

وکیل استغاثہ :۔ ان تقریروں سے عوام پر کیا اثر ہوا!

گواہ :۔ ان کا اثر یہ ہوا۔ کہ لوگوں میں مہاراجہ بہادر کی ذات اور ان کی حکومت کے خلاف حقارت، منافرت اور بدخواہی کے جذبات پیدا ہو گئے۔

وکیل استغاثہ :۔ شہر میں امن رہا۔ یا گڑبڑ ہوئی!

گواہ :۔ نیشنل کانفرنس کی حلقہ کمیٹیوں کے جلسے شروع ہو گئے۔

وکیل استغاثہ :۔ شہر کی فضا کیسی رہی!

گواہ :۔ فضا بالکل پُرامن رہی

وکیل استغاثہ :۔ تقریروں سے کیا اثر ہوا؟

گواہ :۔ لوگوں کے دلوں میں ہز ہائینس اور ان کی حکومت کے خلاف جذبہ پیدا ہوگیا۔ اور پولیس والوں اور ملازمین سرکار نے لوگوں سے دست تعاون کھینچ لیا۔

وکیل استغاثہ :۔ یہ جلسے کس کے اہتمام سے منعقد ہوئے ؟

گواہ :۔ نیشنل کانفرنس کے اہتمام سے۔

وکیل استغاثہ :۔ نیشنل کانفرنس کا صدر کون ہے ؟

گواہ :۔ شیخ محمد عبداللہ

وکیل استغاثہ :۔ میاں احمد یار کا نیشنل کانفرنس میں کونسا عہدہ تھا۔

گواہ :۔ میاں صاحب پرجا سبھا میں نیشنل کانفرنس کی پارٹی کے لیڈر تھے۔

وکیل استغاثہ :۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ مرزا محمد افضل بیگ کا نیشنل کانفرنس پارٹی میں کیا عہدہ تھا

گواہ :۔ پرجا سبھا کی نیشنل کانفرنس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر

عدالت :۔ اب وکیل ملزم گواہ پر جرح کرے۔ "وکیل ملزم نے ایسا کرنے سے احتراز کیا"

دوسرے مجسٹریٹ کا بیان :۔ استغاثہ کی طرف سے پانچواں گواہ پنڈت نند لال مٹو جج مدالیہ خفیفہ درجہ اول پیش ہوئے۔ آپنے کہا (ایگزبٹ پی ڈبلیو) کے ۵ ۹ پر میرے دستخط ہیں۔ اور وقت ساڑھے گیارہ بجے رات میں نے درج کیا ہے۔ میرے پاس (ایگزبٹ پی ایل) نوٹ بک پولیس کا ایک آدمی لایا تھا اسکے باقی اوراق پر میرے چھوٹے دستخط ہیں۔ ایگزبٹ (پی یو) کے چھ اوراق پر میرے دستخط ہیں۔ چھٹے صفحہ پر میں نے یکم جیٹھ ۲۰۰۲ ب کی تاریخ اور وقت بارہ بجے رات درج کردیا ہے۔ وقت درست لکھا ہے میرے پاس نوٹ بک پولیس کا کوئی آدمی لایا تھا۔ (ایگزبٹ پی جے) کے چھ اوراق پر میرے دستخط ہیں۔ آخری صفحوں پر دستخطوں کے علاوہ تاریخ یکم جیٹھ ۲۰۰۲ ب اور وقت بارہ بجے رات درج کیا ہے۔

وکیل استغاثہ :۔ آپ کو بھی شہر کے کسی حصہ میں ڈیوٹی پر تعینات کیا گیا تھا ؟

گواہ :- جی ہاں ! شیر گڑھی ایریا میں ۷ جیٹھ سنہ ۲۰۰۱ سے لیکر ۲۳ یا ۲۴ جیٹھ تک تعینات رہا۔

وکیل استغاثہ :- کیا آپ کبھی اپنے ایریا میں رہے ؟

گواہ :- ہر روز اپنے ایریا میں گشت کرتا رہا ۔ ۸ جیٹھ کو کوئی برا واقع نہیں ہوا۔ ۹ جیٹھ کو ساڑھے نو بجے اطلاع آئی کہ ایک مشتعل مجمع ٹنکی پورہ میں جمع ہوا ہے۔ جس نے سڑکیں توڑ دیں۔ راستہ کو عبور و مرور کے واسطے بہت جگہ مسدود کر دیا ہے۔ اطلاع پاتے ہی میاں غلام محمد مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کے سپاہی اور کچھ ملٹری کے آدمی موقع پر گئے۔

وکیل استغاثہ :- آپ نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا ؟

گواہ :- جس وقت ہم ٹنکی پورہ پل عبور کر چکے۔ تو سامنے سے بہت شور و غوغا سنائی دیا۔ کچھ آگے چل کر دیکھا کہ سڑک کے اوپر پتھر رکھے گئے ہیں۔ جس سے گذرنا مشکل ہو گیا تھا۔ جس وقت مجمع نے ہم کو دیکھا۔ تو ہم پر پتھراؤ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ دوسرے مجسٹریٹ میاں غلام محمد کو ایک پتھر لگا۔ پتھروں کو ہٹا کر ہم آگے چلے تو آگے پتھروں کی ایک ایک اور رکاوٹ کھڑی کی گئی تھی۔ ہم نے اس کو بھی صاف کر دیا۔ اور ہم آگے بڑھے۔ آگے چل کر جو ور پڑے۔ کنڈے (دھوکہ) جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے سڑک کو مسدود رکھنے کیلئے رکھے گئے تھے۔ مجمع بڑا مشتعل تھا۔ اور مہاراجہ بہادر اور یوراج کرن سنگھ کے خلاف نعرے لگا رہا تھا لوگ ڈوگرہ راج مردہ باد، ہز ہائینس انم (؟) یوراج مردہ باد، ہری سنگھ برباد (جس نے پیسے کو چٹائی خریدی رام چند کاک کو زہر باد کی بیماری لاحق ہو)

گواہ نے مزید کہا ہم کنڈوں (؟) دو بجے تک کو ہٹا کر مجمع کے پاس گئے تو تقریباً آٹھ سرغنوں کو گرفتار کیا۔ جن کے خلاف مقدمہ چالان کر دیا گیا۔

وکیل استغاثہ :- کیا آپ یا دیگر پولیس والے ان واقعات کی رپورٹ لکھتے تھے ؟

گواہ :۔ میں ان ایام کی ڈائری لکھتا ہوں۔

وکیل استغاثہ :۔ ۶ مئی سے یہ تقریریں شروع ہوئیں۔ اس سے شہر کی حالت پر کیا اثر ہوا۔؟

وکیل ملزم :۔ میرا دوست گواہ کو بتا رہا ہے۔ کہ تقریریں ۶ مئی کو شروع ہو گئیں۔ یہ قابل اعتراض ہے

وکیل استغاثہ :۔ بہتر! میں دوسری قسم کا سوال پوچھتا ہوں۔ اچھا آپ بتائیے کہ تقریروں کا کیا اثر ہوا

گواہ :۔ لوگ مشتعل ہوئے اور توڑ پھوڑ ہوئی۔

عدالت :۔ بتائیے کہ تقریروں کا کیا اثر ہوا۔

گواہ :۔ تقریروں کے نتیجہ میں توڑ پھوڑ ہوئی راستے بند کر دئے گئے۔ پلوں کے جنگلے کاٹے گئے۔ بجلی اور ٹیلیفون کے کھمبے گرا دئے گئے۔

عدالت :۔ کیا وکیل ملزم گواہ پر جرح کرنا چاہتا ہے۔

وکیل ملزم :۔ نہیں جناب۔

عدالت ساڑھے چار بجے برخاست ہوئی

آٹھویں پیشی

پنڈت جواہر لال صاحب نہرو اور آفیسران آزاد ہند فوج

نے کارروائی ملاحظہ کی

(شیخ محمد عبداللہ)

یہ نوجوان کون ہے؟ یہ تحریک حریت کا دلیر اور ان تھک کارکن ہے

لیڈروں کی گرفتاری کے بعد شہر میں توڑ پھوڑ کے متعلق سرکاری افسروں کے

بیانات

سرینگر ۔ ۲۵ جولائی مقام بادامی باغ چھاؤنی

صدر کانگریس و ممبران آزاد ہند فوج کی تشریف آوری

کل شام پنڈت جواہر لال نہرو صدر کانگریس میجر جنرل شاہنواز (آزاد ہند فوج) کرنل حبیب الرحمن (آزاد ہند فوج) تشریف لائے۔

اس دفعہ حکومت نے نہرو صاحب کی تشریف آوری پر اور کسی قسم کی مزاحمت کرنے کے بجائے صرف پولیس اور ملٹری کا پہرہ آپ کے راستہ پر لگا دیا۔ تا عوام استقبال میں حصہ نہ لے سکیں۔ پولیس اور ملٹری کے سپاہی کسی کو فٹ پاتھ پر کھڑا نہیں ہونے دیتے تھے۔ اسلئے لوگ مجبوراً کافی وقت تک ادھر ادھر فٹ پاتھ پر گھومتے رہے۔ جونہی نہرو جی کی کار آئی۔ ہری سنگھ ہائی سٹریٹ میں لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ لوگوں نے کار کے پیچھے دوڑنا شروع کیا۔ امیرا کدل میں کافی مجمع ہو گیا۔ نعرے لگانے شروع کئے۔ سپاہیوں نے انہیں منتشر کرنے کی کوشش کی۔ جس پر کچھ چپقلش بھی ہوئی۔

کمرۂ عدالت میں

آج چونکہ پنڈت جواہرلال، میجر جنرل شاہ نواز (آزاد ہند فوج)، کرنل سہگل (آزاد ہند فوج) کارروائی دیکھنے کیلئے عدالت میں تشریف لائے۔ اس لئے تماشائیوں کی گیلری میں بہت بھیڑ تھی۔ تماشائیوں کی تعداد ستر سے زاید تھی۔ قابل ذکر اصحاب حسب ذیل تھے۔

حاجی احمد اللہ صاحب شہداد ایم۔ ایل۔ اے۔ خواجہ غلام نبی صاحب گلکار پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ سرینگر
پنڈت سوم راج سابق ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج۔ خواجہ غلام محمد صاحب جویلر

فوٹو لینے کا نظارہ :۔ لنچ کے وقت کارروائی کے التوا پر پنڈت جواہرلال صاحب نہرو باہر جیسے تو شیخ عبداللہ صاحب بھی ان کے ساتھ تھے۔ خواجہ غلام نبی صاحب گلکار نے ان کے فوٹو لئے۔ تو افسران پولیس نے ان کا نام نوٹ کر لیا۔

یہ نوجوان کون ہے؟ دلیر اور ان تھک کارکن باہر نکلنے پر پنڈت جواہرلال صاحب نہرو نے شیخ صاحب سے گلکار صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟۔ تو شیخ صاحب نے گلکار صاحب کا تعارف کرتے ہوئے بتلایا۔ کہ اس نوجوان نے تحریک حریت کشمیر (۱۹۳۱ء) میں بہت کام کیا ہے۔ اور یہ ان کا دلیر اور ان تھک کارکن رہا ہے۔

وکلائے استغاثہ	وکلائے ملزم
جے گوپال سیٹھی	مسٹر آصف علی
پنڈت رادھا کشن کول	پنڈت جیالال کلم
پنڈت مدسودان کاک	مسٹر شانتی سروپ بھٹناگر

مسٹر جسونت سنگھ، خواجہ عبدالاحد فاروقی

پنڈت جواہرلال نہرو ساڑھے گیارہ بجے تشریف لائے۔ اور وکلائے ملزم کے پاس بیٹھے۔ ان کے پاس پہلے سے پنڈت امرناتھ ایڈووکیٹ، موہن کشن ٹکو وکیل، پنڈت رگھوناتھ کاؤ وکیل، پنڈت

جیا کی ناتھ زتشی وکیل اور بابا کی ناتھ سپرو وکیل بیٹھے تھے۔

جج و ملزم کی آمد گیارہ بجکر پنتیس منٹ پر لالہ برکت رائے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج تشریف فرما ہوئے۔ اس کے بعد شیخ محمد عبداللہ کو حسب معمول پہرہ میں لایا گیا۔

حد در میونسپلٹی میں نقصان

استغاثہ کی طرف سے چھٹے گواہ پنڈت سوم ناتھ پردہت پریذیڈنٹ میونسپلٹی پیش ہوئے۔

وکیل استغاثہ:۔ پنڈت جی آپ بتائیے۔ کہ اندر حد در میونسپلٹی جو نقصان ہوا۔ کیا آپ نے اسے دیکھا یا نہیں؟ اگر دیکھا تو کس تاریخ کو؟

وکیل ملزم:۔ یہ سوال متعلقہ (Relevent) نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق ملزم کی تقریروں سے نہیں ہو سکتا۔ اور ۲۰ مئی کی تاریخ (یعنی ملزم شیخ عبداللہ کی گرفتاری کے بعد) کے واقعات ملزم کی تقریروں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

عدالت:۔ یہ سوال قانون شہادت کی دفعہ ۱۱ کے تحت متعلقہ ہے۔ اور اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

وکیل ملزم:۔ بہت بہتر۔ میرے لئے کافی میدان کھل گیا ہے۔

پنڈت سوم ناتھ پردہت پریذیڈنٹ میونسپلٹی نے بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے ۲۴ مئی کو نقصان دیکھا۔ ۲۱ مئی و ۲۲ مئی کو مجھے میونسپل انجینیر کی طرف سے اطلاعات آتی رہیں۔ کہ فلاں فلاں جگہ نقصان ہوا ہے۔ میرے پاس ۲۱ مئی کو میونسپل انجینیر نے چٹھی بھیجی۔ بعدازاں چٹھی پر نشان لگوا کر شامل کیا گیا۔ گواہ نے کہا۔ کہ ۲۲ مئی کو ایک تفصیل بنائی گئی۔ کہ کس کس وارڈ میں کیا کیا نقصان ہوا ہے۔ ہر ایک وارڈ کا ۲۴ مئی کو نقصان کا اندازہ لگایا گیا۔ یہ نقصان ہے۔ جو میونسپلٹی کا ہوا ہے۔ ۲۴ مئی کو میں نے نوٹ پڑھے۔ کہ نقصان کے متعلق جو رپورٹیں ہیں وہ درست ہیں۔ جو نقصان پہنچایا گیا ہے۔ میں نے ان کے فوٹو کھچوائے

پلوں کے علاوہ میں نے ایک کراس فریم (Cross Frame) اور سویپر شیڈ (Sweeper Shed) کے فوٹو لینے کا بھی حکم دیا۔

عدالت کے سامنے وہ فوٹو پیش کئے گئے۔ ان پر نشان لگوا کر شامل ریکارڈ کیا گیا۔

گواہ نے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ زیادہ نقصان پلوں اور کراس فریموں کو ہوا تھا۔

وکیل استغاثہ :۔ یہ نقصان کس نے کیا ؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں ؟

وکیل ملزم :۔ مجھے اس پر اعتراض ہے۔ گواہ محض پریذیڈنٹ میونسپلٹی ہے۔ وہ کوئی پولیس آفیسر نہیں۔

وکیل استغاثہ عدالت کی توجہ قانون شہادت کی دفعہ ۱۵۱ کی طرف مبذول کرتا ہوں۔ میرا سوال بالکل جائز ہے

عدالت :۔ کیا آپ نے کسی کو اپنی آنکھوں سے نقصان کرتے دیکھا۔ گواہ :۔ جی نہیں۔

وکیل استغاثہ :۔ مجھے میونسپل انجینئر کی رپورٹ کی تصدیق کرانی ہے۔

عدالت :۔ اس بارے میں کاغذات پیش کئے گئے ہیں۔ جو شامل ریکارڈ ہو چکے ہیں۔

وکیل استغاثہ :۔ (گواہ سے) آپ کہاں رہتے ہیں۔

گواہ :۔ باغ گھوڑ دل سری نگر کشمیر (قہقہہ)

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ میں ۱۴ مئی سے ۲۰ مئی تک سری نگر میں ہی تھا۔ ان دنوں اس شہر کے مختلف مقامات میں نیشنل کانفرنس کی طرف جلسے ہوتے تھے۔

وکیل استغاثہ :۔ ان جلسوں کا شہر میں کیا اثر ہوا۔

گواہ :۔ میں خود تو کسی جلسے میں نہیں گیا۔ لیکن دوسرے لوگوں سے جو جلسوں میں شامل ہوتے تھے۔ یا اخبارات کی رپورٹوں سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وکیل ملزم :۔ مجھے اعتراض ہے ۔گواہ سنی سنائی باتیں پیش کر رہا ہے ۔ اخبارات کی رپورٹ کوئی شہادت نہیں ۔

وکیل استغاثہ :۔ اعتراض قبل از وقت ہے ۔

وکیل ملزم : لیکن سنی سنائی باتوں کو اشہادت نہیں کہا جا سکتا ۔

وکیل استغاثہ :۔ آپ مجھے بھی کچھ کہنے دیا کریں (قہقہہ)

عدالت :۔(وکیل استغاثہ سے) آپ اپنے سوال کو دھرائیے ۔

سوال وکیل استغاثہ ۔ گواہ نے کہا ۔ ١٦ رمئی سے دو یا تین یوم پیشتر میں نے اپنے مکان کے برآمدے

ند آدمیوں کو (جوہری سنگھ ہای سٹریٹ) سے گذر رہے تھے نعرے لگاتے ہوئے سنا ۔

رہے تھے "ڈوگرہ راج مردہ باد"، "ہری سنگھ مردہ باد" وغیرہ انہی دلوں دیکھا گیا

دیکھا گیا ۔ کیا آپنے دیکھا (قہقہہ)

ان دنوں شہر میں کیا حالت تھی ؟

وکیل استغاثہ: عام نوعیت کا ہے ۔گواہ کو خاص واقعات بیان کرنے چاہئیں ۔

شہادت صرف خاص واقعات پر محدود رکھنی چاہئے ۔

عدالت :۔ اچھا گواہ کی فضا کیسی تھی جیسا ... نے ہی ایسا کیا ہے ۔لیکن میں اب اس سے پوچھ رہا ہوں ۔ کہ شہر

نما ہوئے ۔ مجھے یہ ثابت کرنا چاہئے ۔

گواہ نے کہا ۔ کہ میں ... بھی کہے ۔ جو اسے کہنا ہے ۔

میں نہیں ... کے جو جذبات موجود ہیں حکومت کے خلاف جذبہ پیدا ہوا ہے ۔ عوام

وکیل ملزم :۔ یہ بہت مبہم ہے

عدالت :- جن لوگوں نے آپ کو بتایا - کہ حکومت کے خلاف جذبہ پیدا ہوا ہے - وہ آپ کے پاس آئے تھے یا آپ نے خود ان سے سنا (قہقہہ)

گواہ :- جس وقت میں نے متذکرہ صدر نعرے سنے - تو میرے دل کو ٹھیس لگی - مجھے لوگوں کی باتیں کرنے سے معلوم ہوا کہ ان تقریروں کی وجہ سے جو ملزم نے کیں - امن میں خلل پڑنے کا خطرہ ہے

وکیل استغاثہ :- مہاراجہ بہادر کے خلاف جو نعرے بلند کیے گئے - ان سے کیا اثر ہوا -

گواہ :- جو نعرے مہاراجہ بہادر کے خلاف لگائے گئے - ان سے یہ اثر ہوا - کہ اس سے خلل امن کا اندیشہ پیدا ہوا - اور ان نعروں کو سنکر حکومت کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہونے کا احتمال تھا -

وکیل استغاثہ :- ان ایام میں شہر کی فضا پرسکون تھی یا کچھ گڑبڑ پیدا ہوئی -

گواہ :- مئی کے پہلے ہفتہ سے قبل شہر کی فضا بالکل پرامن تھی - اس کے بعد ہر وقت حکومت اور مہاراجہ بہادر کے خلاف نفرت اور بد اعتمادی پھیلنے کا اندیشہ تھا -

عدالت :- (وکیل ملزم سے) آپ گواہ پر جرح کیجیے

وکیل ملزم :- میں ایسا کرنے سے احتراز کرتا ہوں -

ساتویں گواہ کا بیان - استغاثہ کی طرف سے ساتواں گواہ مسٹر بنارسی داس میونسپل انجینیر پیش ہوا - آپ نے کہا - کہ میں ۱۲ مئی کو زینہ کدل کی طرف انسپکشن کے لیے جا رہا تھا - وقت ساڑھے نو بجے صبح تھا - فتح کدل کے قریب پچیس یا تیس آدمی کراس فرمیز توڑ رہے تھے - میرے ساتھ ایک اوورسیر مسٹر ڈھگن ناتھ تھا - میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں - ان کا وطیرہ بہت ترش تھا - میں نے پل پر پولیس مین کو اطلاع دی - اس نے مجھے کسی مجسٹریٹ کے پاس جانے کیلئے کہا - مجھے بتایا گیا کہ آگے بھی کراس فرمیز توڑے ہوئے ہیں - اس لئے میں آگے نہیں گیا - اوورسیر

نے مجھے کہا۔ کہ وہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اگر ہم واپس آئیں گے۔ تو وہ ہم کو ماریں گے۔ چنانچہ ہم دوسرے کوچہ سے واپس آئے۔

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ ہم نے بٹہ مالو روڈ پر (consolidation work) کیا تھا۔ لوگوں نے اسے بند کر دیا اور کہا۔ کہ ہم پر نہیں کرنے دیں گے۔ جو سڑک کنہ کدل سے پتھر مسجد کو جاتی ہے۔ اس پر بھی کراس فرمیز توڑے گئے تھے۔ میں نے ۱۱ مئی کو اس نقصان کی اطلاع پریذیڈنٹ مونسپلٹی کو دی۔ (یہ چٹھی شامل ریکارڈ ہو چکی ہے) عبدالاحد میونسپل مستری وارڈ ۲۰، ۲۱ نے اور پنڈت گوپی شر لال اوورسیر وارڈ ۲۰، ۲۱ نے نندہ رام ڈرائیور سٹیم رولر نے مجھے نقصان کی اطلاعات دیں۔ جنہیں میں نے پریذیڈنٹ مونسپلٹی کے پاس بھیجا۔ جگن ناتھ مستری وارڈ ۲۰ اور محمد عبداللہ اوورسیر نے بھی مجھے نقصان کی رپورٹیں پیش کیں۔ جنہیں میں نے پریذیڈنٹ میونسپلٹی کو پیش کیا۔

وکیل استغاثہ:۔ جب نقصان کی یہ رپورٹیں پریذیڈنٹ میونسپلٹی کے پاس پہنچیں۔ تو انہوں نے آپ کو کیا حکم دیا۔ انہوں نے مجھے مکمل فہرست بنانے کا حکم دیا۔ اور میں نے اسے مرتب کر کے اپنی چٹھی کے ساتھ پریذیڈنٹ صاحب کو پیش کیا۔ نقصان کا اندازہ بھی بتایا۔ اور ان کو پیش کیا۔

وکیل ملزم مرزا آصف علی:۔ نقصان کتنے کا ہوا؟ یہ بھی گواہ سے کہلوائیے۔ یا یہ معمولی ہے۔ تھا۔ گواہ نے آگے چل کر کہا۔ کہ نقصان کی فہرست موقع پر دیکھے گئے واقعات کے عین مطابق ہے ۶ مئی سے لیکر ۲۰ مئی تک میں سرینگر میں تھا۔ ان ایام میں تقریروں کی وجہ سے لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا تھا۔

وکیل استغاثہ:۔ آپ کا اشارہ کن تقریروں کی طرف ہے؟

گواہ:۔ میرا اشارہ ان تقریروں کی طرف ہے۔ جو شہر میں ہو رہی تھیں۔ انہی کی وجہ سے فضا (Tense) ہوئی تھی۔

وکیل استغاثہ :۔ آپ کو کیسے پتہ لگا۔

گواہ :۔ لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے پر پتہ چلتا تھا۔ کہ شہر میں کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔

بیان کو جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا۔ کہ میں نے ان ایام میں شہر میں کچھ سنا اور نہ دیکھا۔

عدالت :۔ (وکیل ملزم سے) کیا آپ گواہ پر جرح کریں گے؟

وکیل ملزم :۔ نہیں جناب

انسپکٹر ٹیلیفونز کا بیان

استغاثہ کی طرف سے آٹھواں گواہ پنڈت شمبوناتھ ٹیلیفون انسپکٹر پیش ہوا۔ آپ نے کہا۔ کہ مئی ۱۹۲۶ء میں سرینگر میں متعین تھا ۱۱ مئی کی صبح کو دس اور گیارہ بجے کے درمیان ٹیسٹ کیبنٹ (test cabinet) سے پتہ لگا۔ کہ ایک ایک کرکے شہر کے ٹیلیفون خراب ہونے لگے ہیں۔ میں نے سیکشنل سب انسپکٹر کو فوراً اس لئے بھیجی کہ کوئی خاص نقصان ہونے والا ہے۔ اس کا پتہ لگاؤ۔ اس نے واپس آکر کہا۔ کہ فتح کدل کی زیر زمین تار وہاں موجود نہیں ہے۔ وہ ٹوٹ چکی ہے۔ اسکے علاوہ مہاراج گنج کا زیر زمین تار کا ڈھکنا اکھاڑ کر کاٹا گیا ہے۔ اس کے بعد میں خود موقع پر گیا۔ جونہی میں فتح کدل سے بیس فٹ کے فاصلے پر پہنچا۔ تو وہاں ایک مجمع کو کھمبے کے ارد گرد بیٹھے دیکھا۔ مجھے آتا دیکھ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور میری طرف مشتعل انداز سے دیکھنے لگے۔ میں خوفزدہ ہو گیا۔ اس لئے میں وہیں سڑک سے واپس ہو گیا۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا۔ کہ فتح کدل میں جو کیبل ہیڈ (تار) کاٹا گیا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ جس قدر ٹیلیفون اس کے علاقہ میں تھے۔ وہ ناقابل کار ہوئے۔ مہاراج گنج کے مابین کیبل (تار) کے کاٹنے کے نتیجے میں شہر کی طرف کے سارے ٹیلیفون وچار ناگ تک خراب ہو گئے۔

مہاراج گنج پولیس سٹیشن فائر بریگیڈ اور پرائیویٹ جگہوں کے کنکشن سب کے سب خراب ہو گئے۔

کیبل ہے جو نمودار ہوتا ہے۔ لیکن زیر زمین تار نمودار نہیں ہوتی۔ جیسے عام لوگ نہیں دیکھ سکتے صرف واقف کار ہی دیکھ سکتے ہیں۔ ۲۱ مئی کے بعد دوپہر قلعہ جیل اور نوہٹہ پولیس چوکی کی ٹیلی فون لائنز پر شارٹ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے نتیجہ میں سرکٹ دس بے کار ہوگئی۔ ہم نے فالٹس مین متعلقہ کو نقص دور کرنے کے واسطے بھیج دیا۔ اس نے رعناواری کے ہسپتال کے پاس ٹریبل پول سے اطلاع دی۔ کہ وہاں سے آگے نوہٹہ لائن کی برانچ تک تین یا چار کھمبے ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ اور کچھ تاریں کاٹی گئی ہیں۔ ان کی لیونگ بھی خراب ہو چکی تھی۔ فالس مین نے اس کے باوجود نقص دور کرنے کی کوشش کی۔ مگر لوگوں نے اس پر پتھر پھینکے۔ اس لئے میں نے اسے جان بچا کر واپس آنے کی ہدایت کی۔

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ خانیار پولیس سٹیشن کی دو تاریں بابا ڈیمب کے پاس کاٹی گئی تھیں۔ اور کچھ تاریں بھی گم ہوئی تھیں۔ ۲۱ مئی کو بعد دوپہر یہ لائن بھی ناقابل کار ہوگئی۔ میں نے متعلقہ فالسمین کو بھیج دیا۔ تو اُسے معلوم ہوا کہ فلاش پورہ کے نزدیک ڈیمب (دلدل) میں کاٹی گئی ہے

وکیل استغاثہ۔ شوپورہ میں ٹیلی فون لائن کو کیا ہوا؟

وکیل ملزم آصف علی:۔ استغاثہ کو اس رعایت کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ میں جاننا چاہتا ہوں۔ کہ مقدمہ کب تک چلایا جاتا ہے۔

عدالت:۔ سوال پوچھا جا سکتا ہے۔

گواہ نے آگے چل کر کہا کہ شوپورہ میں خان بہادر عبدالقیوم سابق چیف جسٹس کے بنگلہ کے نزدیک بھی ٹیلیفون لائن کاٹی گئی تھی۔

عدالت ایک بجکر ۲۵ منٹ پر لنچ کیلئے ملتوی ہوئی۔

۱۲۱ تک | لنچ کے بعد کارروائی دو بجکر ۵ منٹ پر شروع ہوئی۔ اس وقت مسٹر آصف علی بیرسٹر۔ شانتی سروپ دھون۔ پنڈت دوارکا ناتھ کاچرو اور پنڈت جواہر لال موجود نہ تھے۔ پنڈت شمبوناتھ

انسپکٹر ٹیلی فون نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ۔ کہ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا ۔ کہ ہوائی اڈہ کی ٹیلی فون لائن خراب ہوگئی ہے ۔ گلمرگ کی ٹیلی فون لائن بھی خراب ہوگئی تھی ۔

وکیل استغاثہ :۔ کیا آپ نے ٹیلی فون لائنوں کے نقصان کی فہرست بنائی ۔

گواہ :۔ ہاں ہم نے ایسا کیا ۔ یہ فہرست عدالت کو پیش کی گئی ۔ اور اُسے شامل ریکارڈ کیا گیا

وکیل استغاثہ :۔ آپ نے غالباً سنا ہوگا ۔ کہ ان ایام میں نیشنل کانفرنس کے جلسے ہو رہے تھے ۔

وکیل ملزم :۔ مجھے اس پر اعتراض ہے ۔

عدالت :۔ (گواہ سے) کیا آپ کو علم ہے ۔ کہ ۱۶ مئی سے ۲۰ مئی تک کوئی جلسے ہوئے ۔

گواہ :۔ میں خود تو کسی جلسے میں نہیں گیا ۔ لیکن دوسروں سے ان کے متعلق سنا ۔

عدالت :۔ (وکیل استغاثہ) آپ گواہ سے پوچھ لیجئے کہ ۱۶ مئی سے قبل شہر میں جو فضا قائم تھی کیا وہ بیس مئی تک بھی برابر قائم رہی یا اس میں کوئی فرق آیا ۔

گواہ :۔ ۱۶ مئی سے قبل سرینگر کی فضا پُر امن تھی ۔ لیکن اس کے بعد ۲۰ مئی تک لوگوں میں کچھ ہلچل پیدا ہوگئی ۔ اور جو لوگ قانون کا احترام کرنے والے اور روڈ پر لوگ تھے اُن میں خدشہ پیدا ہوگیا ۔ لوگوں کو خطرہ پیدا ہوگیا ۔ کہ کہیں سنہ ۱۹۳۱ء والی حالت پیدا نہ ہو جائے ۔ اور فرقہ دارانہ فسادات شروع نہ ہوں ۔ اس موقعہ پر مسٹر آصف علی اور مسٹر شانتی سروپ کمرہ عدالت میں آئے ۔

وکیل استغاثہ مسٹر کاک :۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں کیا ہوا ؟

وکیل ملزم مسٹر آصف علی :۔ اگر آپ سنہ ۱۹۳۱ء تک جاتے ہیں ۔ تو ہم اس سے پیچھے کیوں نہ جائیں

وکیل ملزم :۔ بتائیے ۔ آپ کہاں تک جانا چاہتے ہیں ممکن ہے میں آپ کی خواہش پوری کرسکوں ۔

گواہ نے آگے چل کر کہا سنہ ۱۹۳۱ء کے فسادات محض فرقہ دارانہ تھے ۔

عدالت :۔ (وکیل ملزم سے) کیا آپ گواہ پر جرح کریں گے ۔

وکیل ملزم :۔ نہیں جناب ۔

استغاثہ کی طرف سے نواں گواہ ڈاکٹر حفیظ اللہ پیش ہوا ۔ آپ نے کہا کہ میں سٹی ڈسپنسری مہاراج گنج کا انچارج میڈیکل آفیسر ہوں ۔

چونکہ گواہ کی رپورٹ موقع پر موجود نہیں تھی ۔ اس لئے اس کیلئے ٹیلیفون کیا گیا ۔ عدالت نے تب تک دسواں گواہ پیش کرنے کا حکم دیا ۔

عوام کا تشدد فوجی افسروں کے بیانات

اس کے بعد میجر سردول سنگھ کو طلب کیا گیا لیکن وہ بھی غیر حاضر تھے اسلئے دوسرا گواہ طلب کیا گیا

لفٹننٹ لابھ سنگھ کا بیان :۔ استغاثہ کی طرف سے دسواں گواہ لفٹننٹ لابھ سنگھ پیش ہوا ۔ آپ نے کہا کہ میں فورتھ کشمیری انفنٹری میں کام کرتا ہوں ۔ مجھے ۱۲ مئی کو شہر میں ڈیوٹی پر لگایا گیا ۔ میں اس دن صبح سات بجے سے پہلے مہاراج گنج پولیس سٹیشن میں ڈیوٹی پر تھا ۔ مجھے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے حکم دیا ۔ کہ میں ملٹری لیکر مجسٹریٹ کے ساتھ خانقاہ معلی جاؤں ۔ میرے ساتھ ملٹری کے انیس آدمی اور میر محمد مقبول مجسٹریٹ بھی تھے ۔ میں تقریباً سوا سات بجے صبح خانقاہ معلی پہنچ گیا ۔ صحن میں قریباً ایک ہزار آدمی جمع تھے ۔ جو حکومت اور حکمران کے خلاف نعرے لگا رہے تھے

وکیل استغاثہ :۔ کوئی نعرہ یاد ہو تو بتلائیے ؟

گواہ :۔ "عہدنامہ امرتسر کو توڑ دو" "کشمیر کو چھوڑ دو" "ڈوگرہ راج مردہ باد" "ہری سنگھ سن بیول خدا ایں گول"

وکیل استغاثہ :۔ ہجوم کس انداز میں تھا ؟ وہ پُرامن تھا یا مشتعل ؟

وکیل ملزم :۔ مجھے اس پر اعتراض ہے ۔

وکیل استغاثہ :۔ کیا میرا دوست مجھے بتا سکتا ہے۔ کہ میں یہ سوال کس طرح پوچھوں۔

عدالت :۔ پوچھ لیجئے۔ کہ صحن میں بیٹھے لوگ کیا کر رہے تھے۔

وکیل استغاثہ نے یہی سوال دہرایا۔ اور گواہ نے کہا۔ کہ لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ اور وہ مشتعل تھے۔ آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ میں نے صحن کے ایک طرف سپاہی تعینات کئے۔ مسٹر محمد مقبول نے مجمع میں جا کر لوگوں کو سمجھایا کہ وہ منتشر ہو جائیں۔ اس کے جواب میں ہجوم منتشر ہونے کی بجائے زور زور سے نعرے بلند کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مجمع اکا دکا پتھر پھینکنے لگا۔ پتھر سپاہیوں کی طرف پھینکے گئے۔ جو کہ سپاہیوں کو لگے۔ اور کچھ مجھے۔ مجسٹریٹ نے مجھے کہا کہ مجمع خلاف قانون ہے۔ اور اگر اس طرح منتشر نہیں ہوگا۔ تو ہمیں تشدد استعمال کرنا پڑیگا۔ میں نے مجسٹریٹ کی التجا پر بگل بجایا۔ تاکہ لوگوں کی توجہ ہماری طرف مبذول ہو جائے۔ اس کے بعد مجسٹریٹ نے ہجوم کو کشمیری اور ہندوستانی زبان میں متنبہ کیا۔ کہ وہ منتشر ہو جائیں اور پتھر مارنے بند کر دیں۔ نہیں تو تشدد سے منتشر کرایا جائیگا۔ اس تنبیہ کے نتیجہ میں مجمع نے شدت کا پتھراؤ کیا۔ میں نے پھر خود مجمع کی طرف پکارا۔ کہ پتھر مارنے بند کردو۔ اور منتشر ہو جاؤ۔ ورنہ تشدد استعمال کیا جائے گا۔ اس پر بھی پتھراؤ بند نہ ہوا۔ اور میں نے اپنے لاٹھی والے سپاہیوں کو حکم دیا۔ کہ وہ مجمع پر چارج کریں۔ ۱۹ سپاہیوں میں سے صرف دس سپاہی لاٹھیوں سے مسلح تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مجمع میں خالی جگہ پیدا ہو گئی۔ خالی جگہ کے دونوں طرف مجمع زیادہ مشتعل ہو گیا۔ اور شدید پتھراؤ شروع کیا۔ اس حالت کے پیش نظر لاٹھی والے سپاہیوں کو دریا کے نزدیک ایک شیڈ میں لایا گیا۔ مجمع ان کا پیچھا کرنے لگا۔ اور پتھر مارنے لگا۔ لاٹھی والے سب آدمی پتھروں سے زخمی ہوئے تھے مجھے شیڈ کے نیچے بائیں ٹانگ پر پتھر لگا۔ مجمع چاروں طرف سے ماسوائے دریا کے ہم پر پتھراؤ کر رہا تھا۔ پتھراؤ کے وقت مجمع کشمیری زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ مجمع پتھر

مارتے ہوئے ہمارے شیڈ کے بالکل نزدیک آ گیا۔ ہم کو وہ جگہ چھوڑنی پڑی۔ اور ہم دریا کے نزدیک دیوار کے پاس چلے گئے۔ وہ جگہ شیڈ سے دس یا پندرہ گز دور ہے۔ چونکہ اس جگہ ایک طرف مکان تھا۔ اس لئے پتھراؤ کم ہونے کا خیال تھا۔ مجمع نے یہاں بھی ہمارا پیچھا کیا۔ اور پتھر مارتا رہا۔

وکیل ملزم آصف علی:۔ ہمیں ۲۰ رمئی کے بعد کے فسادات کی تفصیل میں نہیں جانا ہے۔ اگر استغاثہ نہیں رکیگا۔ تو میں بھی بارے پر اس سے زیادہ تفاصیل میں جاؤنگا۔ اور ایسی باتیں کہونگا۔ جو حکومت کیلئے ناپسندیدہ (DISAGREEABLE) ہونگی۔

گواہ نے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ مجمع کے رویہ سے میری اور میرے ساتھیوں کی زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ میں نے سیٹی بجائی۔ اور عوام کو تنبہ کی۔ کہ وہ منتشر ہو جائیں۔ ورنہ میں گولی چلانے پر مجبور ہونگا۔ میں نے ایک راونڈ فائر کرایا۔ لیکن لوگ منتشر نہ ہوئے۔ پھر دوسرا راونڈ فائر کرنے کا حکم دیا۔ جس سے ایک آدمی کی ٹانگ پر زخم آیا۔

وکیل استغاثہ۔ کیا آپنے ۲۰ رمئی کی صبح کو کسی جگہ لفٹنٹ کرنیل نرائن سنگھ کو دیکھا!

گواہ :۔ وہ سات بجکر بیس منٹ پر وہاں آئے۔ ان کے ساتھ ملٹری کے کچھ سپاہی تھے۔ آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ میں بعد ازاں لفٹنٹ کرنیل نرائن سنگھ کے کمانڈ کے تحت کام کرتا رہا۔ وہ اسی جگہ رہے۔ اور میں مقابل کی گلی کیطرف چلا گیا۔ اور قریباً دس منٹ تک وہاں رہا۔ جس لاری میں لفٹننٹ کرنیل نرائن سنگھ آئے تھے۔ وہ لاری اسی گلی میں کھڑی تھی۔ مجمع نے اس پر پتھر مار کر اسکے شیشے توڑ دئے۔ میرے ماتحت سپاہی دوسرے دن واپس ہوئے۔ مجھے اور میرے ماتحت سپاہیوں کو جو زخم آئے۔ اُن کا ملاحظہ ایک سویلین ڈاکٹر نے کیا۔

عدالت:۔ کیا وکیل ملزم گواہ پر جرح کرنا چاہتے ہیں؟

وکیل ملزم:۔ جی نہیں۔

گیارھواں گواہ استغاثہ بریگیڈ میجر کیپٹین سومینہ سنگھ آف کشمیر بریگیڈ پیش ہوا۔ آپنے کہا کہ مئی ۱۹۴۶؁ء میں میرے ماتحت سپاہی سرینگر میں ڈیوٹی پر لگائے گئے تھے۔ کل ۴۲ سپاہی زخمی ہوئے۔ میں نے ان کی فہرست مرتب کی۔ اس میں بتلایا گیا کہ کون سپاہی کہاں اور کس تاریخ کو زخمی ہوا۔

یہ فہرست عدالت کو پیش کی گئی۔ اس پر نمبر لگوا کر شامل ریکارڈ کیا گیا۔

عدالت :- کیا وکیل ملزم گواہ پر جرح کرنا چاہتے ہیں؟

وکیل ملزم :- جی نہیں۔

عدالت چار بجکر پانچ منٹ پر ملتوی ہوئی۔ کل پھر سماعت ہوگی۔ اور نویں گواہ ڈاکٹر حفیظ اللہ کا بیان قلمبند کیا جائیگا۔

نویں پیشی

زخمی سپاہیوں کے متعلق ڈاکٹر و کمانڈنگ آفیسر ملٹری ہسپتال کی شہادتیں

عوام کے تشدد اور اس پر فائر کے متعلق افسران ملٹری کے بیانات

سرینگر ۔ ۲۱ جولائی
مقام بادامی باغ چھاؤنی

وکلائے ملزم	وکلائے استغاثہ
مسٹر آصف علی ۔ پنڈت جیالال کلم	جے گوپال سیٹھی ۔ مسٹر مدسودن کاک
مسٹر شانتی سروپ دھون ۔ پنڈت امرناتھ	مسٹر جسونت سنگھ ۔ پنڈت رادھاکشن کول
پنڈت رگھوناتھ کول ۔	خواجہ عبدالاحد فاروقی

پنڈت شام لال جلالی پراسیکیوٹر اور مسٹر داونچو پراسیکیوٹر بھی وکلائے استغاثہ کے ساتھ موجود تھے

آج وزیٹرز والی میں کوئی قابل ذکر ہستی نہ تھی۔

کارروائی حسب معمول سیشن جج اور شیخ محمد عبداللہ صاحب کی آمد پر شروع ہوئی۔

زخمی سپاہیوں کے متعلق ڈاکٹری رپورٹ

کل جو کاغذات ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب کی گواہی کے سلسلے میں پیش ہونے تھے۔ وہ پراسیکیوشن کو لانے یاد نہیں رہے تھے آج وہ کاغذات لائے گئے تھے۔ اسلئے ڈاکٹر صاحب موصوف بطور گواہ پیش ہوئے۔ چونکہ مسٹر سیٹھی کچھ وقت کیلئے باہر چلے گئے۔ اس لئے اس اثناء میں استغاثہ کی رہنمائی پنڈت مدسودن کاک کرتے رہے۔

ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب انچارج میڈیکل آفیسر سٹی ڈسپنسری مہاراج گنج نے بیان کیا۔ میں نے سپاہی اننت رام نمبر ۱۵۷۷ کا مورخہ ۸ جیٹھ کو گیارہ بجکر پینتالیس منٹ پر معائنہ کیا۔ اور میں نے اس کے بدن پر مندرجہ ذیل زخم دیکھے۔

اس کے بازو پر ۲ انچ چوڑا Transversal Superficial appression.

دائیں گھٹنے کے جوڑ پر ضربات تھیں۔ اور وہ سوج کی حالت میں تھا۔ زخم تازہ تھا جو کسی کند آلہ سے لگا تھا۔ ان ضربوں کی نوعیت کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے میں نے اسے ایکسرے معائنہ کیلئے بھیجا۔ یہ زخم کسی پتھر سے بھی لگ سکتا ہے۔

جو زخمی میرے پاس پیش کئے گئے انکی فرد ضرب میں نے مرتب کی ہے۔ اس میں اس کا نتیجہ درج ہے

وکیل ملزم مسٹر آصف علی: کیا یہ بہتر نہیں ہوگا۔ کہ آپ وقت بچانے کیلئے صرف ایسے مضروبین کے متعلق شہادت قلمبند کریں۔ جن کو شدید زخم آئے تھے۔ یا تمام مضروبوں کی فہرست عدالت کے سامنے پیش کی جائے

وکیل استغاثہ مسٹر کاک: صرف فہرست پیش کرنے سے کام نہیں چلیگا۔ البتہ ہم سپاہیوں کے نام اور ان کے زخموں کی تعداد درج کرائیں گے۔

گواہ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ۔ میں نے اسد اللہ ولد انعرف کانسٹیبل ۹۲۶ کا ۸ جیٹھ کو ساڑھے دس بجے معائنہ کیا ۔ اس کے پیٹ پر چوٹیں آئی تھیں ۔ اسے سٹیٹ ہسپتال میں بطور انڈور مریض بھیجا گیا ۔ میں نے سردار خان لانس نایک ۸۰۵ کا ۸ جیٹھ دس بجکر بیس منٹ معاینہ کیا ۔ اس کو تین زخم لگے تھے ۔ دو خفیف قسم کے تھے ۔ اور ایک کے متعلق رائے تین دن تک زیر غور رکھی گئی ۔ یہ زخم کند آلہ سے لگائے جا سکتے ہیں ۔ جسمیں پتھر بھی شامل ہے ۔ میں نے لانس نایک ۱۲۸ کا پونے نو بجے ۸ جیٹھ کو معاینہ کیا ۔ اس کو بھی تین زخم لگے تھے ۔ زخم خفیف نوعیت کے تھے ۔ میں نے چیت بہادر ۸۰۳۰۱ کا ۸ جیٹھ کو بارہ بجے ۵۳ منٹ پر معاینہ کیا ۔ جس کو ایک زخم لگا تھا ۔ زخم کی نوعیت خفیف تھی ۔ جو کسی کند آلہ سے لگ سکتا ہے ۔ اس کا نتیجہ میں نے رپورٹ کی پشت پر درج کیا ہے ۔ میں نے عبدالقیوم ولد شیخ فت کانسٹیبل ۲۱۸ کا ۹ جیٹھ کو ایک بجکر ۴۸ منٹ پر معاینہ کیا ۔ اس کو جو زخم لگے تھے ۔ جو خفیف نوعیت کے تھے ۔ میں نے جمعدار محمد نواب ایم سی آف فورتھ کشمیر انفنٹری کا ۱۰ جیٹھ کو ۱ بجکر ۲۰ منٹ پر معاینہ کیا ۔ جس کے چار زخم لگے تھے ۔ جن میں سے تین خفیف نوعیت کے تھے ۔ اور ایک کے متعلق رائے محفوظ رکھی گئی ۔ میں نے لفٹنٹ لابھ سنگھ آف فورتھ کشمیر انفنٹری کا ۱۰ جیٹھ کو ۱ بجکر ۵۰ منٹ پر معاینہ کیا ۔ جس کے بدن پر پانچ خفیف زخم لگے تھے ۔ جو خفیف نوعیت کے تھے ۔

میں نے لفٹنٹ کرنیل زائن سنگھ آف فورتھ کشمیر انفنٹری کا ۱۰ جیٹھ کو دس بجکر دس منٹ پر معاینہ کیا ۔ جس کو دو زخم لگے تھے ۔ زخم خفیف نوعیت کے تھے ۔ اور جو تین دن سے لگے تھے ۔

میں نے لانس نایک رتن سنگھ ۹۲۱۱ آف کشمیر انفنٹری کا ۱۰ جیٹھ کو ۱۲ بجے معاینہ کیا ۔ جس کے بدن پر دو زخم لگے تھے ۔ یہ زخم خفیف نوعیت کے تھے ۔ جو معائنہ پر تین دن سے لگے ہوئے دریافت ہوئے ۔

میں نے اس کے علاوہ مفصلہ ذیل اشخاص کا ۱۰ تاریخ کو معائنہ کیا ۔ جن کے نام مشمولہ لسٹ میں

مندرج ہیں۔ یہ فہرست چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ان زخمیوں کی تعداد بیس ہے۔ میں نے خود تمام مقصدہ بالا زخمیوں کا معاینہ کیا۔ اور میں نے خود تمام ان ضربات کی تفصیلات فہرست میں درج کیں۔ ان فہرستوں میں میں نے ان کے زخموں کی نوعیت اور استعمال شدہ آلہ کے متعلق تفصیلات لکھی ہیں۔

وکیل ملزم مسٹر آصف علی:۔ (وکیل استغاثہ سے) آپ کو گواہ سے یہ بھی پوچھ لینا چاہیئے۔ کہ اس نے کتنے ہزار زخمی لوگوں کا ملاحظہ کیا۔

وکیل استغاثہ:۔ یہ کام ہم نے آپ پر چھوڑا ہے۔ (قہقہہ)

عدالت:۔ کیا وکیل ملزم گواہ پر جرح کریں گے؟

وکیل ملزم:۔ جی نہیں۔

عدالت نے وکیل ملزم کا اعتراض درج رجسٹر کیا۔ کہ گواہ کا بیان غیر متعلقہ ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ فیصلہ دیا کہ عدالت کو اس اعتراض سے اتفاق نہیں۔

میجر سروول سنگھ کا بیان ۔ میجر سروول سنگھ بارہویں گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ اس مرحلہ پر مسٹر سبھٹی نے خود گواہ کی رہنمائی کا کام سنبھالا۔ گواہ نے کہا کہ میں بادامی باغ ملٹری ہسپتال کا کمانڈنگ آفیسر ہوں۔ ۸ ر جبیبہ کو میرے پاس چار زخمی سپاہی لائے گئے۔ میں نے ان کے نام اور ان کے زخموں کی فہرست مرتب کی زخمیوں کے نام یہ ہیں۔ لانس نایک محمد شریف آف فورتھ کشمیر انفنٹری۔ لانس نایک سردار خان۔ سپاہی نت رام سپاہی قمرے۔ میں نے صحیح طور پر ان کے زخموں کی فہرست بنائی۔

مسٹر آصف علی اور مسٹر شانتی سروپ دھون اس مرحلہ پر کمرۂ عدالت سے باہر چلے گئے۔

گواہ نے کہا۔ کہ ۱۳ ر جبیبہ کو میں نے سپاہی مہنت سنگھ آف فورتھ کشمیر انفنٹری کا ملاحظہ کیا۔ اور اس کے زخموں کی فہرست مرتب کی۔ ۱۶ ر جبیبہ کو میں نے سپاہی سنگھ لال آف فورتھ کشمیر انفنٹری کو ہسپتال میں داخل کیا۔ اس کو شدید ضرب لگی تھی۔ سپاہی نت رام جسے ۸ ر جبیبہ کو ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا۔ ابھی تک زیر علاج ہے۔

گواہ نے دیگر چھ زخمی سپاہیوں کے ناموں، ہسپتال میں داخل ہونے، اور ہسپتال سے خارج ہونے کی تاریخوں کے متعلق جو فہرست بنائی تھی۔ اسے عدالت نے شامل ریکارڈ کر لیا۔

عدالت:۔ کیا وکیل ملزم گواہ پر جرح کرنا چاہتے ہیں؟

وکیل ملزم مسٹر [illegible]:۔ نہیں جناب۔

سکریٹری اپیل کانفرنس کی طرف سے عدالت کو درخواست پیش کی گئی تھی۔ کہ عدالت نماز جمعہ کے واسطے برخاست کی جائے۔ عدالت نے حکم دیا کہ ایک بجے سے دو بجے تک عدالت برخاست ہوگی اس دوران آپ نماز ادا کیجئے۔

کرنل [illegible] کا بیان

استغاثہ کی طرف سے تیرھواں گواہ لفٹننٹ کرنل [illegible] پیش ہوا۔ آپ نے کہا:۔

میں ملٹری باغ چھاؤنی میں تعینات ہوں۔ ۲۱ مئی ۱۹۴۶ء کی صبح کو تقریباً سوا سات بجے جنرل [illegible] چیف آف دی ملٹری نے حکم دیا۔ کہ: میں مہاراج گنج چلا جاؤں۔ کیونکہ وہاں حالات خراب ہو رہے ہیں۔ اور میں وہاں چھوٹے درجے کے افسروں کی امداد کروں۔ میں [illegible] بجکر بیس منٹ پر سپاہیوں کو ساتھ لیکر بذریعہ لاری مہاراج گنج کی طرف گیا۔ میرے ساتھ چار آدمی تھے۔ جب میں [illegible] بجے مہاراج گنج پہنچا تو لفٹننٹ محمد صادق اور ان کی چھوٹی سی پارٹی دیکھی۔ جس پر سخت پتھراؤ ہو رہا تھا [illegible] کی بات ہے۔ لوگ مکانوں اور گلیوں سے ہر طرف ملٹری پر پتھر پھینک رہے تھے۔ مہاراج گنج [illegible] لیفٹننٹ [illegible] اور ان کی چھوٹی سی پارٹی کو [illegible] بجکر [illegible] منٹ پر دیکھا۔ [illegible] دیا کہ لفٹننٹ لال [illegible] اور [illegible] کی پارٹی گھیرے میں آکر مصیبت میں ہے۔ [illegible] لفٹننٹ لال [illegible] اور ان کی پارٹی [illegible] تھی۔ میں [illegible] پہنچا [illegible] کہ لفٹننٹ لال [illegible] کو [illegible] پر [illegible] رہا [illegible] تھے۔

اور پتھر پھینکنے والے ان کے چاروں طرف تھے۔ پتھراؤ کرنے والے میرے اندازے کے مطابق ایک ہزار کے قریب تھے۔
ایک بج گیا۔ اور عدالت لنچ کیلئے ملتوی ہوئی۔

لنچ کے بعد کارروائی۔ لفٹننٹ کرنل سنگھ نے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ میں لائق سنگھ سے ملا۔ لفٹننٹ لائق سنگھ خود بھی زخمی ہوئے تھے۔ اُس نے کہا۔ کہ مجمع خلاف قانون قرار دیا جا چکا ہے۔ اور دو راؤنڈ فائر سے اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ مجمع پُرامن نہ تھا۔ اور سپاہیوں پر پتھر برسا رہا تھا۔ میں نے خواجہ محمد مقبول سے اس بات کی تصدیق کرائی۔ کہ مجمع فی الواقع خلاف قانون ہے۔ انہوں نے جواب اثبات میں دیا!
اور مجھے حالات کو سنبھالنے کیلئے کہا۔ میں مجمع کی طرف تھوڑا آگے بڑھا۔ اور ان کی طرف باآواز بلند کہا۔ کہ وہ پتھر مارنے سے احتراز کریں۔ منتشر ہو جائیں۔ ورنہ تشدد استعمال کیا جائیگا۔ مجمع میں سے ایک کشمیری آدمی مجھے ملا۔ میں نے اس کے ذریعہ بھی لوگوں سے کہا۔ کہ وہ منتشر ہو جائیں۔ اور ہم پر پتھر نہ برسائیں۔ خواجہ محمد مقبول مجسٹریٹ کو بھی میں نے مجمع کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ کشمیری زبان میں عوام کو منتشر ہونے کیلئے کہیں۔ مگر اس دوران میں مجمع آگے بڑھتا رہا۔ اور پتھر پھینکتا رہا۔ اس دوران میں مجھے بھی ایک پتھر لگ چکا تھا۔ حالات میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ میں نے دو بار سیٹی بجا کر ہجوم کو آگاہ کیا کہ وہ پتھر نہ مارے۔ اور منتشر ہو جائے۔ ورنہ فائر ہوگا۔ اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں نے اپنی اور اپنے سپاہیوں کی جان کو خطرے میں دیکھکر [illegible] سعد اللہ کو حکم دیا۔ کہ وہ مجمع کے سرگروہ پر ایک راؤنڈ فائر کرے۔

وکیل استغاثہ: آپ کو کیسے پتہ لگا۔ کہ یہی وہ سرگروہ ہے؟
گواہ: وہ سب سے آگے تھا اور مجمع کو اکسا رہا تھا۔ آگے چل کر گواہ نے کہا کہ سرگروہ زخمی ہو گیا۔ اور ہجوم اسے اٹھا کر اندر لے گیا۔ جس وقت گولی چلانے کا حکم دیا گیا۔ اس وقت تقریباً آٹھ بجے صبح کا وقت تھا۔ دکھا راؤنڈ فائر کرنے کا ہجوم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ بلکہ وہ برابر ہماری طرف بڑھتا آیا۔ اور پتھراؤ کرتا رہا۔ اس پر میں نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ کہ وہ دریا کیطرف پیچھے ہٹ جائیں جب سپاہی پیچھے ہٹ

جاہتے تھے۔ تو ایک ادر شریف آدمی کے ذریعہ میں نے ہجوم کو متنبہ کیا۔ کہ وہ پتھر نہ مارے اور منتشر ہو جائے۔ میں نے یہی وارننگ خواجہ محمد مقبول مجسٹریٹ کے ذریعہ ایک دفعہ پھر ہجوم تک پہنچائی۔ اس اثنا میں سپاہی دریا کے کنارے کی طرف پہنچ گئے۔ ہم چالیس گز پیچھے ہٹے۔ لوگ لگاتار ہماری طرف آنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے اور سپاہیوں کے درمیان صرف ۱۵ یا ۲۰ گز کا فاصلہ رہا۔ اب ہمارے لئے پیچھے ہٹنے کی جگہ بھی نہ رہی۔ سپاہیوں کو انتہائی خطرہ میں دیکھ کر میں نے لانس نائیک رتن سنگھ کو حکم دیا۔ کہ وہ ایک راونڈ فائر کرے۔ ایک آدمی گولی لگنے کی وجہ سے گر پڑا۔ اور مجمع منتشر ہونا شروع ہوا۔

آگے چل کر گواہ کرنیل نرائن سنگھ نے کہا۔ کہ پتھروں کے علاوہ ہم پر مسجد کی چھت سے کڑیاں کے ری ہوا ہے۔ پھینکنے لگے۔ یہ مختلف لمبائی کے تھے۔ بڑے سے بڑا کندا جو ہم پر پھینکا گیا تھا۔ ایک فٹ موٹا ہو گا۔

وکیل استغاثہ:۔ ری ہوا ہے۔ کندے ۲ یا ۳ فٹ لمبے تھے؟

وکیل ملزم مسٹر گلم:۔ مجھے اس پر اعتراض ہے۔

عدالت:۔ اچھا گواہ خود بتائیے۔

گواہ:۔ لمبائی میں ایک فٹ سے لیکر ۳ فٹ تک تھی۔

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ مہاراج گنج تھانہ کے ایک میڈیکل آفیسر نے میرے اور میرے سپاہیوں کے زخموں کا معائنہ کیا۔ زخمیوں میں لفٹننٹ لابھ سنگھ اور جمعدار محمد نواز شامل تھے۔ میرا خیال ہے۔ کہ ہمارا معائنہ ۲۲ مئی کو ہوا۔ میں نے ان واقعات کی نسبت ڈائری بھی رکھی ہے۔

وکیل استغاثہ:۔ وہ ڈائری پیش کیجئے۔

گواہ:۔ گواہ نے ڈائری پیش کی۔ اور عدالت نے اس پر نشان لگا کر شامل ریکارڈ کر لیا۔

وکیل استغاثہ:۔ یہ تو آپ بتا چکے کہ مجمع سپاہیوں پر پتھر پھینک رہا تھا۔ آپ مجھے بتائیے! اس دوران میں مجمع کیا کر رہا تھا۔ وہ چپ چاپ تھا یا کچھ کر رہا تھا؟

گواہ : ۔ ہجوم گاہے گاہے نعرے بھی لگاتا تھا

وکیل استغاثہ : ۔ کوئی نعرے جو یاد ہیں۔ وہ بتایئے ۔

گواہ : ۔ ہری سنگھ مردہ باد ۔ کرن سنگھ مردہ باد ۔ ڈوگرہ راج مردہ باد

وکیل استغاثہ : ۔ آپ نے کہا ۔ کہ ۲۳ مئی کو مہاراج گنج تھانہ میں ڈاکٹر نے آپکے اور آپکے سپاہیوں کے زخموں کا معائینہ کیا تھا ۔ ۲۱ مئی اور ۲۲ مئی کو کیوں ایسا نہیں کیا گیا ۔ ؟

گواہ : ۔ ۲۱ مئی کو ہمارے افسروں نے ہمیں طبی امداد بھیجی تھی ۔ لیکن راستہ خراب ہو چکا تھا ۔ اور لوگوں نے ہماری ایمبولنس کار پر پتھر پھینکے تھے ۔ اسلئے ۲۱ مئی کو ہم تک طبی امداد نہ پہنچی ۔

وکیل استغاثہ : ۔ ۲۲ مئی کو کیوں طبی امداد نہ پہنچی ؟

گواہ : ۔ ۲۲ مئی کو بھی راستہ خراب تھا ۔

بیان کو جاری رکھتے ہوئے کرنل نرائن سنگھ نے کہا ۔ کہ ۲۱، ۲۲ مئی کو میں میرے افسر اور میرے سپاہی برابر ڈیوٹی پر تھے ۔ ہم اپنی ڈیوٹی نہیں چھوڑ سکتے تھے ۔ خانقاہ معلےٰ کے آس پاس کی سڑکیں میں نے دیکھیں ۔ جگہ جگہ نالیاں کھودی گئیں تھیں ۔ پتھروں کے ڈھیر جمع کئے گئے تھے ۔ دو ایک جگہ بجلی کے کھمبے توڑ کر راستہ مسدود کیا گیا تھا ۔ جس جگہ کا میں ذکر کر رہا ہوں ۔ اس جگہ سے دو گاڑیاں نہیں جا سکتی تھیں ۔

عدالت : ۔ کیا وکیل ملزم گواہ پر جرح کرنا چاہتے ہیں ؟

وکیل ملزم مسٹر کلام : ۔ جی نہیں ۔

ہندو طلباء کے بیانات : ۔ وکیل استغاثہ کی طرف سے چودھواں گواہ مسٹر برجیندر ناتھ پنیش بیان کیا کہ میں ہندو [illegible] کا رہنے والا ہوں ۔ عمر بتیس سال کی ہے ۔ اور ہندو سٹوڈنٹس فیڈریشن کا ممبر [illegible] ہوں ۔ فیڈریشن کے صدر کا نام پنڈت لچھمی نرائن وکیل ہے

وکیل استغاثہ :۔ آپ کی فیڈریشن کا نصب العین کیا ہے؟ کیا یہ سیاسی یا غیر سیاسی جماعت ہے؟

گواہ :۔ فیڈریشن سیاسی جماعت ہے ۔ اس کا نصب العین ریاست میں مہاراجہ بہادر کے زیر سایہ ذمہ دار حکومت قائم کرنا ہے ۔ بیان کو جاری رکھتے ہوئے برجندر ناتھ نے کہا ۔ کہ مئی ۱۹۴۶ء میں میں سرینگر میں تھا ۔ اس مہینہ میں نیشنل کانفرنس کے جو جلسے منعقد ہوئے ۔ ان میں سے میں ان جلسوں میں شامل ہوا ۔ جو پتھر مسجد ۔ ملارٹہ ۔ اور نوشہرہ میں ہوئے ۔ جلسے نیشنل کانفرنس کے اہتمام سے ہوتے تھے ۔ ان تینوں جلسوں کی صدارت شیخ عبداللہ صدر نیشنل کانفرنس نے کی ۔ جلسوں کی وجہ سے مہاراجہ بہادر کے خلاف بدخواہی پیدا ہوئی ۔ ڈوگرہ شاہی خاندان کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوئے ۔ شہر میں لوگ اچھی طرح چل پھر نہ سکتے تھے ۔

وکیل استغاثہ ۔ کیوں!

گواہ :۔ نیشنل کانفرنسیوں کی تقریروں کی وجہ سے کسی بھی وقت لوٹ مار کا خطرہ تھا ۔ معزز لوگ اپنی مستورات کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتے تھے ۔ دن رات ہر طرف نعرے گونجا کرتے تھے! مختلف جگہوں پر نیشنل کانفرنس کے آدمی ٹولیوں میں پھرتے تھے اور نعرے لگاتے تھے ۔

وکیل استغاثہ :۔ کیا نعرے!

گواہ :۔ عہد نامہ امرتسر کو توڑ دو ۔ کشمیر کو چھوڑ دو ۔ پونلسس انم ڈیوریڈ ۔ رام لال کسن زہر باد (پیسہ کو چیائی لائی ۔ رامچند کاک کو زہر باد ہو) ۔ پونسس انم مکائی وٹ ۔ کرن سنگھس یڈپھٹ (پیسہ کو کمی لائی ۔ کرن سنگھ کا پیٹ پھٹے) ہری سنگھ مردہ باد ۔ کرن سنگھ مردہ باد ڈوگرہ راج مردہ باد ۔

آگے چل کر گواہ نے کہا ۔ کہ غالباً ۱۲ مئی کو ہماری فیڈریشن کی میٹنگ منعقد ہوئی ۔ اس کی

غرض و غایت یہ تھی کہ شہر کے حالات کس قسم کے ہیں۔ ہم اقلیت میں ہیں۔ حکومت نے ہمارے لئے کیا کیا ہے اور ہم کو کونسا قدم اٹھانا چاہیئے۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم شہر کے گلی کوچوں میں مہاراجہ بہادر کی جے اور ڈوگرہ راج زندہ باد کے نعرے دیواروں پر لکھیں۔ ہم نے یہ نعرے گنپت یار میں ایک جگہ مندر کی دیوار پر رنگ سے لکھے۔ شہر کے باقی حصوں میں نعرے چاک سے لکھے گئے۔ گنپت یار میں نیشنل کانفرنس کی ٹولیاں آئیں۔ اور نالی سے کیچڑ اٹھا کر ہمارے لکھے ہوئے پر لگا دیا۔ ہم نے اس معاملہ کی رپورٹ آنریبل پرائم منسٹر اور گورنر کو بذریعہ تار دی۔ اس کے علاوہ اخبارات کو بھی ایک چٹھی لکھی۔ جن جگہوں پر ہم نے چاک سے لکھا۔ اس پر بھی مٹی لگا دی گئی۔ لیکن معلوم نہیں کہ کس وقت۔ ۱۶ یا ۱۷ مئی کو ہم نے پرتاب بھون کے احاطہ میں اقلیتوں کی ایک میٹنگ بلائی۔ میٹنگ آٹھ بجے شام کو ہوئی۔ صدارت لالہ شیوناتھ بنڈ نے فرمائی۔ اس اثناء میں غلام محمد بخشی ایک گروہ کو ساتھ لیکر وہاں آیا۔ اور ہم پر پتھر پھینکنے شروع کر دئیے۔ وہاں تقریباً ۲۰ یا ۳۰ آدمی تھے۔ ان کا ارادہ ہم کو مارنے کا تھا۔ مگر پولیس موقع پر آ گئی۔ اور انہوں نے گروہ کو منتشر کیا۔ گروہ میں جو لوگ شامل تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں۔ انہوں نے ہمیں کہا۔ کہ لکچر بند کرو۔ ورنہ تمہیں ماریں گے۔ پولیس نے نہ محض غلام محمد بخشی اور اس کے گروہ کو منتشر کیا۔ بلکہ ہم کو بھی۔

وکیل استغاثہ :۔ آپ نے پرتاب بھون کی میٹنگ میں کیا فیصلہ کیا؟

گواہ :۔ ہم نے ایک ریزولیشن پاس کیا۔ جس کے ذریعہ سے حکومت سے دریافت کیا۔ کہ اس نے اقلیت کی حفاظت کیلئے کیا کیا۔

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ پرتاب بھون سے منتشر ہو کر ہم ایک ٹولی کی صورت میں مہاراجہ بہادر کی جے پکارتے ہوئے نیچے چلے گئے۔ ۱۷ مئی کو گنپت یار میں سماج سدھارسمتی کا جلسہ تھا۔ جلسہ کے خاتمہ پر ہم تقریباً ۵۰ لڑکے ٹولی بنا کر مہاراجہ بہادر کی جے پکارتے ہوئے چلے گئے۔

وکیل استغاثہ :۔ آپ فتح کدل کی طرف کیوں گئے؟ کس غرض سے؟

گواہ :۔ اس لئے کہ اقلیت کے افراد اور مہاراجہ بہادر کی وفادار رعیت کے دل نیشنل کانفرنس کی وجہ سے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ ان کو ڈھارس بندھائی جائے۔

وکیل استغاثہ :۔ زعدالت سے) گواہ کچھ اور کہہ رہا تھا لیکن اسے قلمبند نہیں کیا گیا۔

وکیل ملزم مسٹر ڈکلم :۔ گواہ کو کہنے دیجئے۔ آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں۔

وکیل استغاثہ :۔ گواہ نے کہا آپ کان دھر کر کاروائی سنا کریں۔

گواہ نے آگے چل کر کہا۔ کہ ہم مہاراجہ بہادر زندہ باد۔ ڈوگرہ راج زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے جب ہم فتح کدل کے پاس پہنچے تو دوسری طرف سے سو افراد پر مشتمل ہجوم نعرے لگاتا ہوا ہماری طرف آیا۔ وہ مہاراجہ بہادر مردہ باد اور ڈوگرہ راج مردہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔ ہجوم نے ہمیں چاروں طرف سے گھیرا۔ ہم پر لاٹھیوں سے وار کیا۔ اور ہم بھاگ گئے۔ مجھے اور میرے ساتھی اومکار ناتھ کو زخم لگے۔ دیگر ساتھیوں کو بھی چوٹیں آئیں۔ مجھے لاٹھی کی ضرب لگی۔ اومکار ناتھ کو چھرا گھونپا گیا۔ وہ گر پڑا۔ میں نے اسے ایک دو ساتھیوں کے سپرد کیا۔ اور خود پنڈت جانکی ناتھ صفایا انشورنس ایجنٹ کے گھر جاکر وہاں سے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ٹیلی فون پر اطلاع دی۔ میرے ساتھیوں نے اومکار ناتھ کو سٹیٹ ہسپتال میں پہنچا دیا۔ چھرا گھونپنے کے واقعہ کے متعلق پولیس نے تفتیش کی۔ میرا بیان قلمبند نہیں کیا گیا۔

وکیل استغاثہ :۔ ۲۰ مئی کے بعد شہر کی حالت کیا تھی؟

گواہ :۔ اس تاریخ کے بعد شہر میں شورش دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔

وکیل استغاثہ :۔ راستے میں آپ نے کسی تانگے والے کو بھی دیکھا؟

گواہ :۔ جی ہاں ایک تانگہ والا لوگوں کو یہ کہہ رہا تھا کہ فلاں جگہ جلسہ کیلئے جمع ہو جاؤ کیونکہ شیخ محمد عبداللہ اپنا پروگرام بتائیں گے۔ کہ ہم مہاراجہ بہادر اور کرن سنگھ کو گھاس پر چلائیں گے

تنا یہ بھی کہہ رہا تھا۔ کہ شیخ محمد عبداللہ جلد ہی کشمیر کے تخت پر بیٹھے گا۔
وکیل استغاثہ :۔ تانگہ والے کا نام کیا تھا؟

گواہ :۔ سلہ غلہ دار

وکیل ملزم مسٹر کلم :۔ سلہ غلہ دار کے متعلق سوال غیر متعلقہ ہے۔ جو کچھ اس نے کہا اور کہا ہو گا۔ وہ شیخ محمد عبداللہ کے خلاف شہادت نہیں ہے۔ اور مزید برآں اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ جاری ہے۔ اس کے مقدمے کی وجہ سے اس مقدمہ میں شہادت لکھنا درست نہیں ہے۔

وکیل استغاثہ :۔ جس شخص کا نام نے سلہ غلہ دار نام بتایا۔ اس کا نیشنل کانفرنس سے کیا تعلق ہے۔
گواہ :۔ وہ کانفرنس کا اچھا کارکن ہے۔ آگے چل کر مسٹر برجندر ناتھ نے کہا۔ کہ میں نے یہی باتیں سلہ غلہ دار کو تانگہ پر لاوڈ سپیکر سے کہتے سنا۔

وکیل استغاثہ :۔ نعرے کب تک جاری رہے؟ اس مرحلہ پر مسٹر جسونت سنگھ نے کچھ کہا۔
وکیل ملزم ۔ مسٹر کلم :۔ مجھے سخت اعتراض ہے۔ ہمارا یہاں رہنا فضول ہے۔ میرے دوست کے ایک جونیئر نے گواہ کی فقط آج رہنمائی کی ہے۔

وکیل استغاثہ مسٹر جسونت سنگھ میں نے کچھ نہیں کہا۔ صرف کہہ رہا تھا کہ بیان اس طرح قلمبند ہونا چاہئے۔

وکیل استغاثہ مسٹر جے پال ۔ اس بارے میں میرے دوست کو اعتراض ہے لیکن انہیں دوسروں کی دھمکیاں دے کر اعتراضات پیش نہیں کرنے چاہئیں۔

مسٹر کلم :۔ میں نے کوئی دھمکی نہیں دی۔ آپ ہیں کون جو میں آپ کو دھمکیاں دوں آپ بھی محض ایک وکیل ہیں۔

بیان کو جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا کہ ملزم نے متذکرہ صدر تین جگہوں میں تقریریں کیں

ملزم نے کہا۔ کہ ہم ڈوگرہ راج کو ختم کریں گے ۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے سکھوں سے غداری کی۔ انہوں نے ۷۵ لاکھ روپے میں کشمیر خریدا ہے ۔ ہم غلامی کی زنجیر کو توڑنا چاہتے ہیں۔ جس وقت انگریز ہندوستان سے چلے جائیں گے۔ تو ہم ان سے مطالبہ کریں گے۔ کہ وہ کشمیر کو بھی آزاد کریں۔ ہم ان سے کہیں گے۔ کہ ہمیں مہاراجہ کشمیر سے کوئی ہمدردی نہیں۔ ہم انہیں اپنا مہاراجہ نہیں مانتے ۔ نیشنل کانفرنس کا پروگرام ڈوگرہ شاہی اور مہاراجہ بہادر کو ختم کرنا ہے ۔ میں نے دہلی میں ہی مارچ کا آرڈر دیا ہے ۔ میں وقت کی تاک میں ہوں۔ کہ دشمن مجھ سے کب ٹکرے گا ۔ تقریر کے شروع ، درمیان اور آخر میں بھی نعرے لگائے جاتے تھے

عدالت : ۔ کیا وکیل ملزم گواہ پر جرح کریں گے ۔

وکیل ملزم مسٹر کلم ۔ نہیں جناب ۔

اس مرحلہ پر وکیل ملزم مسٹر کلم نے عدالت سے درخواست کی کہ ہمیں گواہان استغاثہ کی فہرست دی جائے

وکیل استغاثہ : ۔ مسٹر جے گوپال نے کہا ۔ کہ چونکہ ملزم کے وکلاء گواہوں پر جرح نہیں کرتے ۔ اس لئے فہرست مہیا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ۔ بہرحال ہم ایسا کریں گے ۔

استغاثہ کی طرف سے پندرھواں گواہ مسٹر اومکار ناتھ پیش ہوا۔ آپ نے کہا کہ میں طالبعلم ہوں۔ میں مسٹر برجبند ناتھ دجو حاضر عدالت ہے) کو جانتا ہوں ۔ ۲۰ مئی کی صبح میں اس کے ساتھ کہیں نہیں گیا البتہ شام کو اس کے ساتھ گنپت یار مندر میں گیا تھا۔ اس جگہ سے ہم تقریباً چالیس لڑکے فتح کدل کی طرف جلوس کی صورت میں جا رہے تھے ۔ ہم مہاراجہ بہادر زندہ باد، راج کمار زندہ باد اور ڈوگرہ راج زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے ۔ جب ہم فتح کدل کے موڑ کے پاس پہنچے ۔ تو نیشنل کانفرنس کے آدمی آئے ۔ جو ہر سنگھ مردہ باد۔ کرن سنگھ مردہ باد کے نعرے لگا رہے تھے ۔ ہم ادھر سے نعرے لگا رہے تھے ۔ نیشنل کانفرنسیوں نے ہم پر حملہ کیا۔ مجھے چھرا گھونپا گیا۔ چھرا میری چھاتی میں لگا ۔ (گواہ نے نشان عدالت کو دکھایا) ۔

ساتھیوں نے مجھے سیٹھ ہاسپتال میں پہنچا دیا۔ میرے زخم کا معاینہ ہاؤس سرجن نے کیا۔ میں چھ دن ہسپتال میں بطور داخلی بیمار اور پندرہ دن خارجی بیمار رہا۔ یہ واقعہ پولیس نے درج رجسٹر کیا اور مجھ سے بیان بھی لیا گیا

عدالت :۔ کیا وکیل ملزم گواہ پر جرح کرنا چاہتے ہیں ؟

وکیل ملزم :۔ نہیں جناب ۔

فوٹوگرافر کا بیان

استغاثہ کی طرف سے سولھواں گواہ مسٹر کستوری لال فوٹوگرافر پیش ہوا ۔ آپ نے کہا : میں امیرا کدل میں رہتا ہوں ۔ عمر ۲۲ سال ہے ۔ پیشہ فوٹوگرافی ہے پریذیڈنٹ میونسپلٹی نے مجھے فوٹو لینے کا حکم دیا ۔ میں نے ایسا کیا ۔ گواہ نے فوٹو شناخت کئے ۔ اور کہا کہ انہیں میں نے ہی لیا ہے ۔ اور ان کے پیچھے لکھا ۔ ۔ کہ یہ کس کس جگہ کے ہیں ۔

عدالت :۔ وکیل ملزم گواہ پر جرح کریں گے ؟

وکیل ملزم :۔ نہیں جناب ۔

عدالت سوا چار بجے برخاست ہوئی ۔ کل پھر مقدمہ کی سماعت ہوگی ۔

دسویں پیشی

مجسٹریٹوں کی مجمع کے اشتعال کے متعلق شہادتیں

باوجود فہمائش کے مجمع منتشر نہ ہوا۔

(خواجہ محمد مقبول)

سری نگر۔ ۲۷ جولائی   مقام بادامی باغ چھاؤنی

وکلائے استغاثہ	وکلائے ملزم
جے گوپال سیٹھی	مسٹر آصف علی
پنڈت رادھا کشن کول	پنڈت جیالال کلم
مسٹر جسونت سنگھ	پنڈت امرناتھ رینہ و مسٹر شانتی سروپ
خواجہ عبدالاحد فاروقی	پنڈت موہن کشن ٹکو و پنڈت رگھوناتھ کول

آج وزیٹر گیلری میں بہت کم اصحاب موجود تھے

پہلے سیشن جج صاحب تشریف لائے۔ اس کے بعد شیخ صاحب کو سپاہیوں کے پہرے میں لایا گیا۔

ڈاکٹر اومکار ناتھ استغاثہ کی طرف سے ڈاکٹر اومکار ناتھ بیتھالوجسٹ صدر ہسپتال سری نگر ستر ھویں گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ آپ نے کہا کہ ۱۴ جون ۳۱ء کو ایک مضروب میرے پاس ہسپتال میں آیا۔ اس وقت رات کے نو بجے تھے۔ میں نے ۵ جون کو اس کا معاینہ کیا۔ اس پر چھرا گھونپے کا نشان تھا۔ جو اسکی چھاتی کے بائیں طرف سے اس کی آٹھویں پسلی کے نزدیک لگا تھا۔ زخم ڈیڑھ انچ لمبا۔ نصف انچ چوڑا اور نصف انچ گہرا تھا۔ زخم اس وقت تازہ تھا۔ اور اس سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کی قمیض اور بنیان

پھٹی ہوئی اور خون آلودہ تھی۔ میری رائے میں یہ زخم کسی تیز دھار والے آلہ سے لگا ہوا تھا۔

وکیل استغاثہ:- کیا یہ زخم خنجر سے بھی لگ سکتا ہے؟

وکیل ملزم مسٹر آصف علی:- اس سوال پر اعتراض ہے۔

وکیل استغاثہ:- میں یہ سوال پوچھ سکتا ہوں۔

عدالت:- کیا آپ کے پاس وہ آلہ موجود ہے جس سے مریض مذکورہ کو زخم لگ سکتا تھا۔

وکیل استغاثہ:- میں اس کے بغیر بھی یہ سوال پوچھ سکتا ہوں۔

عدالت:- آپ دوسرے ڈھنگ سے سوال پوچھ لیجئے۔ یعنی کہ کیا چھرا تیز دھار والے آلہ میں شامل ہے۔

آگے چل کر گواہ ڈاکٹر ادمکار ناتھ نے کہا۔ کہ چھرا تیز دھار والے آلے میں شامل ہے۔ مریض ہسپتال میں کچھ دن بطور داخلی بیمار رہا۔ میں داخلی بیماروں کا ہسٹری شیٹ لایا ہوں۔ جو عدالت کو پیش کرتا ہوں۔ (عدالت نے ہسٹری شیٹ پر نشان لگا کر اسے شامل ریکارڈ کر لیا) بیان کو جاری رکھتے ہوئے۔ ڈاکٹر ادمکار ناتھ گواہ نے کہا۔ کہ مریض ہسپتال سے خارج ہونے کے بعد قریباً دس بارہ دن بطور خارجی بیمار رہا۔ (اس مرحلہ پر مریض ادم کار ناتھ کو پیش کیا گیا۔ گواہ نے اسے شناخت کیا)

وکیل ملزم نے گواہ پر جرح نہیں کی۔

محرر تھانہ کا بیان

استغاثہ کی طرف سے اٹھارواں گواہ پنڈت دینا ناتھ محرر تھانہ مہارانی گنج پیش ہوا۔ آپ نے کہا کہ میں نے ان مقدمات کی فہرست بنائی ہے۔ جو چار جنوری سے لیکر ۱۸ اپریل ۱۹ تک رجسٹر ہوئے۔ میں نے یہ فہرست پرچہ علت سے بنائی ہے۔ ریکارڈ رجسٹر اور روزنامچہ میرے ساتھ ہے۔ مقدمات کی فہرست اور پرچہ علت کے رجسٹر پر نشان لگا کر شامل ریکارڈ کیا گیا۔ وکیل ملزم نے ان کاغذات کا سرسری معاینہ کیا۔ وکیل استغاثہ نے عدالت سے استدعا کی کہ وہ اس بات کو نوٹ کریں کہ وکیل مذکور نے ایسا نہ کرنے اور کہا کہ میں اس کی اصل نقل حاصل کرونگا

لالہ دیسراج کا بیان

۔ استغاثہ کی طرف سے لالہ دیسراج سب انسپکٹر پولیس انیسویں گواہ کے طور پر پیش ہوا۔ آپ نے کہا کہ میں تھانہ شیر گڈھی کا رجسٹر پرچہ علت لایا ہوں۔ میں نے ان سے ان مقدمات کی فہرست بنائی۔ جو ۹ جیٹھ ۱۹۹۲ء سے لیکر ۱۱ ساون ۱۹۹۲ء تک رجسٹر کئے گئے ہیں

وکیل استغاثہ:۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ سری نگر میں نیشنل کانفرنس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟

گواہ۔ مجاہد منزل میں جو فتح کدل اور زینہ کدل کے درمیان ہے۔

وکیل ملزم نے گواہ پر جرح نہیں کی۔

بیسویں گواہ کا بیان

۔ استغاثہ کی طرف سے بیسواں گواہ پنڈت مہا دیو کول محرر تھانہ خانیار پیش ہوا۔ آپ نے کہا کہ میں تھانہ خانیار کا محرر ہوں۔ تھانے کا رجسٹر پرچہ علت ساتھ لایا ہوں۔ میں نے اس رجسٹر سے ان مقدمات کی فہرست مرتب کی ہے۔ جو گذشتہ شورش کے درمیان ۸ جیٹھ سے لیکر ۲ہاڑ ۱۹۹۲ء تک ہمارے تھانہ میں رجسٹر ہوئے۔ فہرست بالکل درست ہے۔

وکیل ملزم نے گواہ پر جرح نہیں کی۔

اکیسویں گواہ کا بیان

۔ استغاثہ کی طرف سے اکیسواں گواہ ٹھاکر راج سنگھ سب انسپکٹر پولیس پیش ہوا۔ آپ نے کہا کہ میں تھانہ صدر سری نگر میں متعینات ہوں۔ میں تھانہ کا رجسٹر پرچہ علت ساتھ لایا ہوں۔ میں نے اسی سے اُن مقدمات کی فہرست بنائی جو پچھلی گڑبڑ کے سلسلے میں ۱۱ جیٹھ ۱۹۹۲ء سے لیکر ۱۱ ساون ۱۹۹۲ء تک درج رجسٹر ہوئے۔

وکیل ملزم نے گواہ پر جرح نہیں کی۔

خواجہ محمد مقبول کا بیان

۔ استغاثہ کی طرف سے خواجہ محمد مقبول مجسٹریٹ درجہ اول پیش ہوئے۔ آپ نے کہا

۱۱؍مئی کو میں صبح کے وقت خانقاہ معلیٰ میں تعینات کیا گیا۔ جب میں خانقاہ معلیٰ پہنچا۔ تو وہاں اس وقت دو تین سو آدمی جمع تھے۔ گھڑیال بج رہا تھا اور لوگ جمع ہو رہے تھے۔ لوگ نعرے بلند کر رہے تھے۔

وکیل استغاثہ :۔ آپ کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟

گواہ :۔ میرے ساتھ ملٹری کے قریب ۱۹ یا بیس سپاہی تھے جن کا انچارج لفٹننٹ لابھ سنگھ تھا۔ چونکہ پانچ یا پانچ سے زیادہ لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا قانوناً ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ میں نے ہجوم سے کہا کہ ہم آپ کی جان و مال کے محافظ ہیں آپ امن سے اپنے اپنے گھروں کی طرف جائیں۔

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ مجمع پہلے ہی مشتعل تھا۔ میری بات سے وہ اور بھی بھڑک اٹھا۔ میں اور لفٹننٹ لابھ سنگھ قریباً بیس منٹ تک لوگوں کو فہمائش کرتے رہے۔ کہ وہ منتشر ہو جائیں۔ لیکن اس کا الٹا اثر ہوا۔ لوگ زیادہ مشتعل ہوئے اور پتھراؤ کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت تک ملٹری کے چند سپاہی زخمی ہو چکے تھے۔ میں نے اور لفٹننٹ لابھ سنگھ نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ موخرالذکر نے اپنے سپاہیوں کے ذریعہ میرے حکم سے ہجوم کو پیچھے ہٹانا شروع کیا۔ اس پر وہ اور بھی مشتعل ہوا۔ اور چاروں طرف سے شدت کا پتھراؤ شروع کیا۔ خانقاہ معلیٰ کے مینار پر سے بھی پتھر اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پھینکنے شروع ہوئے۔ جس سے ملٹری کے مزید سپاہی زخمی ہوئے۔ اس اثنا میں لفٹننٹ کرنل نرائن سنگھ بھی موقع پر پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی میرے ساتھ مل کر لوگوں کو سمجھانا شروع کیا۔ کہ وہ منتشر ہو جائیں۔ تھوڑے عرصہ کے بعد سردار سرجن سنگھ مجسٹریٹ، خواجہ علی شاہ مجسٹریٹ بھی آ گئے۔ میں خانقاہ معلیٰ کے صحن میں تھا اس وقت تک ہم نے ہجوم کو خانقاہ معلیٰ کے صحن سے باہر نکال دیا تھا۔ پیشتر اس کے کہ صحن سے ہجوم کو باہر نکالا گیا۔ میں اس میں گیا۔ تو مجھے ایک شخص نے کہا۔ کہ اسے ڈوگرے تمہارا ڈوگرہ راجہ پرسوں معزول کیا جا رہا ہے۔ دریا کے دوسرے کنارے بھی لوگ جمع تھے اور نعرے لگا رہے تھے۔ جو کمک سردار سرجن سنگھ اور خواجہ علی شاہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ ان کی لاری پر ہجوم نے حملہ کیا۔

ان کے شیشے توڑ ڈالے گئے ۔ بلکہ ان کو آگ بھی لگانے لگے تھے ۔ لاری ڈرائیور نے ہجوم کو تنبیہ کی ۔ کہ اگر لاریوں کو آگ لگا دو گے ۔ تو پٹرول سے ارد گرد کے تمام مکانات جل جائیں گے ۔ اندازاً پچیس ملٹری والے زخمی ہوئے ۔ جن میں لفٹنٹ کرنیل نرائن سنگھ بھی شامل تھے ۔ قریباً ساڑھے دس بجے صبح کو میں شور سن کر خانقاہ معلیٰ کے صحن سے باہر نکلا ۔ میں نے دیکھا کہ ملٹری اور مجسٹریٹوں پر پتھراؤ ہو رہا ہے ۔

وکیل ملزم مسٹر دھون ۔ کیا اس سے پتہ نہیں چلتا ۔ کہ گواہ نے اس وقت تک گلی میں لاریوں کے جلانے کے متعلق جو کچھ کہا ۔ وہ سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے ۔

وکیل استغاثہ بیرسٹر سیٹھی :۔ ہم جرح کے موقعہ پر اس کی وضاحت کریں گے ۔ کہ گواہ مان رہا ہے یا نہیں

آگے چل کر گواہ نے کہا ۔ پتھراؤ جس جگہ سے ہو رہا تھا وہ دکان سنگین کی طرف واقع ہے ۔ ہجوم سخت مشتعل تھا اور نعرے لگا رہا تھا ۔

وکیل استغاثہ :۔ کیا نعرے ؟

گواہ :۔ "ہری سنگھ مردہ باد" "ڈوگرہ راج مردہ باد" "کشمیر چھوڑ دو" "بیعنامہ امرتسر کو توڑ دو"

آگے چل کر گواہ نے کہا ۔ کہ چار یا پانچ بجے شام اپنے علاقہ میں گشت کرنے گیا ۔ میرا علاقہ تھانہ مہاراج گنج تھا ۔ میں خانقاہ معلیٰ سے نکل کر فلاش پورہ سے ہوتا ہوا زینہ کدل گیا ۔ راستہ میں دیکھا کہ سڑکیں کاٹی گئی تھیں ۔ اور نالیاں کھودی ہوئی تھیں ۔ ٹیلی فون اور بجلی کی تاریں کاٹی گئی تھیں ۔ کھمبے چیرے گئے تھے ۔ نایدہ کدل اور بہوری کدل کی دیواریں اور جنگلہ توڑ کر نالے میں پھینکے گئے تھے ۔ محلہ سید علی اکبر میں بھی اسی طرح نالیاں کھودی گئی تھیں ۔ نواب بازار پل اور رواتل کدل کے جنگلے بھی گرا دئے گئے تھے ۔ میں تقریباً سات یا آٹھ بجے شام کو گشت لگا کر واپس تھانہ میں آیا ۔ بیان کو جاری رکھتے ہوئے خواجہ محمد مقبول مجسٹریٹ نے کہا ۔ کہ ۲۲ مئی کو میں پھر گشت پر نکلا ۔ میں نے لوگوں کو پتھراؤ کرتے اور نعرے لگاتے دیکھا ۔ سڑکیں کاٹی ہوئی تھیں ۔ میں نے خود کسی جگہ پوسٹر لگے ہوئے نہیں دیکھے لیکن تھانہ میں مجسٹریٹ صاحبان

پولیس اور ملٹری کے افسروں نے مجھے پوسٹر دکھائے۔

وکیل استغاثہ:۔ ۱۶ مئی سے لیکر ۲۰ مئی تک شہر کی حالت کیا تھی!

گواہ:۔ مجھے سرکاری طور پر شہر کی حالت کا کوئی علم نہیں۔ کیونکہ میں ڈیوٹی پر نہ تھا۔

وکیل استغاثہ:۔ سرکاری طور سے چھوڑ دیجئے۔ دیگر ذرائع سے آپنے اس بارے میں کیا سنا؟

وکیل ملزم مسٹر آصف علی:۔ کیا یہ متعلقہ سوال ہے؟

عدالت (گواہ سے) آپنے ذاتی طور پر کیا دیکھا۔

وکیل استغاثہ:۔ لیکن آپ شہر میں تو تھے۔

وکیل ملزم مسٹر آصف علی:۔ مجھے اس پر سخت اعتراض ہے۔ سوال مبہم ہے۔

عدالت:۔ وکیل استغاثہ سوال غیر مبہم طور پر پوچھے۔

وکیل استغاثہ:۔ کیا میں گواہ سے نہیں پوچھ سکتا۔ کہ اس نے کیا محسوس کیا۔ یہ قانون پیش کر سکتا ہوں

وکیل ملزم مسٹر آصف علی:۔ گواہ صرف اپنے ذاتی مشاہدات کی باتیں بتائے۔

عدالت:۔ وکیل استغاثہ سوال کا ڈھنگ تبدیل کرے۔

وکیل استغاثہ:۔ (گواہ سے) آپ شہر میں رہتے تھے۔ آپ بتائیے ۱۶ مئی سے ۲۰ مئی تک شہر کی کیا حالت تھی۔

وکیل ملزم مسٹر آصف علی:۔ میں گواہ کو تنبیہ کرتا ہوں۔ کہ وہ سنی سنائی باتیں پیش نہ کرے۔

گواہ:۔ شہر کی فضا میں ہلچل تھی۔ حکومت اور والئے ملک کے خلاف نفرت کے جذبات پھیلائے جا رہے تھے۔ لوگ بھی سہمے ہوئے تھے۔

عدالت:۔ استغاثہ کو اور کتنے گواہ پیش کرنے ہیں۔

وکیل استغاثہ:۔ لنچ کے بعد ایک اور گواہ کو پیش کر کے ملزم کے خلاف فرد قرارداد مرتب

جرم مرتب کرنے کی کارروائی کیجائے۔

وکیل ملزم (مسٹر آصف علی نے) اس کی مخالفت کی اور کہا۔ کہ اس مرحلہ پر ایسا نہیں ہو سکتا جب تک ہمیں گواہوں کی فہرست مہیا نہ کی جائے۔ وکیل استغاثہ نے فہرست مہیا کرنا مان لیا۔ لیکن کہا وہ اس تعلق میں دفعات نمبر ۳۵۴ و ۳۵۲ تعزیرات ہند پیش کرنے میں حق بجانب ہے۔ اور عدالت کو اس قانون کی روشنی میں اپنا فیصلہ صادر کرنے کی استدعا کی۔ عدالت نے فیصلہ دیا کہ لنچ کے بعد ایک گواہ کا بیان قلمبند کرنے کے بعد اس سوال پر بحث ہوگی۔

اس کے بعد عدالت لنچ کیلئے ایک بجے برخاست ہوئی۔

لنچ کے بعد کارروائی۔ استغاثہ کی طرف سے تیئسواں گواہ پنڈت ہیرانند رینہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کشمیر پیش ہوا۔ آپ نے کہا کہ ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء کو سرینگر میں دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری ڈیفنس آف جموں و کشمیر رولز کے قاعدہ ۱۰۱، ۴۷، ۴۸ نافذ کئے گئے تھے۔ ان کے تحت پانچ یا پانچ سے زیادہ اشخاص کا جمع لاٹھیاں اور دیگر قسم کے ہتھیار سیکر چلنا پتھروں کا جمع کرنا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ اور کرفیو آرڈر بھی نافذ کیا گیا تھا۔ آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء کو میری ڈیوٹی مہاراجگنج تھانہ میں بطور ایریا مجسٹریٹ لگائی گئی تھی۔ اس تاریخ کو میں آٹھ یا نو بجے کے قریب سینیئر سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ مہاراجگنج تھانہ میں ڈیوٹی پر چلا گیا۔ رات کو نو بجے کے قریب سینیئر سپرنٹنڈنٹ سے نذیر سروپ چند نے چارج لیا۔ اور اول الذکر چلے گئے۔ وزیر سروپ چند اور میں تقریباً اس ایریا میں ایک ماہ تک اکٹھے کام کرتے رہے۔ ۲۰ مئی کی رات کو جب ہم پہنچے تو نو دس بجے کے درمیان کچھ ٹولیاں تھانہ مہاراجگنج کے سامنے سے نعرے لگاتی ہوئیں گزریں۔

وکیل استغاثہ:۔ کیا نعرے؟

گواہ :۔ "ڈوگرہ حکومت مردہ باد"

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ ۱۲ مئی کی صبح کو میں اور سپرنٹنڈنٹ پولیس پتھر مسجد کی طرف گئے۔ اور وہاں سے ہم نے دریا کے پار خانقاہ معلی میں گھڑیال بجنے کی آواز سنی۔ اور دیکھا کہ ملٹری کے افراد جو وہاں ڈیوٹی پر تھے۔ ان پر پتھر پھینکے جا رہے ہیں۔ ہم نے کشتیوں کے ذریعہ مدد پہنچانے کی نسبت سوچا۔ لیکن چونکہ پتھراؤ زوروں پر ہو رہا تھا۔ یہ مناسب نہ سمجھا گیا۔ کہ خود یا فوج کو دریا کے راستے بھیجکر خطرہ میں ڈالا جائے۔ پار کے کنارے سے پتھراؤ ہونے پر سخت نقصان کا اندیشہ تھا۔ خانقاہ معلی میں بہت شور ہو رہا تھا۔ اور آواز سنائی دیتی تھی۔ ہجوم مردہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔ چونکہ ہم دور تھے۔ اس لئے پوری طرح نعرے نہ سن سکے۔ ہم اس جگہ سے آگے فتح کدل کی طرف گشت کرتے ہوئے گئے۔ راستے میں ہمارے آنے پر پتھراؤ ہو رہا تھا۔ نعرے لگائے جاتے تھے۔ اور ہم ہجوم کو منتشر کیا کرتے تھے۔ پیچھے پتھر مسجد کے عقب میں بھی یا تسیلگران کے موجود تھے۔ ان کو ہجوم نے سڑک کے درمیان چھکڑے گاڑیوں کے ذریعے مسدود کر دیا تھا۔ ہم نے گولیاں چلنے کی آواز پتھر مسجد کی طرف سنی۔ اور ہم تھانہ میں واپس آئے۔ وہاں پہنچکر اطلاع موصول ہوئی۔ کہ صفا کدل پل توڑا جا رہا ہے۔ اس پر میں اور سپرنٹنڈنٹ پولیس ملٹری کا ایک دستہ لے کر لسوار ہی لاری روانہ ہوئے۔ راستے میں سڑک توڑی ہوئی تھی۔ کھائیاں کھودی گئی تھیں۔ سپاہیوں کے ذریعے پتھروں کو ہٹا کر اور نالیوں پر پتھر بچھا کر اپنی لاری آگے کی طرف لیگئے۔ جب ہم نوا کدل پل کے پاس پہنچے تو ہجوم پل کو توڑ رہا تھا۔ ہجوم نہایت مشتعل تھا۔ اور جونہی ہم وہاں پہنچے دونوں طرف سے ہجوم نے زور سے پتھر مارنے شروع کر دئے۔ پتھر لاری پر پڑے۔ ہمارا ایک سپاہی زخمی ہوا۔ اور ہم مشکل سے موٹر کے پیچھے اپنے آپ کو خطرہ سے بچا کر رکھ سکے۔ ہجوم نعرے لگا رہا تھا۔ ڈوگرہ حکومت مردہ باد۔ ہری سنگھ مردہ باد۔ ہم نے ہجوم کو بہت دفعہ تنبیہ کی۔ کہ وہ منتشر ہو جائے۔ اس صورت حالات کو دیکھکر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اور ملٹری کمانڈر نے مجھ سے متعدد بار درخواست کی۔ کہ تشدد سے ہجوم کو منتشر کرنے کا حکم دیا جائے۔ چونکہ پیچھے سے ہجوم نے پھر رستہ بند کرنے کی کوشش کی۔ اور

دائیں بائیں سے پتھراؤ جاری تھا۔ اور ہجوم کو منتشر کرنے کی کوئی دوسری صورت نظر نہ آئی۔ اسلئے اپنی اور اپنی پارٹی کے بچاؤ کیلئے میں نے ملٹری کو سپرنٹنڈنٹ پولیس کے مشورہ سے صرف ایک راؤنڈ فائر کرنے کا حکم دیا۔ اس سے ہجوم منتشر ہو گیا۔ بیان کو جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا کہ دوپہر کو بریگیڈیر سکاٹ اور مسٹر باول انسپکٹر جنرل پولیس تھانہ مہاراج گنج پہنچے۔ انہوں نے مجھ کو پولیس کے ایک دستے کے ساتھ بھوری کدل بھیجا۔ بھوری کدل کا بنگلہ توڑا گیا تھا۔ اور سڑک کی دیوار بھی توڑ دی گئی تھی۔ وہاں میں نے سپاہی تعینات کئے۔ اور نایدکدل کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں لوگ پتھر برساتے تھے۔ اور نعرے لگاتے تھے۔ نایدکدل پہنچنے پر ہجوم پیچھے ہٹ گیا۔ نایدکدل کے پار رستے میں خانیار کے مجسٹریٹ اور وہ پل ان کی حفاظت میں سپرد کر کے میں واپس تھانہ مہاراج گنج میں آیا۔

بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے کہا۔ کہ ۲۱ مئی کی دوپہر کو مہاراج گنج تھانہ کا ٹیلیفون کاٹ دیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ کیلئے تھانہ کی بجلی بھی منقطع ہو گئی تھی۔ اور سڑکوں کی حالت نہایت خستہ و خراب تھی

وکیل استغاثہ: کسی نے آپ کو پوسٹر بھی دکھائے؟

گواہ: تقریباً ہر روز ملٹری اور پولیس جب گشت پر جاتی تھی یہ پوسٹر عموماً ڈکٹیٹر کے نام سے جاری ہوتے تھے۔ شروع شروع میں میں نے پوسٹر نہیں پڑھے۔ لیکن بعد میں پوسٹر جن میں خانقاہ معلیٰ وغیرہ کے جلسوں کی نسبت پروگرام درج ہوتا تھا۔ پڑھے۔

وکیل استغاثہ: آپ نے کہا۔ "بعد کے" اس سے آپ کا مطلب کیا ہے۔

گواہ: ۲۰ مئی سے ایک ہفتہ بعد

وکیل استغاثہ: کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ ۱۳ مئی سے ۲۰ مئی تک شہر میں جو فضا تھی۔ وہ کیسی تھی؟

عدالت: (گواہ سے) اس کا مطلب ہے۔ کہ ۱۳ مئی سے قبل جو حالت قائم تھی۔ کیا وہ ۱۳ مئی کے بعد

بھی قائم تھی۔

گواہ:۔ ۲۰ ؍مئی سے دو ہفتے پہلے شہر کی حالت بہت خراب تھی۔ کیونکہ تقریریں ہوتی تھیں۔ اور لوگ خوفزدہ تھے۔ خفیہ ڈائریوں اور لوگوں کی اطلاعات سے مجھے معلوم تھا۔ کہ لوگ بہت خوفزدہ ہیں۔ ایک جلسہ جس کی تاریخ انعقاد میں نہیں بتا سکتا۔ لیکن جو ۲۰ ؍مئی سے تقریباً دو یا تین ہفتہ قبل ہوا اس میں میں ڈیوٹی پر گیا۔ رات کو گیارہ یا بارہ بجے جب جلسہ برخاست ہوا۔ تو وہاں سے لوگ گھروں سے جاتے ہوئے نعرے لگاتے جاتے تھے۔

وکیل استغاثہ:۔ کیا نعرے؟

گواہ:۔ نعرے عموماً آنریبل پرائم منسٹر کے خلاف تھے۔ لیکن درمیان میں کوئی کوئی نعرہ حکومت اور سرکار کے خلاف بھی لگایا جاتا تھا۔

وکیل ملزم نے گواہ پر جرح نہیں کی۔

فرد جرم

بیرسٹر جے گوپال سیٹھی وکیل استغاثہ نے کہا۔ کہ میں استدعا کرتا ہوں کہ ملزم کے خلاف فرد قرار داد جرم مرتب کی جائے۔ تعزیرات کی دفعات ۱۵۶ و ۲ ۵ ۴ کے تحت ملزم کے خلاف اس مرحلہ پر فرد قرار داد جرم مرتب کی جانی چاہیئے۔ یہ ضروری نہیں اس سے قبل استغاثہ اپنے گواہوں کو پیش کرے۔ اس کے بعد وکیل استغاثہ نے اپنے مطالبہ کی تائید میں الہ آباد اور پنجاب ہائی کورٹوں کے رولنگ پیش کئے۔ ملزم کیخلاف فرد قرار داد جرم اس لئے بھی مرتب کیا جانا چاہیئے۔ تاکہ وہ ملزم کے وکیلوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ ان کے موکل کے خلاف کیا الزامات ہیں۔

عدالت:۔ آپ کتنے گواہ اور پیش کرنا چاہتے ہیں۔

وکیل استغاثہ:۔ صرف چھ یا سات

وکیل ملزم مسٹر آصف علی :- میں نے استغاثہ کے کسی گواہ پر آج تک جرح نہیں کی ۔ میں نے عدالت کا وقت بچایا ۔ اس لئے اب کیوں مجھے موقعہ نہ دیا جائے ۔ کہ میں تمام گواہوں کے بیانات سنوں تاکہ تمام تصویر میری آنکھوں کے سامنے آجائے ۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ استغاثہ اس مرحلہ پر کیوں زور دے رہا ہے ۔ کہ ملزم کے خلاف فردِ قرارداد جرم مرتب کیا جائے ۔ انصاف کا تقاضا ہے ۔ کہ میں تمام گواہوں کے بیانات سنوں

عدالت :- (وکیل استغاثہ سے) تو کیا ہرج ہے ۔ کہ پہلے ہم تمام گواہان استغاثہ کے بیانات سنیں

وکیل استغاثہ :- تمام معاملہ وکیل ملزم کے سامنے آچکا ہے ۔ اب ہم نے جو گواہان پیش کرنے ہیں ۔ وہ محض ایک خاص بات کو ثابت کرنے کیلئے ہیں ۔ باقی تمام اہم باتیں عدالت کے سامنے پیش کی جا چکی ہیں ۔ میں جو مطالبہ کرتا ہوں اس کا فائدہ وکیل ملزم کو ہو گا ۔ ہم نے ملزم کی تقریروں کے متعلق شہادت پیش کی ہے ۔ دیکھنا یہ ہے ۔ کہ ملزم ان سے انکار کرتا ہے ۔ یا ان کی دوسری تعبیر پیش کرتا ہے ۔ اگر ملزم تقریروں سے انکار نہیں کریگا ۔ تو میں گواہوں کو ترک کر دونگا ۔ لیکن اگر وہ ان سے انکار کریگا ۔ تو مجھے تصدیق کیلئے شہادت پیش کرنی ہو گی ۔ کہ اس نے ایسا کیا ۔

وکیل ملزم :- استغاثہ نے ہمیں گواہوں کی جو فہرست مہیا کی تھی ۔ اس میں وہ شامل نہیں تھے جو آج پیش ہو کے رہ گئے ۔

عدالت :- استغاثہ تمام گواہ پیش کرے ۔

عدالت ساڑھے تین بجے برخاست ہوئی ۔ اب سوموار کو پیشی ہو گی ۔

گیارھویں پیشی

مہاراجہ بہادر ولی عہد اور پرائم منسٹر کے خلاف کیا نعرے لگائے جاتے تھے

اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی۔ ڈی ایک مجسٹریٹ اور ایک غیر سرکاری گواہ کے بیانات

وکیل استغاثہ اور وکیل ملزم میں جھڑپیں

سرینگر۔ ۲۸ جولائی مقام بادامی باغ چھاؤنی

وکلائے استغاثہ	وکلائے ملزم
مسٹر جے گوپال سیٹھی	مسٹر آصف علی
پنڈت رادھاکشن کول۔ مسٹر جسونت سنگھ	مسٹر امر ناتھ رینہ
پنڈت مدسودن کاک۔ پنڈت شام لال کول جلالی	پنڈت جیالال کلم بارہ بجے کے بعد آئے۔

آج گیارہ بجے عدالت سیشن میں کارروائی شروع ہوئی۔ وکیل استغاثہ سے مشورہ کے بعد مسٹر آصف علی نے عدالت سے کہا۔ کہ کل ملزم شیخ محمد عبداللہ سے استفسار کیا جائے۔ جس کے جواب میں وہ اپنا بیان دیں گے۔

آج پہلے غیر سرکاری گواہ مسٹر غلام احمد صاحب پیش ہوئے۔ اس کے بعد میاں غلام محمد صاحب ڈائرکٹر وزیٹرس بیورو [جو ان دنوں بطور مجسٹریٹ شہر میں ڈیوٹی پر رہے] اور پنڈت جیالال ڈربادی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سی۔ آئی۔ ڈی کا بیان ہوا۔

غیر سرکاری گواہ

۶۔ غلام احمد نے کہا۔ کہ جیٹھ کے مہینے میں جو جلسے سرینگر میں ہوتے رہے۔ میں بھی ان میں سے ایک یا دو جلسوں میں شامل ہوا۔ ان میں سے ایک جلسہ ملارٹہ کے مقام پر ہوا۔ اور دوسرا پتھر مسجد میں۔ ملارٹہ میں جلسہ شام کے نو بجے یا ساڑھے نو بجے شروع ہوا۔ اور گیارہ یا پونے گیارہ بجے رات تک رہا۔ اس کا پریذیڈنٹ شیخ محمد عبد اللہ تھا۔ اس جلسہ میں تقریباً چار یا پانچ ہزار اشخاص شامل تھے۔ اس جلسہ میں ملزم شیخ محمد عبد اللہ نے بھی تقریر کی۔ ملزم نے اس جلسہ میں کہا۔ کہ ہم نے اب آزادی کی آخری جنگ لڑنی ہے۔ اور سو سال کی غلامی ہمیں دور کرنی ہے۔ یہ بھی کہا۔ کہ ہم کو مہاراجہ گلاب سنگھ نے ۷۵ لاکھ نانک شاہی روپیہ میں خرید لیا ہے۔ اور کہا کہ ہم نے کبھی ان کی حکومت تسلیم نہیں کی ہے۔ اور نہ کریں گے۔ ہمیں ڈوگرہ شاہی اور ڈوگرہ حکومت کو ختم کرنا ہے۔ اگر حکومت اس آواز کو دبانے کے واسطے ہم پر ظلم و تشدد کریگی۔ تو اس کا جواب آپ پر منحصر ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ جس وقت انگریز ہندوستان سے چلا جائیگا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارثوں کو یہاں حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ آپکے سامنے دو سوالات ہیں۔ آزادی یا موت۔ بہادر وہ ہے جو اپنی قوم کیلئے جان دیدے۔ میں گلاب سنگھ کے وارثوں کو کہتا ہوں۔ کہ وہ وہاں جائیں۔ جن چھوٹی ریاستوں سے وہ آئے ہیں۔ جس وقت ملزم تقریر کر رہا تھا۔ تو لوگوں میں جوش پیدا ہوتا تھا۔ وہ نعرے بلند کرتے تھے۔ نعرے یہ تھے۔ "بیعنامہ امرتسر کو توڑ دو۔ کشمیر کو چھوڑ دو"۔ "کشمیر کا بے تاج بادشاہ زندہ باد"۔ جس وقت جلسہ ختم ہوا تو لوگ ٹولیاں بنا کر اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ گھروں کو واپس جاتے ہوئے لوگ نعرے بلند کرتے تھے۔ وہ نعرے یہ تھے۔ "بیعنامہ امرتسر کو توڑ دو۔ کشمیر کو چھوڑ دو"۔ "ڈوگرہ راج مردہ باد"۔ "... ن اونم و گیو راد"۔ رامہ ہولنس زندہ باد"۔ ملارٹہ میں جو میٹنگ ہوئی اس کی تاریخ یاد نہیں۔ مگر عرصہ دو یا ڈھائی ماہ کا گزرا ہے۔ میں چھ مئی سے لیکر بیس مئی تک سرینگر میں تھا۔ جو لیکچرز ۱۶ مئی سے لیکر

ہوئے۔ ان سے جوش پیدا ہوتا تھا۔ حکومت کیخلاف نفرت پھیلی ہوئی تھی۔

مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ مجھے اس گواہ کے بیان کی نقل دی جائے۔

اس کی مخالفت کرتے ہوئے گورنمنٹ پراسیکیوٹر نے کہا۔ کہ وہ کونسا قانون ہے۔ جس کی رو سے آپ کو گواہ کے بیان کی نقل فراہم کی جاسکتی ہے۔

مسٹر آصف علی نے اس تعلق میں دفعہ ۱۶۲ ضابطہ فوجداری کا حوالہ دیا۔ گورنمنٹ سپیشل پراسیکیوٹر نے جواب میں کہا کہ یہ قانون اس پر حاوی نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ میں اس گواہ پر جرح کرونگا۔

مسٹر آصف علی:۔ آپنے پہلے کہاں بیان دیا

گواہ:۔ میں نے پہلے مسٹر یٹ میں وکیل صاحبان کے سامنے بیان دیا تھا۔

آصف علی:۔ وہاں تمہیں کون لے گیا تھا۔

گواہ:۔ مجھے پولیس والا بلاکرلے گیا تھا۔ مجھے اس پولیس والے کا نام معلوم نہیں۔

آصف علی:۔ کوئی سمن دکھایا تھا؟

گواہ:۔ میرے نام کوئی سمن یا وارنٹ نہیں لایا تھا۔

مسٹر آصف علی:۔ پھر کیوں گیا تھا۔

گواہ:۔ اس نے کہا۔ تم نے تقریر سنی ہے۔ ہم نے تمہارا نام لکھا۔ تم نے شہادت دینی ہے

مسٹر آصف علی:۔ اس نے کیا کہا۔ پولیس یا عدالت کے سامنے بیان دینا ہے۔

گواہ:۔ اس نے کہا۔ دفتر پر چلو۔ وہاں شہادت دینی ہے۔

مسٹر آصف علی۔ تم اس کو جانتے ہو۔

گواہ:۔ اس کو پہلے نہیں جانتا تھا۔ یہ علم نہیں کہ وہ مجھے جانتا تھا کہ نہیں۔

آصف علی: ۔ کیا تم پہلے کبھی تھانے میں یا اس جگہ گئے تھے
گواہ: ۔ میں کبھی سکرٹریٹ نہیں گیا ۔ نہ اس تھانہ میں گیا ۔ جہاں سے وہ پولیس والا آیا تھا ۔
مسٹر آصف علی: ۔ کیا آپنے اس سے پوچھا تھا ۔
گواہ: ۔ اس پولیس والے نے کہا تھا ۔ کہ اس نے مجھے تقریر سنتے دیکھا ہے ۔
مسٹر آصف علی: ۔ تم اس مجمع میں کہاں بیٹھے تھے ؟
گواہ: ۔ میں سٹیج سے دس یا بیس گز کے فاصلہ پر بیٹھا تھا ۔ اور تقریر سن رہا تھا
مسٹر آصف علی: وہاں کتنے آدمی بیٹھے تھے ۔
گواہ: ۔ تقریباً سو یا ڈیڑھ سو آدمی بیٹھے تھے ۔
مسٹر آصف علی: ۔ تمہارے دائیں بائیں کتنے آدمی بیٹھے تھے ۔
گواہ: ۔ بہت سے آدمی بیٹھے تھے ۔
مسٹر آصف علی: ۔ پولیس نے تمہیں کیا کہا ہے ۔
گواہ: ۔ پولیس والا مجھے بلانے آیا تھا ۔ وہاں یہ کہا تھا ۔ کہ اس نے مجھے دیکھا ہے ۔
مسٹر آصف علی: ۔ وکیل صاحب نے کیا کہا ۔
گواہ: ۔ جو بیان سکرٹریٹ میں ہوا ۔ اس پر میرے دستخط کرائے ۔
مسٹر آصف علی: ۔ وہ کہاں بیان ہے ۔ وہ پیش کیا جائے ۔
مسٹر سیٹھی پراسیکیوٹر: ۔ آپ کس قانون کے رو سے اس کو پیش کرا سکتے ہیں ۔
مسٹر آصف علی نے کہا ۔ کہ اس گواہ نے کہا ۔ کہ اس نے دستخط کئے ہیں ۔ اس لئے اس کا
پیش کیا جانا لازمی امر ہے ۔
اس کی مخالفت مسٹر سیٹھی نے کرتے ہوئے کہا ۔ کہ کوئی قانون نہیں ۔ جس کی رو سے پیش کیا جا سکے

اس پر جج صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ اس کو بطور گواہ صفائی بلا سکتے ہیں۔ اور یہ قابل دخل اندازی نہیں اس لئے اس کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

مسٹر آصف علی:۔ پولیس والا کب تمہارے پاس آیا؟

گواہ:۔ جس روز میں نے تقریر سنی اس سے ڈیڑھ ماہ بعد تک کوئی پولیس والا میرے پاس نہیں آیا تھا۔

مسٹر آصف علی:۔ کیا تم نے نوٹ رکھا تھا اپنے پاس!

گواہ:۔ میں نے اس تقریر کا کوئی نوٹ اپنے پاس نہیں رکھا۔ کیونکہ سی۔ آئی۔ ڈی والا تھوڑا ہی تھا

مسٹر آصف علی:۔ اس ڈھائی مہینہ میں اور کسی جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔ اس سے قبل شیخ صاحب کی تقریریں ہوئیں۔ یعنی احمد یار کے وزیر مقرر ہونے کے بعد

گواہ:۔ میں ہر جمعہ مسجد میں اور تقریریں سننے جایا کرتا تھا۔ جو اس ریجی ٹیشن سے پہلے ہوئی تھیں لیکن میں یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ ان کو ہوئے کتنا عرصہ گزرا۔ اور یہ بھی یاد نہیں کہ ان تقریروں میں کیا کہا گیا تھا

مسٹر آصف علی:۔ کیا ان تقریروں کے علاوہ اور کسی جلسہ میں شامل ہوئے۔

گواہ:۔ بعد ازاں کسی جلسہ میں شامل نہیں ہوا۔

مسٹر آصف علی:۔ آپ کا کس جماعت کے ساتھ تعلق ہے!

گواہ:۔ میرا کسی جماعت سے تعلق نہیں۔

مسٹر آصف علی:۔ کیا آپ خواندہ ہیں!

گواہ:۔ میں پڑھا لکھا ہوں۔ میں اخبار پڑھتا ہوں۔

مسٹر آصف علی:۔ کونسے اخبارات پڑھتے ہو؟

گواہ:۔ مارننگ ٹائمز۔ ہمدرد۔ خدمت وغیرہ

مسٹر آصف علی:۔ خدمت کتنے عرصہ سے بند ہے؟
گواہ:۔ شاید تین مہینہ سے
سوال:۔ کیا یہ تقاریر خدمت میں بھی چھپی تھیں؟
گواہ:۔ مجھے یاد نہیں خدمت میں چھپی تھیں یا نہیں۔
سوال:۔ کیا مارننگ اور ہمدرد میں تقاریر شائع ہوئی تھیں؟
گواہ:۔ مجھے یاد نہیں کہ مارننگ میں چھپی تھیں یا نہیں۔
مکرر سوال:۔ کس نے سکریٹریٹ میں آپ کا بیان لکھا۔
گواہ:۔ پنڈت رادھا کرشن ایڈووکیٹ نے میرا بیان لکھا تھا۔ اس کے ساتھ دو تین آدمی تھے
سپیشل پبلک پراسیکیوٹر:۔ اگر مسٹر آصف علی اس معاملہ میں کوئی قانونی نکتہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ تو کریں۔ میں اس کا جواب اسکی روشنی میں دونگا۔
اس کے جواب میں مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ اس میں کسی نکتہ کا الجھاؤ نہیں۔ میرا نکتہ صرف یہ ہے۔ کہ اگر اس نے کوئی بیان دیا ہے۔ جس پر اس نے دستخط کئے ہیں۔ اسکو پیش کیا جائے
اس پر عدالت نے کہا۔ کہ اگر کوئی قانون ہے۔ تو یقیناً آپ حاصل کر سکتے ہیں۔ یا اس گواہ کو صفائی میں پیش کر سکتے ہیں۔
اس پر مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ کیا دفعہ نمبر ۱۷۵ کی رو سے مجھے یہ حق حاصل نہیں۔ اس پر گورنمنٹ پراسیکیوٹر نے کہا۔ اس بیان کی کاپی پیش نہیں کی جا سکتی۔ جو ایک مجسٹریٹ کے سامنے دیا گیا۔
مسٹر آصف علی نے اس پر کہا۔ کہ آپ اس بیان کا گلا گھونٹ کر اس کو دبانا چاہتے ہیں
مسٹر کاک اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے کہا۔ کہ آپ کو کوئی ایسا

REFLETION

کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر آپ ایسا کہہ سکتے ہیں۔ تو دوسری سمت سے ایسے جوابات دئے جائیں گے میں عدالت سے عرض کرونگا۔ کہ ہم اس کی پناہ میں ہیں۔ وہ ہمیں پناہ دے۔ اس پر عدالت نے کہا ان REFLECTIONS کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

میاں غلام محمد کا بیان

میاں غلام محمد نے بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ میں ڈائرکٹر وزیٹرز بیوریو کے علاوہ مجسٹریٹ فسٹ کلاس ہوں۔ ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء کو میری ڈیوٹی تھانہ شیر گڈھی میں لگائی گئی تھی۔ اور میں ۲۰ مئی کو ساڑھے سات بجے شام ڈیوٹی پر تھانہ میں حاضر ہوگیا۔ ۲۲ مئی کو ساڑھے نو بجے صبح اطلاع ملی کہ ٹنگی پورہ میں لوگوں کا ہجوم ہوگیا ہے۔ لوگ مشتعل ہیں۔ اور وہ جلوس کی شکل میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس اطلاع کے ملنے پر پنڈت نند لال مٹو ایریا مجسٹریٹ اور ایریا پولیس آفیسر شیخ عبدالکریم سپرنٹنڈنٹ پولیس اور میں کچھ پولیس نفری کے ساتھ ٹنگی پورہ گئے۔ وہاں پر بہت ہجوم ہوگیا تھا۔ ہجوم مشتعل تھا۔ اور نعرے لگا رہا تھا۔ جونہی ہم ہجوم کے پاس پہنچے۔ ہم پر ہجوم نے پتھر پھینکنے شروع کئے۔ نعرے یہ تھے رام ہونن بیول خدا ین گول ما اخدا راجید ناک کی اولاد تباہ کرے) ڈوگرہ راج مردہ باد۔ ہری سنگھ مردہ باد۔ کرن سنگھ مردہ باد۔ اس ہجوم نے سڑک [illegible] جگہوں سے مسدود کی ہوئی تھی۔ سڑک کو پتھروں سے اور لکڑی کے کندوں سے جو لوہے سے جوڑے ہوئے تھے۔ بند کیا ہوا تھا۔ چونکہ ہمارے پاس نفری تھوڑی تھی۔ اس لئے میں نے مزید نفری کے واسطے اطلاع دی تھی۔ جب مزید نفری پہنچ گئی۔ تو میں نے ہجوم کو حکم دیا۔ کہ وہ منتشر ہوجائے۔ مگر منتشر ہونے کے بجائے ہجوم مشتعل ہوگیا۔ اور پتھر برساتا رہا۔ مجھے ایک چھوٹا سا پتھر ٹانگ پر لگا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی اور کو بھی پتھر لگا یا نہیں۔ اس لئے اب ہم تھوڑا سا آگے بڑھے اور ان رکاوٹوں کو جو سڑک پر تھیں ہٹایا۔ بعد ازاں ہم نے چھ یا سات آدمیوں کو جو کہ نمایاں حصہ لے رہے تھے۔ گرفتار کیا پھر ہم آگے بڑھے۔ اور ہم قرہ فلی محلہ کی سڑکوں کو درست کرا رہے تھے۔ تو ایک

کلرک جو کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر میں ہے۔ دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہا کہ کسی کانسٹیبل پر لوگوں نے حملہ کر
میں اور کیپٹن پرمودھ سنگھ موقعہ واردات پر گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ لوگ بھاگے ہوئے ہیں۔ اور کانسٹیبل
بھی جو کہ مضروب ہوا بیان کیا گیا تھا۔ وہاں موجود نہیں تھا۔

مسٹر آصف علی وکیل ملزم نے کہا۔ کہ میرا پھر وہی اعتراض ہے۔ کہ ان تفصیلات کی ضرورت
نہیں اور یہ گواہی جو مابعد کے واقعات سے متعلق ہے۔ غیر متعلقہ ہے۔

سپیشل پبلک پراسیکیوٹر:۔ میں اس کی پوری پوری توضیح کرانا چاہتا ہوں۔ سلسلہ بیان کو جا
رکھتے ہوئے گواہ نے کہا۔ میں نے اس کانسٹیبل کو ایک مکان میں دیکھا۔ جہاں کہ وہ پناہ لے چکا تھا۔
مضروب حالت میں تھا۔ میں نے اس کو مہاراجگنج ہسپتال بھیجدیا۔ پوسٹروں کے متعلق گواہ نے کہا
کہ پوسٹرس بجلی کے کھمبوں پر لگے ہوئے تھے۔ ایک پوسٹر میں نے خود اتارا۔ اور اس کو پڑھا۔ (یہ پوسٹر
گواہ نے پڑھکر سنایا۔ جس میں مہاراجہ بہادر اور حکومت کے خلاف لکھا گیا تھا) گواہ نے بیان جاری
رکھتے ہوئے کہا۔ چھ مئی سے ۲۰ مئی تک میں سرینگر میں تھا۔ بسوال سپیشل پبلک پراسیکیوٹر آپنے کہا۔ کہ ۱۶ مئی
بعد فضا مخدوش ہوگئی تھی۔ اور لوگ ڈرتے تھے کہ تصادم نہ ہو۔ لوگوں کے جذبات سرکار وا
ان کی حکومت کے خلاف تھے۔

بسوال وکیل سرکار:۔ یہ فضا ۱۶ مئی کے بعد کیوں مخدوش ہوئی۔ اور جذبات گورنمنٹ
اور ہز ہائینس کے برخلاف کس غرض سے ہوئے۔

گواہ:۔ یہ فضا اس لئے مخدوش ہوئی اور جذبات اس لئے مشتعل ہوئے۔ کہ
ہو رہی تھیں

وکیل استغاثہ:۔ کیا یہ جلسے نیشنل کانفرنس کی طرف سے بلائے جاتے تھے؟
گواہ:۔ ہاں۔ (بعد الظہر سوا ایک بجے لنچ کیلئے ملتوی ہوئی)

لنچ کے بعد کی کارروائی ۔ پنڈت جیالال دربا ری کا بیان

پنڈت جیالال درباری ایم ۔ ایس ۔ پی سی ۔ آئی ۔ ڈی نے بہ اقرار صالح بیان کیا ۔

کہ ملزم موجود عدالت کو جانتا ہوں ۔ وہ نیشنل کانفرنس کے لیڈر ہیں ۔ نیشنل کانفرنس کی طرف سے پرجا سبھا میں آنریبل میاں احمد یار لیڈر تھے ۔ اور ڈپٹی لیڈر مرزا محمد افضل بیگ تھے ۔ مرزا افضل بیگ ۱۹۴۴ء میں پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی منسٹر تھے ۔ مارچ کے مہینہ میں وہ مستعفی ہو گئے ۔ میں نے اپنے رپورٹروں سے سنا ۔ اور خود بھی سنا ۔ جو تقریریں ہوئی تھیں ۔ ان سے بھی معلوم ہوا ۔ کہ مرزا افضل بیگ اختلاف رائے کی وجہ سے مستعفی ہوئے ۔ ملزم اور اس کی پارٹی نے کہا کہ وہ گورنمنٹ کیساتھ عدم تعاون کریں گے ۔

بعد ازاں نیشنل کانفرنس کی پارٹی کے لیڈر میاں احمد یار منسٹر بنے ۔ میاں احمد یار کے منسٹر بننے سے نیشنل کانفرنس پارٹی کے دل میں ناراضگی پیدا ہو گئی ۔ ملزم نے اور اس کی پارٹی کے دوسرے آدمیوں نے اپنی تقریروں میں لوگوں کو تلقین کی ۔ کہ میاں احمد یار کو ختم کر دینا چاہیئے ۔ اور آنریبل پرائم منسٹر سے میاں احمد یار کو منسٹر بنانے کی وجہ سے بدلہ لیا جانا چاہیئے ۔ میاں احمد یار وسط اپریل میں منسٹر مقرر ہوئے ملزم بعد ازاں لاہور دہلی وغیرہ گیا ۔

وکیل استغاثہ :۔ کیا ملزم نے لاہور میں پریس کانفرنس بلائی ۔

وکیل ملزم مسٹر کلم :۔ چونکہ گواہ خود لاہور نہیں گیا اور نہ کانفرنس مذکورہ میں شامل ہوا ۔ اسلئے یہ سماعی واقعہ قابل شہادت نہیں ۔

عدالت :۔ چونکہ گواہ کو ذاتی علم اس پریس کانفرنس کا نہیں ہے ۔ سوال نامنظور کیا جاتا ہے

ملزم ماہ مئی ۱۹۴۶ء کے پہلے ہفتہ میں سرینگر واپس آیا ۔ نیشنل کانفرنس نے لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا ۔ وہ تقریریں سرینگر کے مختلف حصوں میں ہوتی تھیں ۔ میں بھی کبھی کبھی جلسہ میں شامل ہوتا تھا ۔ چونکہ ہر جلسہ کرنے کا اعلان ہوتا تھا ۔ اسلئے میں اپنے رپورٹروں کو لگایا کرتا تھا ۔ میرے رپورٹروں

شارٹ ہینڈ میں تقریر لکھتے تھے۔ اور ان کو مجسٹریٹ صاحبان کے دستخط کروا کر اور لانگ ہینڈ میں لکھ کر میرے پاس پیش کرتے تھے۔ ایگزبٹ پر میں نے لفظ SEEN لکھا ہوا ہے۔ اور اپنے انیشلز [چھوٹے دستخط] تاریخ ۷ ارمئی درج کئے ہیں۔ یہ ۷ ارمئی کی تاریخ درست لکھی گئی ہے۔ ایگزبٹ P.M کے سر ورق پر میں نے لفظ SEEN لکھا ہوا ہے۔ اور تاریخ درج کی ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایگزبٹوں پر اپنے دستخط ثبت کرنے کی تصدیق کی ہے۔ میں ان لانگ ہینڈ رپورٹز کو پڑھتا تھا۔ اور جیسا کہ میں سمجھتا تھا۔ کہ گورنمنٹ کو اطلاع ملنی چاہیئے۔ وہ میں اپنی ڈائری پر نوٹ کرتا تھا۔ میں نے ملزم کی تقریروں کے نوٹز گورنمنٹ کو ارسال کئے۔ ان تقریروں میں جذبات نفرت اور بغاوت ہوتے تھے۔ جو کہ مہاراجہ بہادر کے خلاف تھے۔ اور کرن سنگھ بہادر میاں احمد یار اور آنریبل پرائم منسٹر کے خلاف بھی ہوتے تھے۔ میں نے رپورٹ کی کہ فضا خطرناک ہے۔ کسی وقت بھی تصادم ہونے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ پولیس کا انتظام فسادات کو روکنے کے واسطے رکھ دیا گیا۔

وکیل استغاثہ:- کیا اور کوئی ڈیوٹی لگائی تھی۔ اس کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے کہا کہ پولیس کی ڈیوٹی پلوں پر حفاظت کیواسطے اور گورنمنٹ عمارات کی حفاظت کیواسطے لگائی گئی۔

سوال وکیل استغاثہ:- گواہ نے کہا میں ان ایام میں جب جلسے ہوا کرتے تھے۔ ہر روز شہر میں جایا کرتا تھا۔ میرے ماتحت بھی شہر میں گشت لگاتے تھے۔ جن لوگوں سے میں ملا ان سے معلوم ہوا۔ کہ لوگ خوفزدہ اور پریشان ہیں۔

وکیل استغاثہ:- کیا آپ نے کوئی ہجوم دیکھے۔ اسپر وکیل ملزم نے اعتراض کیا۔ لیکن وکیل استغاثہ نے کہا۔ کہ یہ سوال پوچھ سکتا ہوں۔ عدالت نے سوال کی اجازت دی تو گواہ نے کہا کہ لوگ ٹولیوں کی صورت میں ہوتے تھے۔ اور قابل اعتراض نعرے لگاتے تھے وہ نعرے یہ تھے۔

ہری سنگھ مردہ باد۔ ہری ڈوگرہ مردہ باد۔ کرن سنگھ مردہ باد۔ ڈوگرہ شاہی مردہ باد

رامہ کاکن مردہ باد ۔ احمق یار (احمد یار) مردہ باد ۔ ہری سنگھن ہیول خداین گول ۔ رامہ کاکن ہیول خداین گول ۔ یہ ٹولیاں مشتعل ہوتی تھیں ۔ میں نے ان ٹولیوں کو ان ایام میں دیکھا جب کہ شیخ محمد عبداللہ تقریریں کرتے تھے ۔ جوں جوں تقریریں ہوتی رہتی تھیں ۔ توں توں لوگوں میں اشتعال زیادہ ہوتا جاتا تھا سرینگر میں مسلم کانفرنس ، یووک سبھا اور کسان کانفرنس بھی ہے ۔ یہ سبھا سوسائٹیاں نیشنل کانفرنس کی کشمیر چھوڑ دو کی تحریک کے خلاف تھیں ۔ کشمیر چھوڑ دو کا مطلب یہ تھا ۔ کہ کشمیر میں مہاراجہ بہادر کی حکومت ختم ہو جائے ۔ اس تحریک کشمیر چھوڑ دو کا وفادار رعایا پر کوئی اثر نہ ہوا ۔ بلکہ انہوں نے مہاراجہ بہادر کو وفاداری کی تاریں دیں ۔ البتہ نیشنل کانفرنس کے کارکن کشمیر چھوڑ دو کی تحریک کے مددگار تھے ۔ ملزم نے اپنی تقریروں میں کہا ۔ کہ ہم کو چندہ جمع کرنا چاہئے ۔ کہ عہدنامہ منسوخ کرایا جائے ۔ حلقہ کمیٹیوں والے چندہ جمع کرتے تھے ۔ میرے رپورٹروں کی یہی اطلاع ہے ۔ جو کہ میں نے بیان کی ہے ۔ چندہ ۶ مئی سے پیشتر شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری کے بعد بھی جمع ہوتا رہا ۔

سوال وکیل استغاثہ : گواہ نے کہا وار کونسل کی طرف سے جس کو وہ وار کونسل کے نام سے پکارتے ہیں ۔ مجلس وار کونسل کی طرف سے پوسٹرس شائع ہوتے تھے ۔ جن میں لوگوں کو تلقین کی جاتی تھی ۔ کہ وہ قابل اعتراض نعرے لگائیں ۔ اور سڑکیں تاریں اور پل توڑیں ۔ اور جلوس نکالیں ۔ یہ تحریک خفیہ طور پر ہو رہی تھی ۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں بھی ایجیٹیشن ہوئی تھی ۔ جو کہ گورنمنٹ کے خلاف تھی ۔ سنہ ۱۹۳۱ء کی اس ایجیٹیشن میں لوٹ مار ۔ آتش زنی اور نقصانات ہوئے تھے ۔ کئی ملازم سرکار مارے بھی گئے تھے ۔ سنہ ۱۹۳۱ء والی تحریک بھی شیخ محمد عبداللہ نے جاری کی تھی ۔

وکیل ملزم :۔ کیا آپ ہمیں درست تاریخ بتا سکتے ہیں اب جبکہ شیخ صاحب یہاں تشریف لائے ۔

گواہ :۔ ملزم غالباً ۴ مئی سنہ ۱۹۴۶ء کو واپس آ گیا ۔

وکیل ملزم :۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا ہوں ۔ تو کیا آپ نے کہا تھا ۔ کہ افضل بیگ ۸ مارچ میں مستعفی ہو گئے

گواہ :۔ ہاں میں نے کہا۔

وکیل ملزم :۔ کیا اپریل کے درمیان سے اپریل کے اختتام تک درمیان میں جلسے ہوئے؟

گواہ :۔ وسط اپریل سے لیکر دو مئی تک بھی سرینگر میں جلسے ہوتے رہے۔

وکیل ملزم :۔ کیا وہ بھی میاں احمد یار کی تقرری کے خلاف تھے۔

گواہ :۔ یہ جلسے میاں احمد یار کے خلاف تھے۔ اور ان میں میاں احمد یار کو کوسا گیا

وکیل ملزم :۔ پرائم منسٹر کے خلاف یہ شکایتیں ظاہر کیجاتی تھیں۔ یا غم و غصہ کا اظہار کیا جاتا تھا۔ کہ انہوں نے میاں احمد یار کی کوئی تقرری کی

گواہ :۔ وہ تقریریں دو مئی سے پہلے ہوئیں۔ میاں احمد یار کی تقرری پر آنریبل پرائم منسٹر [illegible] بھی اعتراض کئے جاتے تھے۔

وکیل ملزم :۔ یہ کتنی مرتبہ جلسے ہوئے شیخ صاحب کی آمد سے قبل

گواہ :۔ یہ مجھے یاد نہیں کہ ملزم کے واپس آنے سے پہلے کتنے جلسے ہوئے۔

وکیل ملزم :۔ آپ ہمیں مقامات بتا سکتے ہیں۔ کہ کتنے مقامات پر ہوئے۔

گواہ :۔ یہ جلسے دو مئی سے قبل شہر سرینگر میں ہوتے تھے۔

وکیل ملزم :۔ کوئی جلسہ پنڈت امرناتھ کاک کے مکان کے باہر بھی ہوا۔

گواہ :۔ پنڈت امرناتھ صاحب کاک ایڈوکیٹ کے مکان کے پاس بھی جلسہ ہوا تھا۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ جلسہ کس [illegible] ہوا۔

وکیل ملزم :۔ یہ جلسہ کم از کم آپ کو پتہ ہوگا۔ کہ کس نے کیا۔

گواہ :۔ یہ جلسہ نیشنل کانفرنس نے منعقد کیا۔ مجھے یاد نہیں۔ اس جلسہ میں کس کس نے تقریر کی کیونکہ میں اس جلسہ میں شامل نہ تھا۔

وکیل ملزم: کوئی ایسا جلسہ ہے جس میں آپ نے شمولیت کی

گواہ: میں اس جلسہ میں شامل تھا۔ جو پتھر مسجد میں منعقد ہوا۔ اور جس میں ملزم نے تقریر کی۔

وکیل ملزم: کس تاریخ کو کی تھی۔

گواہ: یہ جلسہ ۱۸ مئی کو ہوا تھا۔

وکیل ملزم: کوئی مجسٹریٹ بھی اس جلسہ میں شامل ہوا تھا کہ نہیں۔

گواہ: مجھے یاد نہیں۔ کہ اس جلسہ میں کوئی مجسٹریٹ تھا یا نہیں۔

وکیل ملزم: یہ یاد ہوگا کہ کوئی رپورٹر تھا یا نہیں۔

گواہ: مجھے یاد نہیں کہ اس جلسہ میں کون کون رپورٹر مقرر ہوا تھا۔

وکیل ملزم: آپکی رپورٹنگ کے نوٹ یا ڈائری ہے۔

گواہ: اس جلسہ ۱۸ مئی والے کی شارٹ ہینڈ نوٹ اور لانگ ہینڈ نوٹ مجھے موصول ہوئے۔
وہ نوٹس میرے دفتر میں رکھے ہیں

وکیل ملزم: کیا آپ ان صحیح تاریخوں کو بتا سکتے ہیں جن کو شیخ محمد عبداللہ نے تقاریر کیں

گواہ: مجھے اس وقت یاد نہیں ہے کہ ۲ مئی سے لیکر ۱۶ مئی تک کن کن تاریخوں پر ملزم نے تقریر کیں۔ دیگر کوئی سوال نہ ہوا

وکیل استغاثہ نے تین گواہ ترک کر دئے۔ اور باقی دو کے متعلق کہا انہیں پیش کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپنے سردار سرجن سنگھ غلام قادر دونی اور غلام نبی کو ترک کرنے کے متعلق بیان دیا۔

...کارروائی پرچہ ختم ہوئی

بارھویں پیشی

مجھے معلوم نہیں۔

اس ریاست میں اظہارِ حقیقت جرم ہے

عدالت کے استفسار پر شیخ محمد عبداللہ صاحب کا اظہار

سری نگر - ۲۰ جولائی مقام بارہ دری باغ چھانہ

وکلائے استغاثہ — وکلائے ملزم (بدستور سابق)

آج عدالت سیشن میں اس مقدمہ کی کاروائی بارہ بجکر دس منٹ پر شروع ہوئی۔ ہمدرد کے دو رپورٹروں کے بیان کے بعد شیخ محمد عبداللہ صاحب سے چند اہم استفسار کئے گئے۔

ہمدرد کے رپورٹر

استغاثہ کی طرف سے ستائیسواں گواہ مسٹر دوا کا ناتھ پیش ہوا۔ آپ نے کہا۔ کہ میں روزنامہ ہمدرد کا نامہ نگار ہوں۔ میں نیشنل کانفرنس کے ان جلسوں میں شامل ہوتا رہا جو ۱۶ مئی، ۱۸ مئی، ۲۰ مئی کو منعقد ہوئے۔ میں تقریروں کو نوٹ کرنے کے واسطے وہاں حاضر ہوا تھا۔ جو تقریریں لانگ ہینڈ میں نوٹ کرتا ہوں۔ میں نے نیشنل کانفرنس کے مذکورہ جلسوں کے نوٹ بھی لانگ ہینڈ میں لئے۔ تقریر کرتے وقت ہم جو نوٹ لیتے ہیں۔ انہیں ہم بعد میں از سر نو لکھتے ہیں۔ کیونکہ نوٹ کرتے وقت اس میں کچھ GAPS رہ جاتے ہیں۔ از سر نو لکھتے وقت ہم

نہیں پڑ کرتے ہیں۔ جلسہ کے ختم ہونے پر گھر پہونچ کر یا دفتر پہ پہونچ کر فوراً ہم رپورٹ مرتب کرتے ہیں۔ اگر جلسہ گاہ ہمارے دفتر کے نزدیک ہو۔ تو دفتر پر جا کر یہ کام کرتے ہیں۔ ورنہ گھر جا کر۔ جونہی تقریر کی رپورٹ از سر نو لکھی جاتی ہے۔ تو ہم اسے اسسٹنٹ ایڈیٹر کے حوالے کرتے ہیں۔ ۱۶ ارمئی ۱۹۴۶ء کو میں پرتاپ بھون میں منعقدہ ہندوؤں کے جلسہ میں شامل ہوا۔ وہ جلسہ شام کے قریباً ساڑھے سات بجے شروع ہوا۔ اور نو بجے ختم ہوا۔ میں نے اس جلسہ میں بھی لانگ ہینڈ میں نوٹ لئے۔ ۱۳ ارمئی کو نیشنل کانفرنس کا جو جلسہ منعقد ہوا۔ میں اس کی رپورٹ ساتھ لایا ہوں۔

(عدالت نے اس پر نشان لگا کر شامل ریکارڈ کر لیا۔)

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ میری رپورٹ ملزم شیخ عبداللہ کی ۳ ارمئی والی تقریر کے عین مطابق ہے۔ میں اس جلسہ کی رپورٹ بھی ساتھ لایا ہوں۔ جو ۹ ارمئی کو منعقد ہوا۔ اور جس میں شیخ عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے تقریریں کیں۔ (عدالت نے اس پر نشان لگا کر شامل ریکارڈ کر لیا۔)

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ پرتاپ بھون میں ۱۶ ارمئی کو جو ہندوؤں کا جلسہ ہوا میں اس کی رپورٹ بھی لایا ہوں۔ (عدالت نے اس کو بھی شامل ریکارڈ کر لیا۔)

میں اخبار ہمدرد کا پرچہ مورخہ ۱۸ ارمئی ۱۹۴۶ء پیش کرتا ہوں۔ جس میں متذکرہ صدر جلسہ کے متعلق میری رپورٹ شائع ہوئی ہے۔

جرح وکیل ملزم۔ مسٹر آصف علی:۔ آپ کی رپورٹوں میں کہیں کہیں کچھ عبارت کاٹی گئی ہے؟

گواہ:۔ یہ اسسٹنٹ ایڈیٹر نے کاٹی ہے۔

وکیل ملزم:۔ اس پرچہ جو لفظ بڑھائے گئے ہیں۔ وہ کس نے بڑھائے ہیں۔

گواہ:۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر نے۔

وکیل ملزم:۔ ایک رپورٹ پر آپ نے لکھا ہوا ہے کہ "یہ خوشنودی سکھوں سے دھوکا ہے"

مگر اس میں لفظ "نہیں" ایزاد کیا گیا ہے ۔ اور عبارت یہ ہوئی ۔ "یہ خوشنودی سکھوں سے دشمنوں کا اظہار ہے" یہ کس نے کیا ۔

گواہ :۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر نے ۔

وکیل ملزم :۔ کیا آپ جلسہ ختم ہونے کے بعد گھر جاتے ہیں ۔

گواہ :۔ جی ہاں ۔

وکیل ملزم :۔ آپ جلسے کے تمام واقعات نوٹ کرتے ہیں ۔

گواہ :۔ صرف اہم واقعات

وکیل ملزم :۔ کیا یہ صحیح ہے ۔ کہ جس اخبار کے آپ رپورٹر ہیں ۔ وہ نیشنل کانفرنس کے خلاف لکھتا ہے

گواہ :۔ ہمدرد نیشنل کانفرنس کے نصب العین کے خلاف نہیں لکھتا

وکیل ملزم :۔ نصب العین کے خلاف لکھے یا نہ لکھے لیکن نیشنل کانفرنس لیڈروں اور ان کی تحریک کے خلاف لکھتا ہے ۔

گواہ :۔ ہمدرد نیشنل کانفرنس کیخلاف اس لئے لکھتا ہے ۔ کہ وہ بزور لاٹھی عوام کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے

وکیل ملزم :۔ کیا "ہمدرد" شیخ محمد عبداللہ کیخلاف فاسسٹ اور غنڈہ کے الفاظ لکھتا ہے ۔ یا نہیں

گواہ :۔ جی ہاں ۔

وکیل ملزم :۔ اور پنڈت نہرو کے خلاف بھی اس نے کافی لکھا !

گواہ :۔ مجھے یاد نہیں ۔

وکیل ملزم :۔ آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے ؟

گواہ :۔ میں نہیں بتا سکتا ۔

عدالت :۔ آپ کو بتانا پڑیگا ۔

گواہ :۔ چالیس روپے ماہوار

وکیل ملزم :۔ تمہاری تعلیم کیا ہے؟

گواہ :۔ ایف۔ اے فیل

وکیل ملزم :۔ تم نے اخباری رپورٹنگ کی تعلیم حاصل کی ہے۔

گواہ :۔ جی نہیں۔

وکیل ملزم :۔ کب سے اس پیشہ میں ہو؟

گواہ :۔ ۱۹۴۴ء سے۔

وکیل ملزم :۔ شیخ عبداللہ کی جن تقریروں کی رپورٹ تم نے نوٹ کی تھی۔ وہ کشمیری میں ہوئی تھیں۔

گواہ :۔ ہاں

وکیل ملزم :۔ اور تم نے ان کے نوٹ اردو میں لئے تھے۔

گواہ :۔ ہاں

چل کر گواہ نے کہا۔ کہ تقریر کشمیری میں ہوتی تھی۔ اور میں اردو میں لکھتا جاتا تھا۔ اور اس میں جو الفاظ رہ جاتے تھے۔ انہیں یادداشت سے پُر کرتا تھا۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر عبارت کی کانٹ چھانٹ بعد میں مشورہ کر کے کرتا ہے۔ کہ کہیں تقریر کا مفہوم نہ بدل جائے۔ پرتاپ بھون کے جلسہ کی رپورٹ میں کوئی چھانٹ نہیں ہوئی۔ کیونکہ میں نے بے احتیاطی سے لکھا۔ چونکہ پرتاپ بھون والے جلسے میں تقریریں مختصر ہوئیں۔ اس لئے میں ان کو اچھی طرح یاد رکھ سکتا تھا۔ لمبی تقریروں میں میری نظروں میں وہ اہم حصے ہوتے ہیں۔ وہ نہیں بھولتا۔ ۱۶ رمئی کو پرتاپ بھون کے جلسے میں حسب ذیل جملے درج ہیں۔ ایک وقت وہ مہاراجہ بہادر کیلئے اپنا خون بہانے کیلئے تیار تھے۔ لیکن اب انہیں کے خلاف نہایت غیر ذمہ دارانہ تقریریں کرتے ہیں۔ یہ جملے مسٹر ہنس راج رتشو سیکرٹری ہندو شہو ڈنٹس

فیڈریشن نے اپنی تقریر میں استعمال کئے ہیں ۔

وکیل استغاثہ کی جرح ۔ بسوال وکیل استغاثہ گواہ نے ۱۳ مئی کی نیشنل کانفرنس کے جلسے کی رپورٹ میں سے حسب ذیل سطریں پڑھیں ۔

مسٹر فوطہ دار نے کہا ۔ کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے پر کشمیر ملا لیکن مسٹر فوطہ دار اس خوشنودی کی شکل کو بیان نہیں کرتے ۔ لیکن کیا یہ خوشنودی سکھوں سے دھوکا نہیں ہے ۔ کہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے انگریزوں کے ساتھ سازو باز کر کے سکھوں کو انگریزوں کے ہاتھ شکست دلائی ۔ کیا یہ تواریخ کا سیاہ باب نہیں !

جس وقت اسسٹنٹ ایڈیٹر نے لفظ "نہیں" ایزاد کیا ۔ اس نے مجھ سے مشورہ کیا ۔

وکیل استغاثہ :۔ وکیل ملزم نے آپ سے کہا تھا کہ کیا "ہمدرد" کی پالیسی فاشزم کے خلاف ہے ۔ کیا آپ کو اس پالیسی سے کوئی تعلق ہے ۔

وکیل ملزم :۔ مجھے اس پر اعتراض ہے ۔

گواہ :۔ مجھے اخبار ہمدرد کی پالیسی سے کوئی تعلق نہیں ۔ میں تو محض ایک خبر رساں ہوں ۔ آگے چل کر گواہ نے کہا کہ میں کشمیری ہوں ۔ اور کشمیری جانتا ہوں ۔

(عدالت سوا ایک بجے لنچ کیلئے برخاست ہوئی)

لنچ کے بعد کارروائی ۔ استغاثہ کی طرف سے مسٹر رامچند رپورٹر گواہ کے طور پر پیش ہوا ۔ اس نے کہا کہ میں "روزانہ ہمدرد" کا رپورٹر ہوں ۔ مئی ۱۹۴۶ء میں نیشنل کانفرنس کیطرف سے جو جلسے منعقد ہوئے ۔ ان میں سے میں ۱۵ اور ۱۶ مئی کے جلسوں میں شامل تھا مجھے اخبار کیطرف سے رپورٹ لینے کی ڈیوٹی پر تعینات کیا گیا تھا ۔ میں نے لیکچروں کے نوٹ لانگ ہینڈ میں لئے ۔ شیخ محمد عبداللہ نے دونوں جلسوں میں تقریریں کیں ۔ ۱۵ مئی کو جب جلسہ ختم ہوا ۔ تو

میں لانگ ہینڈ نوٹ گھر لایا۔ اور میں نے ان کو (REPREDUCE) کیا۔ ۱۶ مئی کو انہیں دفتر لایا۔ اور سب ایڈیٹر کے حوالہ کیا (عدالت نے اس رپورٹ پر نشان لگائے۔ اور شامل ریکارڈ کر لیا) آگے چلکر گواہ نے کہا کہ میری رپورٹ شیخ محمد عبداللہ کی تقریر کے مطابق ہے۔ ۱۶ مئی کو بھی نیشنل کانفرنس کا جلسہ منعقد ہوا۔ اس کی رپورٹ میں نے اسی طرح مرتب کی۔ اور اسسٹنٹ ایڈیٹر کے حوالے کی (عدالت نے اس رپورٹ پر بھی نشان لگائے۔ اور شامل ریکارڈ کر لیا)

وکیل ملزم کی جرح ۔ وکیل ملزم مسٹر آصف علی:۔ کتنے عرصہ سے رپورٹری کا کام کرتے ہو۔

گواہ:۔ پانچ ماہ سے۔

وکیل ملزم: کیا تعلیم ہے۔

گواہ:۔ گریجویٹ۔

آگے چلکر گواہ نے کہا کہ میں نے اس سے قبل کبھی رپورٹری کا کام نہیں کیا۔ ۱۵ مئی کی تقریر کشمیری زبان میں اور ۱۶ مئی والی اردو میں ہوئی۔ کشمیری زبان میں جو تقریر ہوئی اس کے نوٹ میں اردو میں لیتا تھا۔ میں جلسہ کے اہم واقعات کو نوٹ کر لیتا تھا۔ اور بعد میں گھر جا کر (GAPS) کو یادداشت سے پُر کر لیتا تھا میری رپورٹ کو سب ایڈیٹر کانٹ چھانٹ کر جو مناسب سمجھتا تھا۔ وہ اخبار میں شائع کرنے دیتا تھا۔

وکیل ملزم:۔ "ہمدرد" کی پالیسی نیشنل کانفرنس۔ اس کے لیڈروں اور اس کی تحریکات کے خلاف ہے۔

گواہ:۔ "ہمدرد" کی پالیسی عام طور پر نیشنل کانفرنس کے خلاف نہیں ہے۔

وکیل ملزم:۔ یہ واقع ہے۔ کہ ہمدرد نیشنل کانفرنس کے خلاف لکھتا رہا ہے۔

گواہ:۔ ہمدرد نیشنل کانفرنسی لیڈروں کی کرتوتوں کے خلاف لکھتا ہے۔

وکیل ملزم:۔ کیا ہمدرد نیشنل کانفرنسی لیڈروں کو فاسسٹ اور غنڈہ کے ناموں سے موسوم کرتا ہے۔

گواہ:۔ ہاں

وکیل ملزم :۔ اتنا ہی نہیں ۔بلکہ "ہمدرد" نے پنڈت جواہر لال نہرو کے خلاف بھی لکھا ہے ۔
گواہ :۔ جہاں تک نہرو کی کرتوتوں کا تعلق ہے ۔
وکیل ملزم :۔ ہاں یا نہیں کہو ۔
وکیل استغاثہ مسٹر کاک :۔ گواہ کو حق ہے ۔ کہ وہ جو مناسب سمجھے کہے ۔ وہ صرف ہاں یا نہیں کہنے کیلئے مجبور نہیں ۔
گواہ :۔ پنڈت نہرو کی ان کرتوتوں کے خلاف لکھا ہے ۔ جن سے ہمارے ملک کو زک پہنچی ہے ۔
وکیل ملزم :۔ کیا تمہیں "ہمدرد" کی پالیسی کے ساتھ اتفاق ہے ؟
گواہ :۔ ہاں کسی حد تک ۔ آگے چلکر گواہ نے کہا کہ ۱۵ ار اور ۱۶ ار مئی کی تقریروں میں جو کانٹ چھانٹ ہوئی ہے ۔ وہ اسسٹنٹ ایڈیٹر نے کی ہے ۔ میں نے ۱۶ ار مئی والی تقریر کی رپورٹ کے صفحہ ۵ پر یہ الفاظ شیخ محمد عبداللہ کی تقریر میں لکھے تھے ۔ "آپ نے مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کا یہ جملہ کہا ۔ کہ
REVOLT IS THE RIGT OF A SLAVE - - - -
اس جملہ کو سب ایڈیٹر نے قلم زد کر دیا ۔ میں نے یہاں جو رپورٹیں پیش کی ہیں ۔ وہ میں نے دفتر کی فائل سے نکالکر لائی ہیں مجھے فائل سے نکالنے کی اجازت ایڈیٹر نے دی ہے ۔ اصلی نوٹس جو دوران تقریر لکھے گئے تھے ۔ وہ ردی کی ٹوکری میں ڈالدئے گئے تھے ۔ ۱۶ ار مئی ۱۹۴۶ء والی تقریر میں ملزم نے یہ کہا کہ آج سے تمام جلسے وغیرہ بند کئے جاتے ہیں ۔ میں اب دہلی جا رہا ہوں ۔ وہاں مشورہ کرونگا ۔
وکیل استغاثہ نے گواہ پر کر رجرح نہیں کی ۔ انہوں نے کہا ۔ کہ میں گواہ لالہ شیونا تھ نندہ کے بیان کو ترک کر کے شہادت استغاثہ ختم کرتا ہوں ۔

ملزم سے استفسارات

بسوال عدالت ملزم شیخ محمد عبداللہ نے کھڑے ہو کر کہا ۔ کہ میرا نام شیخ محمد عبداللہ ہے ۔ والد کا نام شیخ محمد ابراہیم ۔

قوم شیخ ۔ساکن سورہ سرینگر ۔ عمر ۴۱ سال ۔پیشہ تجارت

عدالت :۔کیا آپ نیشنل کانفرنس کے صدر ہیں ۔

شیخ محمد عبداللہ :۔جی ہاں

عدالت :۔کیا آپ نے ۲۳ مئی مطابق ۱۲ بیساکھ ۲۰۰۳ء بہ ملارٹہ (سرینگر) میں ایک جلسہ میں جوکہ ۹ بجے سے ۱۱ بجکر ۵ منٹ رات کو رہا ۔اور جس کے آپ صدر تھے ۔اور جوکہ نیشنل کانفرنس کے زیر اہتمام جس کے آپ صدر ہیں منعقد ہوا ۔پانچ ہزار حاضری میں وہ تقریر کی ۔جوکہ پولیس (سی ۔آئی ۔ڈی) ڈائری لانگ ہینڈ (جو شامل ریکارڈ ہو چکی ہے) میں درج ہے ۔

وکیل استغاثہ :۔یہ بھی بتائے ۔کہ ملزم کو وہ تقریر پڑھکر سنائی جائے ۔

عدالت :۔ وہ میں پوچھ لونگا ۔

وکیل ملزم مسٹر آصف علی :۔ملزم سے اس طرح سوال پوچھا جائے ۔جس سے معاملہ واضع ہو ۔

عدالت :۔ وہ تو سوال میں پوچھا گیا ہے ۔

ملزم :۔ تاریخ اور وقت کے متعلق میں صحیح (EXACT) جواب نہیں دے سکتا ہوں ۔مگر میں نے ملارٹہ میں تقریر ضرور کی ہے ۔ اور جس جلسہ کی صدارت کی ہے ۔ وہ جلسہ نیشنل کانفرنس کی طرف بلایا گیا تھا ۔اب مجھے تقریر کی وہ رپورٹ پڑھکر سنائی جائے ۔جو شامل ریکارڈ کی گئی ہے ۔ (عدالت نے تقریر پڑھکر سنائی)

ملزم :۔یہ تقریر تحت اللفظ نہیں ہے ۔بعض الفاظ اسمیں غلط درج ہیں اور بعض کا اصل مفہوم سے کوئی تعلق نہیں ۔لیکن بحیثیت مجموعی یہ تقریر جو مجھے سنائی گئی ۔وہ خاصی صحیح ہے ۔

عدالت :۔کیا اس تقریر سے آپ کی نیت اور غرض رعایائے ریاست کے دلوں میں مہاراجہ بہادر ان کے خاندان اور ان کی حکومت کے خلاف جوکہ از روئے قانون قائم ہے ۔نفرت ،حقارت ۔بدخواہی اور بد اعتمادی پیدا کرنی تھی ؟

مسٹر آصف علی :- وکیل ملزم نے لفظ خاندان پر اعتراض کیا۔ کہ خاندان کے خلاف کچھ کہنا بغاوت نہیں

ملزم :- میرا مقصد اس تقریر سے حقیقت کا اظہار کرنا تھا۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ حقیقت کا اظہار کرنا اس ریاست میں بغاوت ہے یا نہیں۔

عدالت :- کیا آپ نے ۱۳ مئی ۱۹۴۶ء والی تقریر میں حسب ذیل الفاظ بھی کہے تھے ؟

"مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارثوں کو اس ملک میں کوئی حق نہیں ہے۔ ایک تھوک فروش نے ہمیں خریدا۔ اور وہ پرچون فروشوں میں تقسیم کرتا ہے ....
... آپ کا فرض ہے کہ اپنی تحریک کو ایک مقصد پر رکھیں۔ اور آپ پر فرض ہے کہ ڈوگرہ شاہی راج کو ختم کریں .... آپ کا فرض ہے۔ کہ سب کو دعوت دیں۔ اور کہیں کہ ہمیں ڈوگرہ شاہی حکومت سے آزادی حاصل کرنی ہے۔ خواہ اس میں آپ کی جان، دولت، مکان تباہ ہو جائیں ....
اس سے زیادہ اچھا وقت اور کوئی نہیں۔ کہ ڈوگرہ شاہی کو ختم کر دیں"

ملزم :- اس تقریر کو کہے ہوئے تقریباً ڈھائی مہینہ گذر چکے ہیں۔ اور میرے لئے مشکل ہے۔ کہ بالکل وہی الفاظ میرے ذہن میں اس وقت بھی موجود ہوں۔ جن کا اظہار میں نے ۱۳ مئی والے جلسے میں کیا تھا۔ میں جو کچھ کہہ سکتا ہوں۔ وہ میں نے اس سے قبل کے سوال کے جواب میں کہا ہے۔ میں ایک تفصیلی بیان پیش کرنے والا ہوں۔ جس سے میرا نظریہ اور میری نیت صاف طور پر واضح ہو جائے گی۔

عدالت :- کیا آپ نے ۱۳ مئی والی تقریر میں حسب ذیل الفاظ کہے تھے ؟

"میں چاہتا ہوں۔ کہ میجر اٹیلی کو جو انگریزوں کا حکمران ہے۔ ان سے پوچھوں کہ آپ تو جانتے ہیں۔ لیکن ہمیں ایک ایسے انسان کے پاس چھوڑتے ہیں جس کے ساتھ ہمیں کوئی رشتہ نہیں تعلق نہیں۔ اور جسے کشمیر کی سیاست کوئی ہمدردی نہیں۔ جس نے کشمیر کے عوام

کو ابدی غلامی میں مبتلا کر دیا ہے" ملزم :۔ الفاظ پورے طور پر یاد نہیں۔

عدالت :۔ کیا آپ نے ۱۴ مئی ۱۹۴۶ء یکم جیٹھ ۲۰۰۳ سنہ ب بمقام خواجہ صاحب نوشہرہ (دچار ناگ) ایک جلسہ جو آٹھ بجے شام سے گیارہ بجکر پندرہ منٹ رات تک رہا۔ جس کے آپ صدر تھے۔ اور جو کہ نیشنل کانفرنس کی طرف سے بلایا گیا تھا۔ جس کے آپ صدر ہیں۔ چار پانچ ہزار آدمیوں کے سامنے وہ تقریر کی۔ جو پولیس (سی۔ آئی۔ ڈی) کی لانگ ہینڈ ڈائری (جو شامل ریکارڈ ہو چکی ہے) میں درج ہے۔

ملزم :۔ تاریخ اور وقت کے متعلق صحیح طور پر جواب نہیں دے سکتا۔ لیکن میں نے ایک جلسہ میں جو کہ نوشہرہ میں نیشنل کانفرنس کی طرف سے بلایا گیا تھا۔ اور جس کی میں نے صدارت بھی کی۔ تقریر کی تھی۔ اور وہاں پر تقریباً دس بارہ ہزار کی حاضری تھی۔

(ملزم کی استدعا پر عدالت نے ۱۴ مئی والی تقریر کی رپورٹ پڑھکر سنائی)

ملزم :۔ یہ تقریر تحت اللفظ نہیں ہے۔ اس میں بعض الفاظ بڑھائے گئے ہیں۔ اور بعض کا مفہوم غلط طور پر پیش کیا گیا ہے۔ بعض الفاظ کو مفہوم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لیکن مجموعی طور پر تقریر خاصی صحیح ہے۔

عدالت :۔ کیا اس تقریر سے آپ کی نیت اور غرض رعایائے ریاست کے دلوں میں مہاراجہ بہادر اور ان کی حکومت جو از روئے قانون قایم ہے۔ کے خلاف بغاوت، نفرت، حقارت، بدخواہی اور بداعتمادی پیدا کرنی تھی؟

ملزم :۔ اس تقریر سے میری نیت حقیقت کا اظہار کرنا تھا۔ مجھے معلوم نہیں۔ اس ریاست میں حقیقت کا اظہار کرنا بغاوت ہے یا نہیں۔

عدالت :۔ کیا اس ۱۴ مئی والی تقریر میں آپ نے یہ الفاظ بھی کہے تھے!

"آج تک مختلف طریقوں سے میری آواز دبانے کی کوشش کی گئی۔ میں نے یہاں کے مہاراجہ

ہری سنگھ سے انتہائی عقیدت دکھائی ۔ اور کہا کہ آپ صرف کروڑوں روپے جو عیش عشرت میں خرچ کرتے ہیں ۔ اس رقم سے غریبوں کی حالت بہتر بنانے تو اچھا تھا ۔ مگر جوں جوں یہ کہا گیا ۔ توں توں ہم پر ظلم و ستم رکھا گیا ۔ ہم اس ملک کے ۲۰ لاکھ آدمی جائیداد وغیرہ کے سمیت پچاس لاکھ روپے میں بیچے گئے ۔ جب ایسا کیا گیا ۔ تو ہم سے ایسا سلوک کیا گیا ۔ جو ایک جانور سے کیا جاتا ہے ۔ بیگار میں لوگ لئے جاتے تھے ۔ جو بے کفن مر جاتے تھے ۔ جس وقت یہاں سے گلگت بیگار کیلئے آدمی لئے جاتے تھے ۔ تو اس وقت یہاں ماتم چھا جاتا تھا ۔ اس ظلم سے یہاں کے لوگ بھاگ گئے ۔ میں نے اچھی طرح یہ محسوس کیا ہے ۔ کہ یہاں ہم تب تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے ۔ جب تک ڈوگرہ شاہی کا خاتمہ نہ ہو ۔ اب اس بیعہ نامہ میں سے ایک شق باقی ہے ۔ کہ مہاراجہ کا سیاسی اقتدار بھی ختم ہو ۔ نیشنل کانفرنس کا یہ پروگرام ہے ۔ کہ ڈوگرہ شاہی کا خاتمہ ہونا چاہیئے ۔ اور اس ملک کی حکومت یہاں کے لوگوں کے ہاتھوں میں منتقل ہونی چاہیئے ۔ اس ملک میں اس کو راج کرنے کا حق نہیں ۔ سو سال کی مفلوک الحالی کے بعد ہم یہ کہتے ہیں ۔ کہ یہ راج ہم نے قبول نہیں کیا ۔ نہ کریں گے ۔ اس حق کیلئے ہمیں انتہائی قربانی دینی ہو گی ۔ سو سال کے بعد ایک سال بھی ڈوگرہ شاہی کے غلام بن کر نہیں رہیں گے ۔ جب تک ہم اس غلامی سے آزاد نہیں ہونگے تب تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے آپ تیاری کریں ۔ آپ اس آواز کے پیامبر ہیں ۔ اس غلامی کی زنجیر دل اور ڈوگرہ شاہی کی حکومت کو ختم کر دیں ۔"

نوٹ : مئی ۱۹۴۶ء میں میں نے سرینگر میں مختلف جگہ تقریریں کی ہیں ۔ ان تمام تقریروں کا مفہوم

عہد نامہ امرتسر کے پس منظر کو عوام کے سامنے پیش کرنا تھا۔ اور اس سلسلہ میں دنیا کے سامنے ان کی خواہشات کو رکھنا تھا۔ میرے لئے یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ کس جلسہ میں میں نے کن الفاظ میں اس مفہوم کو پیش کیا۔ میں اس سلسلہ میں ایک تفصیلی بیان تحریری طور پر دونگا۔

اس مرحلہ پر مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ چونکہ آج رمضان کا پہلا روزہ ہے۔ اس لئے عدالت برخاست کی جائے۔ (پونے پانچ بجے عدالت برخاست ہوئی۔ کل پھر پیشی ہوگی)

تیرھویں پیشی

شیخ عبداللہ سے مزید استفسارات اور فرد جرم

شیخ صاحب کا جرم سے اظہار برات

مہاراجہ بہادر یا کسی دوسرے کے خلاف نعرے لگانے سے انکار

سرینگر۔ ۳۱ جولائی مقام بادامی باغ چھاؤنی

وکلاء استغاثہ و وکلائے ملزم حسب معمول حاضر تھے۔ دیگر [illegible] کوئی خاص بھیڑ نہ تھی۔ آج شیخ محمد عبداللہ صاحب سے استفسارات کرنے کے بعد عدالت نے آپ پر فرد جرم لگا دیا۔

استفسارات اور شیخ صاحب کے جوابات

عدالت:۔ کیا آپ نے ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء مطابق ۳ جیٹھ ۲۰۰۳ بمقام ہالیسمہ سرینگر ایک جلسہ میں جو کہ پونے نو بجے شام سے گیارہ بجے رات تک رہا جس کے آپ پریذیڈنٹ تھے۔ اور جو کہ نیشنل کانفرنس کی طرف سے بلایا گیا تھا۔ پانچ یا چھ ہزار آدمیوں کی حاضری میں وہ تقریر کی۔ جو کہ پولیس (سی آئی ۔ ڈی) ڈائری لانگ ہینڈ ایگزیبٹ P.G مشمولہ مثل میں درج ہے۔

ملزم:۔ میں نے ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو ایک تقریر ہالیسمہ میں کی یہ جلسہ نیشنل کانفرنس کی طرف سے بلایا گیا تھا اور اس جلسہ کی صدارت میں نے کی۔ اور یہ جلسہ قریباً ۱۲ بجے رات کے ختم ہوا۔ اس جلسہ میں پندرہ سے بیس ہزار تک سامعین تھے [شیخ محمد عبداللہ ملزم نے اس مرحلہ پر پولیس (سی آئی ۔ ڈی) ڈائری سے تقریر پڑھکر سنانے کی استدعا کی۔ جو عدالت نے پڑھکر سنائی]

ملزم:۔ ہالیسمہ میں میں نے جو تقریر کی تھی۔ وہ تقریباً دو گھنٹہ تک جاری رہی۔ میری یہ تقریر اردو زبان میں تھی۔ جو تقریر مجھے عدالت نے پڑھکر سنائی۔ وہ نہ تو ACCURATE ہے۔ نہ ہی تحت اللفظ (VERBITUM) ہے۔ اور اردو شعراء کے کلام سے جو کچھ میں نے سنایا ہے۔ وہ بھی صحیح طور درج نہیں ہے۔ جملے مکمل نہیں۔ جس وجہ سے مفہوم میں فرق پڑا ہے۔ لیکن جو تقریر میں نے ہالیسمہ میں کی تھی اگر اس کی پوری تحت اللفظ (VERBITEM REPORT) لے لی گئی ہوتی تو وہ رپورٹ کم از کم تئیس اور چالیس صفحوں کے درمیان قلمبند ہوئی ہوتی۔ لیکن فی الجملہ GENRALLY جو تقریر مجھے سنائی گئی وہ خاصی درست (FAIRLY CORRECT) ہے۔

عدالت:۔ کیا اس تقریر سے آپ کی نیت اور غرض یہ تھی کہ ریاست کے دلوں میں مہاراجہ بہادر اور ان کی گورنمنٹ کے خلاف جو از روئے قانون قائم ہے۔ بغاوت، نفرت، حقارت، بد خواہی و

بد اعتمادی پیدا کرنے کی تھی ؟

ملزم :۔ اس تقریر سے میری نیت اور منشا سچائی کا اظہار کرنا تھا ۔ میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ سچائی کا اظہار کرنا اس ریاست میں بغاوت کے مترادف ہے ۔ یا نہیں ۔

عدالت :۔ کیا آپ نے اس تقریر کے دوران میں حسب ذیل الفاظ بھی کہے !

"ریاستی ہندو، مسلم، سکھ کیا چاہتے ہیں ۔ وہ غلام در غلام زندگی سے نجات چاہتے ہیں ۔ راجوں مہاراجوں کی عیش پرستی کا مزید شکار نہیں ہونا چاہتے ۔ چالیس لاکھ آدمی ایک آدمی کی عیش پرستی کا شکار ہو رہے ہیں ۔ . . . میں آج ہندوؤں کو جو آج ڈوگرہ راج کی جے پکارتے ہیں ۔ میں ان سے کہتا ہوں ۔ کہ ڈوگرہ راجیہ کی بنیاد کیا ہے ۔ اس ڈوگرہ راجیہ کی بنیاد شرمناک غداری ہے ۔ میں آج ۱۹۴۶ء میں اس شرمناک غداری کا انتقام میاں گلاب سنگھ اور ان کے وارثوں سے لوں گا ۔ اس نے پیشین گوئی کی ۔ کہ وقت آئے گا ۔ جب کہ قبروں سے مردے کفن پھاڑ کر نکلیں گے ۔ اور کہیں گے ۔ ڈوگرہ راجیہ مردہ باد" ۔ اور کشمیر کو چھوڑ دو . . . . کوئی طاقت کوئی سازش اس قوم کو غلام نہیں رکھ سکتی . . .

کشمیر کی آزادی کا فیصلہ ہم نے اپنے خون سے کرنا ہے REVOLT IS THE RIGHT OF A SLAVE

ہم سو سال کے بعد ڈوگرہ راجیہ کو ختم کریں گے . . . . جنگ کا بگل بج رہا ہے ۔ کسی وقت بجے گا ۔ اس شرمناک غداری کا انتقام لو ۔ . . . . . یہ لڑائی ۱۹۴۶ء میں ہمیں اس شرمناک غداری کے ساتھ لڑنی ہے جس کا انتقام لینا ہے ۔ . . . . لوگوں کو اس جنگ میں شریک ہونے کی تلقین کرو ۔ . . .

. . . . . . لوگوں کے خون اور پسینوں کی کمائی ، جو لوگ کتوں پر اور گھوڑوں پر خرچ کرتے ہیں ۔ وہ ظالم سے بھی بدتر ہیں ۔ ان کے پھندے سے چھوٹنا ہر ایک آدمی کا فرض ہے "

ملزم :۔ مئی کے مہینہ میں میں نے ایک نہیں بلکہ کئی تقریریں کیں ۔ اور ان تمام تقاریر کا مقصد کشمیر کے عوام اور دنیا کے سامنے جموں و کشمیر کی ریاست کی حیثیت کو رکھنا تھا جو کہ ۱۹۴۶ء میں ہوا وجود

اس کا وجود کن حالات میں عمل میں آیا۔ اور امرتسر کے عہد نامہ کے پس منظر کو تاریخی حیثیت میں دنیا کے سامنے لانا تھا۔ اور مستقبل کے مجوزہ آزاد ہندوستان میں نہ صرف ریاست جموں و کشمیر کی پوزیشن بلکہ پانچ سو سات ریاستوں کی پوزیشن کیا ہوگی۔ اس کو رکھنا تھا۔ ریاست جموں و کشمیر کے چالیس لاکھ عوام کی اس سلسلہ میں کیا خواہشات ہیں۔ ان کو صاف طور دنیا کے سامنے رکھنا تھا۔ میں یہ صحیح طور پر نہیں کہہ سکتا ہوں خصوصاً جب کہ ان تقریروں کو کئے ہوئے اڑھائی ماہ کا لمبا عرصہ گذر چکا ہے۔ کہ کس تقریر میں میں نے کیا الفاظ کہے۔ اور کن الفاظ میں اپنے خیالات کو ظاہر کیا۔

عدالت:۔ کیا آپ نے ۱۳، ۱۴، ۱۶؍ مئی ۱۹۴۶ء کی تقریروں سے رعایائے ریاست جموں و کشمیر کے دلوں میں خلاف مہاراجہ بہادر والئے جموں و کشمیر وغیرہ اور ان کی گورنمنٹ جو از روئے قانون قائم ہے۔ بغاوت نفرت، حقارت، بدخواہی، بداعتمادی پیدا کی۔ اور ان کے پیدا کرنے کا اقدام کیا۔ کیا ان تقریروں سے تشدد وغیرہ رونما ہوا۔ اور خلل امن ہوا؟

ملزم:۔ میں نے ان تینوں تقریروں میں برہنہ سچائی کا اظہار کیا۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ سچائی کے اظہار جن اثرات کا سوال میں ذکر ہوا۔ وہ کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک سوال کے اس حصہ کا تعلق ہے۔ کہ میری ان تقریروں سے تشدد اور خلل امن واقع ہوا۔ میں اس کی پر زور تردید کرتا ہوں۔ ۱۸؍ مئی کو میری آخری تقریر ہوئی۔ اور ۲۰؍ مئی کو میں دہلی کی طرف روانہ ہوا گڑھی پہنچکر کشمیر کی پولیس نے مجھے بلا کسی وارنٹ کے گرفتار کیا۔ میری گرفتاری کے وقت تک ریاست میں نہ کوئی خلل امن ہوا۔ نہ کہیں تشدد رونما ہوا۔

ملزم:۔ میری تقریروں کا جو مفہوم پولیس کی ڈائریوں میں دیا گیا ہے۔ اس پر مفصل طور تبصرہ کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ اس سلسلے میں میں عدالت کے سامنے ایک تحریری بیان دوں گا۔ لیکن مثال کے طور پر چند ایک باتیں جو یہ ڈائریاں پڑھ کر میری ذہن میں فوراً آ گئیں۔ وہ سامنے رکھتا ہوں

۱۱ مئی والی تقریر میں سی۔ آئی۔ ڈی ڈائری میں حسب ذیل عبارت درج ہے

یہ بھی ممکن ہے۔ کہ مہاراجہ ہری سنگھ کو روپیہ دینے پڑیں۔ انگلستان میں پروپیگنڈا کرنے کیلئے تاکہ ہمارا تمہارا یہ معاملہ دنیا کے آزاد ممالک میں پہنچایا جائے۔ کہ ہم حیوانوں کی طرح بیچے گئے ہیں۔

(نوٹ) :۔ اس مرحلہ پر وکیل استغاثہ نے کہا کہ ایگزبٹ P.7 سی۔ آئی۔ ڈی ڈائری میں ان روپے دینے پڑیں کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں "یا مقدمہ کیلئے روپیہ کی ضرورت پڑے" بلکہ تقریروں کی جو مصدقہ نقول مہیا کی گئی ہیں۔ نیز جو تقریریں مجھے عدالت نے پڑھکر سنائی ہیں۔ ان میں یہ الفاظ درج نہیں ہیں اس لئے میرے لئے تقریروں پر تبصرہ کرنا سخت مشکل ہے۔

وکیل استغاثہ نے عدالت سے استدعا کی۔ کہ چند مزید سوالات ملزم سے پوچھے جائیں۔ یہ ان کی مرضی پر موقوف ہے۔ کہ وہ ان کا جواب دیں یا نہیں۔ آپ نے ایک سوال پوچھنے کی استدعا کی۔ کہ ملزم نے چند تقاریر کو FAIRLY CORRECT کہا۔ کیا کسی مقام کو وہ غلط کہتا ہے۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں۔ کہ وہ کیسے اور کس طرح ان کی مرضی پر موقوف ہے

دوسرا سوال یہ کیا۔ کہ آپ سے پوچھا جائے۔ آپ کی موجودگی میں نعرے لگائے گئے۔ اس کی ڈیفنس کونسل نے مخالفت کی۔ اور عدالت نے ڈیفنس کونسل کے ساتھ اس معاملہ میں اتفاق کیا۔

عدالت :۔ کیا آپ نے ان تقریروں کے بارے میں جو ۱۳، ۱۴، ۲۱ مئی کو کیں۔ اور جو آپ کو سنائی گئی ہیں۔ ان خامیوں یا غلطیوں کو EXPLAIN کرنا ہے۔ جو کہ آپ کے خیال میں ڈائری نویسوں نے کیں

ملزم :۔ میں نے اس سے قبل کہا ہے۔ کہ مئی ۱۹۴۶ء میں میں نے کئی تقریریں کی ہیں۔ جن میں سے صرف تین تقریروں کو مجھے پڑھکر سنایا گیا ہے۔ باقیوں کا مجھے علم نہیں۔ کہ ان کی رپورٹنگ کس طرح ہوئی ہے۔ میں پہلا ازیں کہہ چکا ہوں۔ کہ میری یہ تقریریں کم سے کم سوا گھنٹہ سے دو گھنٹہ تک جاری رہتی تھی۔ ما ایک تقریر کے بغیر باقی سب تقریریں کشمیری زبان میں ہوئی تھیں۔

عدالت:۔ کیا آپ نے ۹، ۱۰، ۱۱ اور ۱۵ مئی کو سرینگر میں یا گرد و نواح میں تقریریں کیں؟

ملزم:۔ میں قبل ازیں کہہ چکا ہوں کہ مئی ۱۹۴۶ء میں میں نے سرینگر اور اس کے گرد و نواح میں ایک نہیں بلکہ کئی تقریریں کیں۔ اور کس تاریخ کو کونسی تقریر کی ہے۔ یہ میں صحیح طور پر نہیں بتا سکتا۔

عدالت:۔ کیا یہ آپ کی جو تقریر ایگزبٹ P.D. پڑھکر سنائی گئی ہے۔ وہ آپ نے ۹ مئی کو کی تھی؟

ملزم:۔ مجھے ۹ مئی کی جو تقریر سنائی گئی۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ آیا انہی خیالات کا اظہار میں نے اس تاریخ کو کیا تھا۔ یا نہیں۔ جو تقریر مجھے پڑھکر سنائی گئی۔ اس کی رپورٹنگ نہ تو تحت اللفظ ہے۔ اور نہ ہی مسلسل۔ لیکن جن خیالات کا اظہار اس تقریر میں میری طرف منسوب کیا گیا۔ وہ اور ان کا مفہوم خاصہ درست ہے۔

پہلے اجلاس کی کارروائی پونے دو بجے ختم ہوئی۔

لنچ کے بعد کارروائی۔ عدالت:۔ کیا وہ تقریر جو ڈائری EX.P.D اور EX.P.R سے پڑھکر سنائی گئی ہیں۔ آپ نے ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء کو کی۔ اور کیا یہ درست ہے؟

ملزم: میرا جواب وہی ہے۔ جو کہ میں نے سوال بابت تقریر ۹ مئی کے بارے میں دیا تھا۔

عدالت:۔ کیا آپ نے وہ تقریر جو ایگزبٹ P.E. اور EX.P.D لانگ ہینڈ میں درج ہے۔ اور جو آپ کو پڑھکر سنائی گئی ہے۔ ۱۵ مئی ۱۹۴۶ء کو کی تھی۔

ملزم: میرا جواب وہی ہے۔ جو ۹ مئی والی تقریر کے بارے میں دے چکا ہوں۔

عدالت:۔ کیا آپ کی تقریر کے دوران میں یا خاتمہ پر حاضرین جلسہ ذیل اعتراض انگیز نعرے مثلاً ڈوگرہ راج مردہ باد، "ہری سنگھ مردہ باد"، "بیعنامہ امرتسر کو توڑ دو"، "کشمیر کو چھوڑ دو"، "ہری سنگھن بیول خسہ ایں گول"۔ وغیرہ لگاتے تھے۔

اس مرحلہ پر وکیل ملزم نے اعتراض کیا۔ کہ یہ سوال جرح کا ہے۔ نہ دوسرا یہ [illegible]

پیدا کرتا ہے۔ اس لئے یہ سوال نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کہیں ثبوت نہیں۔ کہ ملزم نے کوئی نعرہ خود لگایا۔

ملزم: میری تقریروں کے دوران میں کبھی کبھی اور آخر پر کچھ نعرے لگائے جاتے تھے۔ وہ مندرجہ ذیل نعرے ہوا کرتے تھے۔ "انقلاب زندہ باد" "شیر کشمیر زندہ باد" بیعنامہ امرتسر کو توڑ دو کشمیر کو چھوڑ دو باقی نعرے نہیں لگائے جاتے تھے۔

عدالت: آپ کے خلاف گواہاں کیوں شہادت دیتے ہیں؟

ملزم: شاید حسب ہدایت گورنمنٹ یا پرائم منسٹر گواہاں شہادت دیتے ہونگے۔ زیادہ مجھے معلوم نہیں۔

عدالت: کیا آپ اور کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

ملزم: میں ایک تحریری بیان عدالت میں پیش کرونگا۔ میں اس وقت اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

شیخ محمد عبداللہ پر فرد جرم

ملزم کے استفسارات ختم ہونے کے بعد لالہ برکت رائے سیشن جج نے پولیس اور سی آئی ڈی ڈائریوں سے ان بیانوں کو سنایا۔ اور ان کی بنا پر شیخ محمد عبداللہ پر دفعہ نمبر ۱۲۴ الف رنبیر پینل کوڈ کے تحت فرد جرم عائد کر دیا۔ فرد جرم سنانے کے بعد عدالت نے ملزم سے مخاطب ہو کر سوال کیا کہ آیا آپ نے فرد جرم کی تفصیلات سن لی ہیں

ملزم: میں نے مضمون فرد جرم سن لیا ہے۔ میں اپنے آپ کو اس جرم سے قطعی بری تصور کرتا ہوں۔ یہ الزامات خلاف واقعہ ہیں۔ میری دانست میں بغاوت ایک سماجی جرم ہے۔ اور میری تمام تر کوشش یہ رہی ہے۔ کہ عوام کی بہتری ہو۔ جو کچھ میں نے کہا یا لکھا اس کا صرف یہی مقصد تھا۔ کہ سماج اپنے

بنیادی حقوق اور فرائض انسانی پر قائم ہو۔ مجھے جرم سے انکار ہے۔

اس کے بعد ملزم سے پوچھا گیا۔ کیا آپ بیان استغاثہ پر مکرر جرح کرنا چاہتے ہیں۔

ملزم:۔ میں مکرر جرح کرنا چاہتا ہوں۔ اور تمام گواہوں پر جرح کرونگا۔ اور جن پر جرح ہو چکی ہے ان پر بھی مکرر جرح کرونگا۔

عدالت:۔ کیا آپ شہادت صفائی پیش کرینگے؟

ملزم:۔ جناب میں گواہان صفائی بھی پیش کرونگا۔

اس کے بعد عدالت نے اگلی تاریخ پیشی ۱۹ ساون بروز سنیچروار مقرر کی۔ جس روز ملزم کا تحریری بیان پیش ہوگا۔

چودھویں پیشی

اہل کشمیر شکار مصائب اور حکومت کی خامیاں

وزیر اعظم کاک کی ناروا کارروائیاں اور سازش

ضمیر انسانی کی عدالت مجھے منظور ہے۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب کا تحریری بیان

سرینگر۔ ۱۳ اگست مقام بادامی باغ چھاؤنی

نو روز کے التواء کے بعد آج پھر عدالت کی کارروائی شروع ہوئی۔

چونکہ آج شیخ محمد عبداللہ صاحب نے اپنا بیان دینا تھا۔ اس لئے وزیٹرز گیلری کھچا کھچ بھری ہوئی تھی پہلے شیخ صاحب کا تحریری بیان مسٹر آصف علی نے پڑھکر سنایا۔ بعد میں گواہان استغاثہ پر جرح شروع ہوا۔ آج اہم واقعہ یہ ہوا کہ حکومت نے وکیل استغاثہ جے گوپال سیٹھی کو فارغ کر دیا۔ سیٹھی صاحب کو ڈیڑھ ہزار روپیہ روزانہ کے حساب سے قریباً پینتالیس ہزار روپیہ اور ان کے منشی کو ڈیڑھ سو روپیہ روزانہ کے حساب ساڑھے چار ہزار روپیہ کل قریباً پچاس ہزار روپیہ دیا جا چکا ہے اب جب استغاثہ نازک مرحلے میں داخل ہو رہا ہے۔ تو اسے فارغ کر دیا۔ آج سے پنڈت مدسودن کاک اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل وکیل استغاثہ مقرر ہوئے۔

کاروائی شروع ہونے پر مسٹر آصف علی نے شیخ صاحب کا حسب ذیل بیان پڑھ کر سنایا۔

میں نے بغاوت کے الزام سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دیا ہے۔ ماہرین قانون کی رائے میں "بغاوت" سماج کیخلاف ایک جرم ہے۔ لیکن ریاست جموں و کشمیر کے عوام کے بنیادی حقوق کے متعلق میں نے جو کچھ کہا ہے یا لکھا ہے۔ میں اس پر برابر قائم ہوں۔ میری تقریروں کی رپورٹیں اگرچہ تحت اللفظ نہیں ہیں اور نہ زیادہ صحیح لیکن پھر بھی خاصی صحیح ہیں۔ لیکن اگر مبینہ الزامات اور شکایات پر ایمان لایا جائے۔ تو اغلب ہے۔ کہ ان مخصوص جملوں سے جن سے نفس مضمون بدل دیا گیا ہو۔ یا توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہو۔ غلط تصورات پیدا ہوں اور غلط نتائج اخذ کئے جائیں۔ میں نے افراد اور ان کی پالیسیوں اور افراد اور نظام حکومت (جس کو کہ وہ چلا رہے ہوں) کے مابین واضح طور پر اور سختی کے ساتھ امتیازی لکیر کھینچ کر رکھ دی ہے۔ اور میں کسی بھی جگہ کسی کے خلاف اشارتاً، کنایتاً ناز یبا و غیر موزوں کلام کرنے کی اجازت نہیں دونگا۔ بہر حال میری ہر وقت یہی کوشش رہی ہے۔ کہ مقررہ پالیسیوں، اقدامات اور نظام حکومت میں جائز اور شائستہ ذرائع اور طریق عمل سے اہم تبدیلیاں پیدا کرائی جائیں۔ کیونکہ یہ انسان کا پیدائشی حق ہے۔ کہ وہ اس قانون کو بجائے خود تشکیل دے۔ جس کے تحت وہ رہنا چاہتا ہو۔ میں اس الزام کی بھی تردید کرتا ہوں۔ کہ میری گرفتاری کے بعد لوگوں کی مبینہ متشددانہ حرکات میری ہی تقریروں کا شاخسانہ تھیں۔ کیونکہ واقعیت پرستی مجھے یہ باور کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی ہے۔ کہ حکومت کے مسلح دستوں اور نہتے لوگوں کے درمیان کسی قسم کی جھڑپ ہوئی ہو۔ میں نے ۱۶ مئی کے بعد اپنی تقریروں کا سلسلہ بھی بند کر دیا۔ اور ۱۸ تاریخ کو میں آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس کے ذمہ دار لیڈروں کا مشورہ حاصل کرنے کیلئے عازم دہلی ہوا۔ لیکن مجھے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور مجھے بمقام گڑھی گرفتار کیا گیا۔ اور نتیجتاً میری گرفتاری کے خلاف لوگوں نے پروٹسٹ کیا۔ لیکن ایسا کرنے کیلئے انہیں سختی کے ساتھ دبایا گیا۔ چنانچہ خانقاہ معلیٰ میں بندوقوں کی گولیوں سے پیدا شدہ سوراخ اس حقیقت کا بین ثبوت پیش کرتے ہیں۔ میری گرفتاری کے بعد کئی

واقعات رونما ہوئے۔ جن کی تلخ یاد ہر ایک شخص کے دل میں ابھی تک تازہ ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی بیرحمانہ تشدد پر مبنی مذکورہ واقعات کے سلسلے میں نت نئی گرفتاریاں کی جارہی ہیں۔ استغاثہ کی طرف سے وسیع پیمانہ پر کوشش کی گئی ہے۔ کہ ان تمام واقعات کو میری تقریروں کے ساتھ منسوب کیا جائے۔ جو کہ میری گرفتاری کے نتیجے میں رونما ہوئے۔ چنانچہ حکومت کے اس جابرانہ اور غیر جمہوری اقدام کو درست اور مبنی برانصاف ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جو کہ میری اور میرے سینکڑوں رفقاء کی گرفتاری عوام کے خلاف فوجیوں کی جارحانہ کارروائی اور خوف و ہراس پیدا کرنے والی پالیسی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جس کے نتیجے میں کئی معصوم اور بیگناہ مردوں اور عورتوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا زخمی کیا گیا اور بے گھر اور پریشان کر دیا گیا۔

میں اپنے ڈیفنس میں دلچسپی نہیں رکھتا ہوں۔ اور نہ ہی میں نے اس کی طرف رجوع کیا ہوتا۔ اگر مجھے اس بات کا احساس نہ ہوتا کہ "بغاوت" کے الزام کی پاداش میں میرے خلاف جو کارروائی کی جارہی ہے وہ محض میری ذات کے خلاف ہی نہیں بلکہ ریاست جموں و کشمیر کے تمام لوگوں کے خلاف ہورہی ہے۔ چہ جائیکہ ان میں سے کچھ لوگ اپنے وقتی مفاد پر قانع ہوں یا محض خوف کے زیر اثر اپنے حقوق کا اعلان کرنے کیلئے تیار نہ ہوں میں اور آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے ممبر (جن میں سے کئی رفقاء اس وقت جیل کی سلاخوں کے پیچھے محبوس ہیں۔ یا جلاوطن ہیں) گذشتہ ۱۶ سال سے ریاست جموں و کشمیر کے لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ جو کہ انتہائی غربت کا شکار اور آزادی اور ترقی کے مواقع سے محروم ہیں۔ ہماری انتھک کوشش رہی ہے۔ کہ عوام میں ان کے بنیادی اور ناقابل انتقال حقوق اور حصول آزادی کی خواہشات سے متعلق بیدار شدہ شعور کا احساس دلایا جائے۔ چنانچہ یہی وہ کوشش ہے۔ جس پر کہ تادیبی اور انسدادی قوانین کی زد پڑتی ہے۔ جہاں قانون لوگوں کی آزادانہ رائے پر مبنی نہ ہو۔ وہاں ان کی خواہشات کو کچلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے قانون کی کوئی اخلاقی جوازیت نہیں ہے۔ چہ جائیکہ یہ کچھ عرصہ

کیلئے نافذ العمل کیوں نہ ہو۔ لیکن اس قانون سے بالاتر اور واضح تر بھی ایک قانون ہے۔ جو کہ رائے عامہ کا ترجمان اور عوام کی بہبودی کا خواہاں ہو۔ اسی طرح سے انسانی ضمیر ایک عدالت ہے۔ جو کہ حکومت کرنے والوں اور محکوموں کو ان معیاروں سے جانچتی ہے۔ جو کہ طاقتور سے طاقتور شخص کی ڈکٹیٹرانہ رائے سے بھی تبدیل نہ ہو سکے۔

ریاست اور آزادی

وہ عدالت مجھے منظور ہے۔ اور صرف اسی ٹریبونل کے سامنے میں بغیر کسی خوف کے اور یقین کامل کے ساتھ پیش ہو سکتا ہوں۔ میں یہ بات تواریخ پر چھوڑتا ہوں۔ کہ وہ میرے اور میرے رفقاء کے مطالبات پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ میرا اور میرے دوستوں کا یہ مطالبہ نہ صرف ریاست جموں وکشمیر کے چالیس لاکھ باشندوں کی طرف سے ہے۔ بلکہ ہندوستان کی دیسی ریاستوں کے باشندوں کی طرف سے بھی جن کی تعداد نو کروڑ تیس لاکھ ہے۔ یہ حق کسی خاص قوم، فرقہ یا مذہب کیلئے مخصوص نہیں ہے۔ یہ حق سبھوں کا ہے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ بنی نوع انسان کا سماج ناقابل تقسیم ہے۔ میری رائے ہے یہ حقوق ہر وقت اور ہر جگہ برقرار رہنے چاہئیں۔ مرد و زن کے بنیادی حقوق انکے موروثی حقوق ہیں۔ اور ان کو ان سے محروم نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ ممکن ہے۔ کہ انہیں کچھ وقت کیلئے دبایا جائے۔ لیکن مرد اور عورتوں کو اس بات کا حق ہے۔ کہ وہ آزاد انسانوں کی طرح رہیں۔ اپنا کام کریں اور اپنے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالات کے مطابق اپنے قانون بنائیں۔ تاکہ وہ انسان انسان کی آزادی اور ترقی کا باعث بن جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سرداری عوام کے ہاتھوں میں ہے۔ اور تمام سیاسی، سماجی اور اقتصادی تعلقات انہی کی مشترکہ مرضی کے مطابق ہونے چاہئیں۔ ریاست اور اس کا سردار بالترتیب ایک آئینی دائرہ اور اس کے مرکز کی ترجمانی کرتا ہے۔ ریاست کا سردار ایسی حکمرانی کی ایک نشانی ہے۔ جس کو عوام اپنے حقوق کو قائم رکھنے اور اپنی تمنائیں جانچنے کے کام کیلئے مقرر کرتے ہیں۔ عوام کو ریاست کے ذرائع اور بنیادی اشیاء پر پہلا حق ہے۔ کیونکہ کوئی بھی ریاست اس کے

عوام پر ہی مشتمل ہے۔ عوام کی بہتری اور بہبودی بڑھانے میں ایک گروپ اور دوسرے گروپ میں امتیاز نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر ایک کیلئے برابر برابر حقوق مواقع اور فرائض ہونے چاہئیں۔ کسی بھی مصنوعی روکاوٹ کو اس بات کا موقع نہ دیا جائے کہ وہ کسی شخص، جماعت یا فرقہ میں مداخلت کرے۔

کشمیر کی خوبصورتی اور کشمیریوں کی بدحالی

پچھلے زمانے سے کشمیر اپنی خوبصورتی دستکاری اور ذہانت کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور رہا ہے۔ قدرت نے اس خطہ کو کئی برکات سے معمور کیا ہے۔ اور اس طرح سے اسکو ہندوستان کا سرتاج قرار دیا ہے۔ اگر یہ سرزمین مختلف قوموں اور ملکوں کیلئے دلکش ہے۔ تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جن کی یہ مادرِ وطن ہے۔ اور جو اس کی گود میں پلے ہیں۔ اس پر بھی یہ دلفریب وادی مصیبت اور غربت میں مبتلا ہے۔ یہاں کے لوگوں کی روشن آنکھوں میں چمک کم ہوتی ہے۔ اور ان کے منہ ایسے پژمردہ ہیں گویا ان میں زندگی ہی نہیں۔ جب ہم کشمیر کی اس عجیب و غریب پہیلی پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہماری اندرونی گہرائیاں متاثر ہو جاتی ہیں۔ اور ہم میں یہ آرزو پیدا ہوتی ہے۔ کہ ہم کشمیر کے موجودہ افسوسناک منظر کو ایک ایسے منظر میں بدل دیں۔ جو کہ قدرت نے اسکو بخشا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے۔ جس نے ہمیں مشکلات اور مصیبتوں کے باوجود بھی اس درجہ تک پہنچایا ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے۔ جس نے ہماری قوم میں امید پیدا کی ہے۔ اور کسی حد تک کشمیر لوگوں کے بوجھ کو ہلکا کیا ہے۔ اس مدہم حقیقت نے جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ کشمیر کی مستقل حکومت کیلئے ایک مسودہ تیار کرے۔ یہ لوگوں کے حقوق و فرائض کا ایک چارٹر ہے۔ جمہوریت پسند ذمہ وار حکومت کا پلین ہے۔ اس کا نام نیا کشمیر ہے۔ یہ مسودہ ریاست جموں و کشمیر کے لوگوں کے بنیادی حقوق اور خواہشات کی ترجمانی کرتا ہے۔ اور یہ باقی ہندوستان کی سیاست اور آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس کی پالیسی کے مطابق ہے۔ جس کا کہ میں وائس پریذیڈنٹ ہوں میں نے کانفرنس کی پالیسی مرتب کرنے میں حصہ لیا ہے۔ اور مجھے اب بھی اس کی پالیسی سے اتفاق ہے۔ جیسا کہ

مجھے پہلے تھا۔
اس کانفرنس نے واضح طور پر یہ کہا ہے ۔ کہ حکومت برطانیہ اور دیسی ریاستوں کے درمیان جو پرانے معاہدے ہیں۔ وہ فرسودہ ہیں ۔ اور وہ ختم ہونے چاہئیں ۔ یہ سب معاہدوں پر لاگو ہے ۔ جن میں عہدنامہ امرتسر بھی شامل ہے ۔ عہدنامہ امرتسر میں کچھ خاص اور افسوسناک خصوصیات ہیں ۔ جنہوں نے اس کو ایک قسم کے بیعنامہ کی شکل دیدی ہے ۔

عہدنامہ امرتسر اور وزیر اعظم برطانیہ کا اعلان

اس سے ان کے قومی وقار کو ٹھیس لگتی ہے ۔ عملاً عہدنامہ امرتسر کی بدولت کشمیریوں سے ہر قسم کا غیر مساویانہ سلوک کیا جاتا ہے ۔ جس سے وہ کم درجہ طبقہ کے لوگ سمجھے جاتے ہیں ۔

چند در چند واقعات کے بعد گذشتہ مارچ میں وزیر اعظم برطانیہ نے مفصلہ ذیل اعلان کیا ۔
میرے رفقا، اس نیت سے ہندوستان جا رہے ہیں ۔ تاکہ جلد سے جلد جتنی مکمل ہو سکے ۔ آزادی حاصل کرانے میں ہندوستان کو انتہائی مدد دیں ۔ وہاں موجودہ طرز حکومت کو بدل کر کس کی حکومت قائم ہونی چاہئے ۔ یہ فیصلہ کرنا ہندوستانیوں کا کام ہے ۔ ہماری خواہش اتنی ہے ۔ کہ ہندوستانیوں کو ایسی مشینری تیار کرنے میں مدد دیں ۔ جس سے وہ اپنا فیصلہ کر سکیں ۔
مجھے امید ہے ۔ کہ ہندوستانی دولت برطانیہ کے اندر رہنے کا فیصلہ کریں گے ۔ مجھے یقین ہے ۔ کہ ایسا کرنے سے انہیں بہت فائدہ ہوگا ۔ لیکن اگر وہ یہ فیصلہ نہ کریں ۔ تو یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے ۔ دولت برطانیہ اور سلطنت بیرون زبردستی کی زنجیروں سے مجبور نہیں ہے ۔ دولت برطانیہ آزاد قوموں کی آزاد انجمن ہے ۔ اگر ہندوستان مکمل آزادی کا فیصلہ کرے ۔ ہماری رائے میں اس کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے ۔ ہمارا کام یہ ہوگا کہ اس جمہوری دور کو آسان و ہموار بنا سکیں ۔
اس اعلان کا اثر برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں پر بھی پڑا ۔ اسلئے ریاستوں کے باشندوں

نے سمجھا۔ کہ جس طرح مجموعی طور پر ہندوستانی عوام کو اپنے مستقبل کے متعلق اندرونی اور بین الاقوامی طور پر فیصلہ کرنے کا حق ہے۔ اسی طرح ان کو بھی ریاستوں کے اندر اور آزاد ہندوستان کی بڑی تعمیر کے مستقبل کی نسبت فیصلہ کرنیکا حق حاصل ہے۔ یہ ایک دیرینہ حق بجانب اور صحیح مطالبہ ہی نہ تھا۔ بلکہ برطانوی حکومت کے اعلان کا لازمی نتیجہ تھا۔ آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس نے اس مطالبہ کا صاف اظہار کیا۔ اور ریاستی باشندوں کی طرف سے دوسروں کے ساتھ مل کر ملک کا مستقبل تعمیر کرنے کی امید بندھی۔

یہ صاف تھا۔ کہ پرانی سندیں اور عہدنامے ختم ہونے تھے۔ وہ ان چیزوں کی نمائندہ تھے جنکیلئے موجودہ دنیا میں کوئی جگہ نہ تھی۔ یہ ان تبدیلیوں کے مطابق نہ تھے۔ جو ہندوستان میں آنی لازمی تھیں۔ یہ معاملہ کیبنٹ مشن کے ۱۶ مئی کے اعلان سے اور بھی صاف ہوا۔ اس بیان میں درج تھا۔ کہ آزاد ہندوستان کے قائم ہونے سے اقتدار اعلیٰ ختم ہوگا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ اقتدار اعلیٰ کیساتھ سندیں اور عہدنامے بھی ختم ہونگے۔ اور چونکہ حکومت برطانیہ ہندوستان کی سیاسی تصویر میں موجود ہی نہ رہتی۔ برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں کے درمیان نیا رشتہ قائم کرنے کیلئے گفت و شنید ہوتی اور عہدنامہ امرتسر کی تنسیخ کا مطالبہ کیبنٹ مشن کے اس فیصلہ سے خود بخود حل ہوتا۔

بے فائدہ آئینی تبدیلیاں

جموں وکشمیر کا نیا نظام پرانے حالات سے پیدا نہیں ہوسکتا تھا جو گذر چکے تھے اور ختم ہونے والے تھے۔ یہ نیا نظام عوام کی خواہش کی طاقت پر قائم ہوتا۔ اور وہی طاقت ریاست کے مالک کو حکومت بخشتی ہے۔ کشمیر چھوڑ دو کی تحریک اسی مطالبہ کی نشانی تھی۔ جس سے اس نظام حکومت کو ختم کرنا مقصود تھا۔ جو تمام ہندوستان میں ختم ہو رہا تھا۔ اس آواز میں کوئی ذاتی پہلو نہ تھا۔ اس عرصہ میں کشمیر میں ایک بحران آگیا۔ بحران سے قبل جو حالات پیدا ہوئے۔ ان کو مختصراً بیان کرنا ضروری ہے۔ ۱۹۴۴ء میں چند آئینی تبدیلیاں

کی گئیں۔ جو حالات کے مطابق کم تھیں۔ ہم نے ان کو تسلیم کرنا قبول کیا۔ تاکہ مزید تبدیلیوں کیلئے آسانی ہو۔ خاص کر ہمیں خیال ہوا کہ اس سے حکمران کے ساتھ نزدیکی لگاؤ پیدا ہوگا۔ اور اس سے ضروری تبدیلیاں عمل میں لائی جاسکینگی۔ لیکن ہماری کوششیں ناکام ہوئیں۔ اور یہ آئینی تبدیلیاں عمل سے بالکل بے فائدہ ثابت ہوئیں۔ ریاست جموں وکشمیر کے عوام کی ناقابل برداشت مصائب اور شکایات کا کوئی ازالہ نہ ہوا۔ مختلف درجوں کے جاگیرداروں کی قلیل ترین اقلیت کو حق حاصل تھا۔ اور اب بھی ہے۔ کہ وہ کثیر التعداد لوگوں پر اپنے ناحق حقوق جمائے۔ اور ان کی دل دوز غربت سے فائدہ اٹھائے۔ صوبہ جموں میں خاصکر چینی اور پونچھ جاگیرداری سسٹم لوٹ کھسوٹ اور انتہائی غربت کا بدترین نمونہ ہے۔ گذشتہ سالوں سے کشمیر کو جاگیروں میں تقسیم کیا جارہا ہے۔ جو منظوران نظر میں تقسیم ہورہی ہیں۔ اسی طرح سے اصلاح اراضیات ہر جگہ ترقی کیلئے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اس ریاست میں نیم جاگیردانہ سسٹم اور اس کی برائیاں پھیلائی جارہی ہیں۔ جتنا ایک آدمی ریاست کی وادیوں میں اوپر جاتا ہے اتنا ہی وہ وہاں قدرت کے زیادہ دلکش مناظر دیکھتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی عوام کی بدترین غربت کو پاتا ہے۔

فوج اور کشمیری

ریاست کی فوج میں جموں کے صرف چند طبقوں کے لوگ بھرتی ہوتے ہیں۔ کشمیر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اگر وہ جموں میں بھی رہتے ہوں بھرتی نہیں ہونے دیا جاتا۔ کشمیری برطانوی ہند کی فوج میں بھرتی ہوسکتے ہیں۔ حقیقتاً انہوں نے بھرتی ہوکر نمایاں انعامات بھی حاصل کئے ہیں۔ لیکن وہ ریاستی فوج میں داخل نہیں ہوسکتے۔ اسلحہ جات کے رکھنے کے متعلق بھی ایک خاص طبقہ کیلئے جانبداری برتی جارہی ہے۔ باقی طبقے اسلحہ جات نہیں رکھ سکتے یہ تفریق جو مذہب کی بنا پر نہیں۔ ریاستی آبادی کے ایک کثیر حصہ کو اسلحہ جات سے محروم کرتی ہے۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ اس کثیر آبادی کو شک وشبہ کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اس بے عزتی

کو بری طرح سے محسوس کیا جاتا ہے ۔ اور کثیر آبادی کے پست درجہ کو نمایاں کرتی ہے ۔

ریاست کے وسیع ذرائع

ریاست میں وسیع اور قیمتی ذرائع ہیں ۔ لیکن ان سے غربت دور نہیں ہو سکتی ۔ حق یہ ہے ۔ کہ ان ذرائع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی جاتی ۔ اس کی وجہ مطلق العنان طرز حکومت ہے ۔ اس کا علاج یہ ہے کہ عوام کے نمائندے عوام کی بہتری کیلئے پلاننگ کا کام کریں ۔ کوئی ریاست عوام کا معیار زندگی بلند کرنے میں تب تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک وہ عوام کو فائدہ مند اور منفعت بخش کاموں کی تربیت نہ دے ۔ ریاست میں خواندگی کی شرح ۷ فیصد اور اعلیٰ تعلیم کی شرح ایک فیصد ہے ۔ فی انسان آمدنی گیارہ روپے سالانہ ہے ۔ یہ بجائے خود اس حکومت پر تنقید ہے ۔ جس کے خلاف "کشمیر چھوڑ دو کی تحریک" چلائی گئی ہے ۔

ریاست میں کئی وزیر اعظم آئے اور چلے گئے ۔ کشمیر ویسا ہی رہا جیسا تھا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ کہ ہمارا بد قسمت ملک کسی منحوس گرفت میں پھنس گیا ہے ۔ جنگ آئی جس نے دنیا کو ہلا دیا ۔ لیکن کشمیر اسی پسماندگی میں رہا ۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا یہ حرکت تب کرتا ہے ۔ جب پچھلی طرف جانا ہو ۔ سنہ ۱۹۴۲ء کے حالات نے ہندوستان کو ہلا دیا ۔ اس سے کشمیری بھی متاثر ہوئے ۔ وہ وہیں نہیں ٹھہر سکتے تھے ۔ جہاں تھے اور غربت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے ۔ جو روز بروز بڑھتی جا رہی تھی ۔ لیکن وہ ان حالات کو تبدیل بھی نہ کر سکتے تھے ۔ کیونکہ تبدیلی کا دروازہ بند تھا ۔

وزیر اعظم اور عوام

موجودہ وزیر اعظم کے آنے سے ایک نئی خطرناک پالیسی کا دور شروع ہوا جس سے عوام حکومت سے علیحدہ ہوتے گئے ۔ عوامی وزیر کی پوزیشن برداشت بنائی گئی ۔ اور وہ استعفیٰ دینے پر مجبور ہوا ۔ ایک خفیہ سازش کے نتیجے کے طور پر جلد ہی نیشنل کانفرنس کے ایک ممبر کو ریاست کے حکام نے اپنے اعتماد میں لیا ۔ اور اسے ہز ہائینس کے مقرر کردہ قواعد و ضوابط اور طریق العمل کی خلاف ورزی میں راتوں رات منسٹر مقرر کیا ۔ اس غیر متوقع

صورت حالات کے دفعتاً رونما ہونے سے لوگوں کے دلوں کو زبردست ٹھیس پہنچی۔ اور وہ محسوس کرنے لگے۔ کہ ہز ہائینس مہاراجہ بہادر اپنے اردگرد بیٹھنے والے افسروں کی ایک چھوٹی سی ٹولی کے اثر و رسوخ میں آئے ہیں۔ اور ایسا اقدام کرنے لگے ہیں جو کہ ریاست کے نگران اعلیٰ سے غیر متوقع تھا۔

وزیر اعظم کا مقصد وحید یہ تھا۔ کہ نیشنل کانفرنس کی عوامی تحریک کو صرف اسلیئے دبایا جائے۔ کہ نیشنل کانفرنس ایسی عظیم تنظیم سیاسی اور اقتصادی تبدیلیوں سے متعلق لوگوں کے مطالبات کو پُر زور الفاظ میں پیش کرتی رہی ہے۔ چنانچہ وزیر اعظم نے بجائے خود اس پالیسی کی اپنے ہی اس بیان سے تصدیق کی ہے۔ کہ انہوں نے وزارت عظمیٰ کا چارج سنبھالتے ہی مذکورہ پالیسی کو اپنانے کی ٹھان لی تھی۔

۲۰ مئی کے جلد بعد وزیر اعظم نے ایک اخباری نامہ نگار سے کہا تھا۔ کہ "ہم گیارہ ماہ سے مذکورہ صورت حالات کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرتے آئے ہیں" مقام تعجب ہے۔ کہ وزیر اعظم گیارہ ماہ پہلے ہی جب کہ میں نے ابھی تقریریں نہیں کی تھیں۔ اور نہ ہی کشمیر چھوڑ دو کا نعرہ بلند کیا تھا۔ ہم کیل کانٹے سے لیس بیٹھے تھے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ مذکورہ تقریروں سے پہلے ہی وادی بھر میں فوجی تیاریاں کی جا چکی تھیں۔ اور وزیر اعظم کے حکم پر فوج کے مزید دستے ہوائی جہازوں میں لائے گئے۔

۲۰ مئی سے ریاست میں جو واقعات رونما ہوئے۔ وہ محض کسی شخص کی چند تقریروں یا ہجوم کے چند نعروں کا شاخسانہ نہیں تھے۔ بلکہ ان تبدیلیوں کا نتیجہ تھے۔ جو کہ حکومت گیارہ ماہ پہلے کر چکی تھی۔

یہ امر مضحکہ خیز ہے۔ کہ ایک تقریر کے محاسن و معائب پر بحث تو کی جائے۔ لیکن حکومت کی ان حرکات کو نظر انداز کیا جائے۔ جن کے نتیجے کے طور پر ریاست میں ہیبت ناک صورت حالات پیدا ہوئی۔ اور بیگناہ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ کچھ ایسے الزامات لگائے گئے ہیں۔ کہ "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک اور عہد نامہ امرتسر کو منسوخ کرانے کی تحریک میں کمیونسٹوں کا ہاتھ ہے۔ یا یہ تحریک فرقہ وارانہ نوعیت کی ہے۔ لیکن اس قسم کے الزامات واقعات کے خلاف ہیں۔ اور میرا ان سے انکار کرنا بجا ہے۔ نیشنل کانفرنس ایک قومی اور غیر فرقہ وار جماعت ہے

ہے۔ یہ آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس کے ساتھ ملحق ہے۔ اس کا مقصد دُور رس سماجی اور سیاسی تبدیلیاں پیدا کرنا اور عوام کو ابھارنا ہے۔ یہ ایک معمولی بات ہے کہ مجھ پر مقدمہ چلا گیا ہے۔ اور مجھے قید کیا جائیگا۔ لیکن یہ بات معمولی نہیں۔ کہ ریاست جموں و کشمیر کے لوگ بے عزتی اور ذلت کی زندگی بسر کرتے ہوں۔ پچھلے دو مہینوں میں انہوں نے جو جو مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ وہ کوئی معمولی بات نہیں۔ ان ہی حالات نے ہمارے مطالبے "کشمیر چھوڑ دو" کی تقویت کو ثابت کیا۔ کیونکہ وہ حکومت ہر وقت قابل مذمت ہے۔ جو ایسے طریقوں سے زندہ رہنے کی کوشش کرے۔

گواہان استغاثہ پر جرح شروع

کیا ملزم نے اپنی تقاریر میں آنریبل پرائم منسٹر کے متعلق کہا

کہ اس نے اپنے بھائی کو سلک کا ناجائز کوٹہ دلایا اور لڑکے کی انشورنس میں

ناجائز امداد کی

١٣ اگست۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب کے بیان کے بعد مسٹر آصف علی وکیل صفائی نے گواہ ١٥ استغاثہ شیو ناتھ نکو سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹر پر مکرر جرح کی۔

بسوال وکیل ملزم آپ نے بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ میں سری پرتاب کالج کا گریجویٹ ہوں۔ میں نے شارٹ ہینڈ میں ٹریننگ لکھنو کرسچن سکول آف کامرس سے حاصل کی۔ وہاں [illegible] PHONETIC [illegible] طرز پر تربیت دی جاتی ہے۔ وہاں مجھے کشمیری زبان میں کسی تقریر کی رپورٹ لینے کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ ہی میں نے کوئی ایسی تربیت حاصل کی۔ کہ اگر تقریر انگریزی زبان میں ہو۔ تو اس کی رپورٹ اردو [illegible]

لکھوں یا تقریر انگریزی زبان میں ہو۔ اور میں رپورٹ انگریزی زبان میں لکھوں۔ میں ٹریننگ حاصل کرنے کے فوراً بعد یہاں ملازم ہوا۔ ڈیڑھ سال عرصہ ملازمت کے دوران میں میں نے تقریباً ۵۰ یا ۶۰ تقریروں کی شارٹ ہینڈ رپورٹیں ہیں۔ ان میں اکثر تقریریں کشمیری زبان میں ہوئیں۔ ان کی میں رپورٹ اردو میں لیا کرتا تھا۔ میں نے کشمیری زبان میں رپورٹیں کبھی نہیں لکھیں۔ میں نے کشمیری زبان میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ سکول و کالج میں مجھے کشمیری سے اردو میں یا اردو سے کشمیری میں ترجمہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوا شارٹ ہینڈ میں میری رفتار دوران تربیت میں ۱۲۰ الفاظ فی منٹ رہی ہے۔ اور اس کی سند مل چکی ہے۔ تقریر کرنیوالا مسلسل اور تقریر کے دوران میں زیادہ سے زیادہ ایک سو الفاظ فی منٹ بول سکتا ہے۔ لیکن دوسرے حالات میں زیادہ سے زیادہ ۱۲۰ الفاظ فی منٹ بولے جا سکتے ہیں۔ یا بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔

وکیل ملزم :۔ کیا آپ نے کسی ایسے مقرر کو بھی دیکھا ہے جو ۱۲۵ الفاظ فی منٹ بول سکتا ہو

گواہ :۔ باہر ہوں گے۔ یہاں تو ایسا کوئی نہیں۔

وکیل ملزم :۔ شیخ عبداللہ فی منٹ کتنے الفاظ بولتے ہیں۔

گواہ :۔ ۷۰ اور ۸۰ الفاظ کے درمیان

آگے چل کر گواہ نے بسوال وکیل ملزم بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ مجھے تقریر کشمیری میں سن کر اس کا اردو ترجمہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ اور نہ دقت لگتا ہے۔

اس مرحلہ پر گواہ کو شیخ عبداللہ کی تقریر کی وہ رپورٹ دی گئی۔ جو آپ نے ۱۶ ارمئی کو مائیسمہ بازار میں کی تھی۔ وکیل ملزم نے اسے اس جگہ پڑھنے کو کہا۔ جہاں ملزم نے علامہ اقبال رح کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے تھے۔ "اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو۔ کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو"۔

گواہ نے گنجشک فرومایہ .... وغیرہ کے الفاظ صحیح طور پر نوٹ نہیں کئے تھے۔

بسوال وکیل ملزم مسٹر آصف علی گواہ نے کہا کہ میں نے جو کچھ سنا تھا وہی لکھا۔ میں فارسی زبان کو صوتی طریقہ پر نہیں لکھ سکتا ہوں۔ میں نے اردو شارٹ ہینڈ کی ٹریننگ کی ہے۔ نہ کہ فارسی شارٹ ہینڈ کی۔ یہ درست ہے کہ (Phonetic) صوتی طرز پر آواز کو سن کر رپورٹ لینی ہوتی ہے۔ لیکن جس وقت ہم اردو شارٹ ہینڈ میں کوئی اردو تقریر نوٹ کرتے ہیں۔ تو درمیان میں اگر کوئی انگریزی لفظ آجائے تو ہم اس کو لانگ ہینڈ میں لکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر اس انگریزی لفظ کو اردو شارٹ ہینڈ میں لکھیں تو پڑھنے وقت یا ترجمہ کرنے وقت ہم اس کو اردو لفظ سمجھیں گے۔ وجہ یہ ہے۔ اردو شارٹ ہینڈ اور انگریزی شارٹ ہینڈ دونوں Pitman کے صوتی طرز پر مبنی ہیں۔

آگے چل کر بسوال وکیل ملزم گواہ نے کہا۔ کہ میں نے ملزم کی تقریروں کے متعلق جو شارٹ ہینڈ رپورٹیں لیں۔ ان میں میں نے کسی جگہ یہ درج نہیں کیا۔ کہ بدوران تقریر کسی نے کوئی نعرہ لگایا۔ اور نہ میں نے کسی رپورٹ میں درج کیا ہے۔ کہ ملزم کی تقریروں کے خاتمہ پر حاضرین میں سے کسی نے کوئی نعرہ لگایا۔ ملزم نے ۱۰ مئی کو جو تقریر کی۔ اس کے شارٹ ہینڈ نوٹ میں نے لکھے ہیں۔ نوٹ کے شروع میں میں نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ کہ "حضرات میں ایک دو نعرے بولوں گا۔ آپ ان کا جواب دیں۔ نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر انقلاب زندہ باد۔ ہند امرتسر کو توڑ دو۔ کشمیر کو چھوڑ دو"۔

وکیل ملزم:۔ ۶ مئی سے قبل اور میاں احمد یار خان کے منسٹر ہونے کے بعد کی تقریریں بھی آپ نے نوٹ کی ہیں؟

گواہ:۔ جی ہاں! میں ان تقریروں کی رپورٹیں بھی لیتا رہا۔ لیکن یاد نہیں کہ کتنی تقریروں کی رپورٹیں لیں۔ اور کب

وکیل ملزم:۔ اگر ان تقریروں کا خلاصہ یاد ہو تو بتاؤ۔

گواہ:۔ کس تاریخ کی۔

وکیل ملزم: تم نے جو کہا کہ تمہیں تاریخیں یاد نہیں۔ آپ ایسا کیوں پوچھ رہے ہیں۔ تم چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو۔

گواہ: نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔

وکیل ملزم: تم ایک عدالت کے سامنے ہو۔ اسلئے سب کچھ سچ بتاؤ۔ آگے چل کر سوال وکیل ملزم گواہ نے کہا۔ کہ بخشی غلام محمد نے کہا ہے کہ وہ مرزا محمد افضل بیگ کو وزارت سے مستعفی ہونے پر مجبور کریں اور کشمیری قوم کے ساتھ غداری کرکے ایک نیشنل کانفرنسی لیڈر کو اس عہدے پر تعینات کیا۔ وغیرہ

وکیل ملزم: کیا یہ صحیح ہے۔ کہ ان تقریروں میں آنریبل پرائم منسٹر کے خلاف شکایتیں کی جاتی تھیں۔

گواہ: جی ہاں۔ آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ تقریریں کرنے والے کہتے تھے۔ کہ پنڈت ... نے اپنے ... بھائی کو سلک فیکٹری سے سلک کے دھاگے کا کوٹہ دلوا کر اسے ہزاروں روپے کا فائدہ پہنچایا۔ اور اپنے ... کو جو باہر کی ایک انشورنس کمپنی میں ملازم ہے اس کی کمپنی سے سرکاری عمارتوں کا بیمہ کرایا جس کے نتیجہ میں ...

... استغاثہ (مسٹر ...): کیا اتنی تفاصیل کی ضرورت ہے۔

وکیل ملزم: جی ہاں۔ مجھے ان تفاصیل کی ضرورت ہے۔ استغاثہ نے خود ہی یہ دروازہ کھولا ہے ... فائدہ اٹھاؤں گا۔ میں ثابت کرونگا۔ کہ پرائم منسٹر نے اپنے آپ کو حق ... سے بچانے کے لئے ... کو بیچ میں لایا۔

... مسٹر ...: ایسی کوئی بات نہیں۔ ملزم کے خلاف الزام کچھ اور ہے۔ اس کے خلاف ... کی حکومت کے خلاف منافرت اور بدخواہی پھیلانے کا الزام ہے جب تک ملزم نے کہنا ضروری سمجھا۔ ان کی تقریروں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ عدالت سے استدعا ... بارے میں میرے اعتراض درج کرے۔

... نے خود ... خبر نہ ... باتوں کو زیر بحث لایا۔ معاملہ ۱۳ ... تک پیچھے لیا گیا۔

اب مجھے پندرہ روز پیچھے جانے کی اجازت کیوں نہیں ہے۔

وکیل استغاثہ:۔ ہم ۱۹۳۱ء کی طرف نہیں گئے۔ صرف اس کی تشریح کی۔ ہم نے صرف دو امور زیر بحث لائے۔ جو کیس سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ اب وکیل ملزم دیگر اشخاص شخصیتوں مثلاً میاں احمد یار اور رائے بہادر کاک (آنریبل پرائم منسٹر) کی نسبت غیر ذمہ دارانہ الزامات کو عدالت کے سامنے پیش کر رہا ہے لیکن کیا ہم کو ان الزامات کا جواب دینے کا موقع دیا جائیگا۔

وکیل ملزم:۔ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ مقدمہ کسطرح قائم کیا گیا۔ کس طرح پرائم منسٹر نے مہاراجہ بہادر کے نام کو استعمال کیا۔ اور نیشنل کانفرنس کو ختم کرنے کی تیاری کی۔

عدالت:۔ وکیل ملزم دوسرا سوال کرے۔

وکیل ملزم: (گواہ سے) ارے بھائی میں نے تم سے صرف یہ پوچھا تھا۔ کہ تقریریں کس قسم کی ہوئیں۔ لیکن تم نے تمام قصہ کھول ڈالا۔

وکیل ملزم:۔ کیا آپ نے د X . P . EX مرتب کی۔ تقریر میں مندرجہ ذیل الفاظ نوٹ کیے ہیں

"دوسری بات یہ ہے۔ کہ رام چند کاک کے خلاف ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔ جو یہ دیکھے۔ کہ اس نے اب تک کونسی سازشیں کیں۔ اگر اس بات کا یہ نتیجہ نکلا۔ کہ اس نے جان بوجھ کر سازشیں کیں۔ تو اس کے بدلے ان کو پرائم منسٹری کے بدلے خواجہ یار دال کی ہوا کھلائی جائے۔"

وکیل استغاثہ مسٹر کاک:۔ مجھے اس سوال پر اعتراض ہے۔ وکیل ملزم نے اس سے قبل اور یہ سوال جرح میں پوچھا ہے۔ وہ غیر متعلق ہے۔ کیونکہ ملزم بخلاف پرائم منسٹر کی ذات کے برخلاف تقریر کرنے کی نسبت کوئی الزام نہیں۔ اس لئے ایسے سوالات کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔

عدالت:۔ سوال غیر متعلق ہے۔ اسلئے اس کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

وکیل ملزم مسٹر آصف علی کے کان میں شیخ محمد عبداللہ نے کچھ کہا۔ اس پر آپ نے کھڑے ہو کر کہا کہ عدالت کے اس فیصلہ سے معاملہ بہت اہم ہو گیا۔ ملزم کا ڈیفنس اسی بات پر مبنی ہے۔ اس فیصلہ سے یہ سب کچھ ختم ہو رہا ہے۔ ہم نے ثابت کرنا ہے۔ کہ وزیر اعظم کس طرح گیارہ مہینہ سے نیشنل کانفرنس کو دبانے کی تیاریاں کر رہے ہے۔ آپ ملزم کو بیشک سزا دیں۔ لیکن ان لوگوں کو بھی نہ چھوڑیے۔ جو اس تمام صورت حالات کیلئے ذمہ دار ہیں۔

عدالت:- ملزم کے خلاف مہاراجہ بہادر اور ان کی حکومت کے خلاف منافرت، بدخواہی اور بد اعتمادی کے الزامات ہیں۔ اس کے علاوہ باقی سب کچھ غیر متعلقہ ہے۔

وکیل ملزم:- تو استغاثہ کو بھی تفاصیل میں نہیں جانا چاہیے تھا۔ جب میں یہاں آیا۔ تو مجھے امید تھی۔ کہ مقدمہ زیادہ سے زیادہ ۲۸ جولائی تک ختم ہو گا۔ اور عدالت فیصلہ کر سکے گی۔ لیکن استغاثہ نے معاملہ کو طوالت دی۔ اور کچھ ایسے واقعات شامل کر دئے۔ جن کا سرچشمہ مجھے لازماً تلاش کرنا ہے علاوہ ازیں چونکہ شیخ عبداللہ کے خلاف مقدمہ چلانے کی اجازت تابع منظوری مہاراجہ بہادر وزیر اعظم نے دی۔ اس لئے مجھے ان کے متعلق تمام حالات منظر عام پر لانے کا حق ہے۔ مجھے ثابت کرنا ہے۔ کہ ملزم نے والئے ملک کا نام تقریروں میں استعمال نہیں کیا۔ ان کا نام صرف ۲۰ مئی کے بعد استعمال ہونا شروع ہوا جس کیلئے ملزم ذمہ دار نہیں۔ کیونکہ اسے گرفتار کیا گیا تھا۔ جب اس تاریخ کے بعد لوگوں کو دبایا گیا۔ ان کو بے عزت کیا گیا۔ تو اگر انہوں نے کچھ کیا۔ تو اس کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ جس نے زبردستی کا حربہ استعمال کیا

بیان کو جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا۔ کہ میں نے P.R. 4E میں حسب ذیل الفاظ درج کئے ہوئے ہیں۔

سوال یہ ہے۔ کہ جس خواہش کا سر محمد اقبال نے اظہار کیا ہے۔ وہ ہمیں پوری کرنی چاہیے۔ اس کیلئے روپے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس وقت ہمیں اتحاد اقوام کی انجمن بنانا ہے۔ اس بارے میں باضابطہ طور پر آپ کے سامنے پروگرام رکھا جائیگا۔ (5.N.11.11 میں یہ معاملہ پیش کرنا

اس مرحلہ پر مسٹر آصف علی نے نوٹ دیا۔ نیشنل کانفرنس کے سیاسی اور اقتصادی مقصد یہ

(NEW KASHMIR) کو دکھایا۔ گواہ نے کہا اس نے اسے دیکھا ہے۔ اور اسے پڑھا ہے۔
اس پر وکیل ملزم مسٹر آصف علی نے عدالت سے کہا کہ اس کو شامل ریکارڈ کر لیا جائے۔
وکیل استغاثہ مسٹر محمد دین کاکڑ نے اس پر اعتراض کیا۔ اور کہا کہ اسے شامل ریکارڈ نہیں کیا جا سکتا
عدالت :۔ (وکیل ملزم سے) ملزم نے اس کو اپنے بیان میں کیوں پیش نہیں کیا۔
وکیل ملزم :۔ یہی کام اس کا وکیل کر رہا ہے۔ فرق کوئی نہیں۔
عدالت :۔ آپ اس کتاب کو قانون شہادت کی کس دفعہ کے تحت شامل ریکارڈ کرانا چاہتے ہیں۔ معاملہ اسی طرح ختم ہو سکتا ہے۔
وکیل ملزم مسٹر آصف علی کوئی قانون پیش نہ کر سکے۔
وکیل استغاثہ :۔ وکیل ملزم (NEW KASHMIR) کی طبع شدہ کاپی شدہ پیش کر سکتا تھا۔ لیکن قانون شہادت دفعہ ۶۰ کے تحت یہ ثبوت پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ یہ کتابچہ ملزم نے لکھا ہے۔ اور اس کو طبع کرایا ہے۔
وکیل ملزم :۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر میں کوئی اخبار پیش کروں تو مجھے اس کے لئے اس کے پرنٹر و پبلشر کو یہاں لانا پڑیگا۔
وکیل استغاثہ :۔ بالکل صحیح ہے۔ اس وقت بھی میں یہی اعتراض کرونگا۔
عدالت :۔ اگر ملزم اس پمفلٹ کو اپنی صفائی میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ تو اس نے اپنے بیان کے وقت ایسا کیوں نہیں کیا۔ اب اگر آپ اس پمفلٹ کو شامل ریکارڈ کرانا چاہتے ہیں۔ تو گواہ کے ذریعے نہیں بلکہ خود پیش کریں۔ اور اس کے لئے باضابطہ درخواست کریں۔ مجھے ایسا کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا
اس پر وکیل ملزم کی درخواست پر مندرجہ ذیل تین پمفلٹ شامل ریکارڈ کئے گئے۔
(۱) نیا کشمیر (۲) کشمیر چھوڑ دو (۳) وزیر اعظم اور مرزا افضل بیگ سابق پبلک ورکس منسٹر کی

خط و کتابت ۔

ڈیڑھ بجے عدالت لنچ کیلیے برخاست ہوئی ۔

لنچ کے بعد کاروائی

لنچ کے بعد کاروائی پونے تین بجے شروع ہوئی ۔ اس وقت وکیل ملزم مسٹر آصف علی نے گواہ استغاثہ مسٹر شیو ناتھ ٹنکو پر جرح کی ۔ علاوہ ازیں اسے ایک تیار کی ہوئی کشمیری تقریر کی شارٹ ہینڈ رپورٹ لینے کو کہا گیا ۔ گواہ اسے پوری طرح نوٹ نہ کرسکا ۔ اس کیلیے یہ وجہ بتائی کہ تقریر میں کشمیری زبان کے ایسے الفاظ اور محاورے استعمال کئے گئے ہیں جو عام بول چال میں استعمال نہیں ہوتے ۔ اور دوسرے بولنے والے کی رفتار بہت تیز تھی ۔

اس کے بعد مسٹر آصف علی ور شیخ محمد عبداللہ نے اردو عبارت گواہ سے نوٹ کرائی ۔ لیکن وہ یہ بھی نوٹ نہ کرسکا ۔ اور وجہ یہ بتائی کہ بولنے والوں کی رفتار تیز ہے ۔

وکیل استغاثہ نے گواہ پر جرح کی ۔ کہ تو وکیل ملزم مسٹر آصف علی کے ساتھ ان کی جھڑپ ہوئی ۔

عدالت پانچ بجکر پچیس منٹ پر برخاست ہوئی ۔

ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس (گواہ استغاثہ) پر اہم جرح

ملٹری کی سختیوں کے متعلق گواہ کا اظہار لاعلمی

استغاثہ کی منظوری سے قبل ڈیفنس رولز کے تحت ملزم کو گرفتار کیا گیا۔

سری نگر ۵ اگست　　پندرھویں پیشی　　مقام بادامی باغ چھاؤنی

آج حسب معمول عدالت سیشن میں شیخ محمد عبداللہ صاحب کے خلاف مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ استغاثہ کی رہنمائی پنڈت مدسودن کاک اور ڈیفنس کی رہنمائی مسٹر آصف علی کر رہے تھے۔ آج وزیر سردیپ چند ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گواہ استغاثہ پر مسٹر آصف علی وکیل صفائی نے جرح کی۔

وکیل صفائی:- صوبہ کشمیر میں پولیس کتنی ہوگی؟

جواب:- صوبہ کشمیر میں پولیس کانسٹیبلان کی کل تعداد تقریباً پندرہ سو (۱۵۰۰) کے قریب ہوگی۔

وکیل صفائی:- خاص سری نگر میں مختلف بیٹوں پر کتنی ہوگی؟

جواب:- سری نگر خاص میں پولیس کانسٹیبلان کی تعداد تقریباً تین صد (۳۰۰) ہوگی۔

وکیل صفائی:- جب کبھی فسادات کے موقعہ پر انہیں کام کرنا پڑتا ہے تو انہیں اسلحہ کہاں سے سپلائی کئے جاتے ہیں؟

جواب:- اسلحہ عموماً لائن میں رکھے جاتے ہیں۔ لیکن بعض اہم تھانوں میں بھی رکھے جاتے ہیں۔

وکیل صفائی:- اور جب اسلحہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ تو اس کا اندراج کہاں کیا جاتا ہے؟

جواب :- جب آرمس یا امونیشن تقسیم کیئے جاتے ہیں تو باقاعدہ اندراج کیا جاتا ہے اور جب وہ واپس کیئے جاتے ہیں تو بھی اندراج کیا جاتا ہے۔

وکیل صفائی :- کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ملٹری کا بھی یہی قاعدہ ہوگا ؟

جواب :- مجھے ملٹری کے اس بارے میں علم نہیں۔

وکیل صفائی :- یہ آپ کے لیئے کہنا دشوار ہوگا۔ کہ اگر ۲۰ مئی یا ۳۰ مئی تک کے واقعات کے متعلق پوچھوں۔ جو امونیشن ایشو کیا گیا تھا۔ اس میں سے کتنا خراب ہوا ؟

جواب :- جس ایریا میں رہا۔ ۲۰ مئی سے کر ۳۰ مئی ۱۹۴۶ء تک میرے علم میں کوئی امونیشن یا آرمز تقسیم نہیں کیئے گئے۔ یہ اظہار میرا لوکل پولیس کی نسبت ہے۔ گریزن پولیس کی نسبت مجھے علم نہیں۔ کیونکہ وہ آئی۔ جی۔ پی صاحب کے براہِ راست ماتحت ہے۔

وکیل صفائی :- آپ کے ایریا میں مہاراج گنج تھانہ آیا تھا۔ مہاراج گنج سے پتھر مسجد کتنی دور ہے ؟

جواب :- تھانہ مہاراج گنج سے پتھر مسجد براستہ دریا تقریباً دو سو (۲۰۰) گز ہے۔

وکیل صفائی :- اور خانقاہ معلےٰ از زینہ کدل سے پچاس گز کا فیصلہ ہوگا ؟

جواب :- زینہ کدل سے خانقاہ معلےٰ براستہ دریا تقریباً دو صد (۲۰۰) گز ہوگی۔

وکیل صفائی :- اور زینہ کدل سے مہاراج گنج کا تھانہ کتنا دور ہوگا ؟

جواب :- زینہ کدل پل سے تھانہ مہاراج گنج تقریباً پچاس (۵۰) گز دور ہوگا۔

وکیل صفائی :- خانقاہ معلےٰ کی کیفیت کیا ہے ؟

جواب :- خانقاہ معلےٰ کے ایک طرف سکونتی مکان ہیں۔ ایک طرف قبرستان ہے اور ایک طرف سڑک ہے۔ سڑک کے اندر کی طرف احاطہ ہے۔ احاطہ کے اندر خانقاہ معلےٰ وارد ہے۔ چوتھی طرف دریا ہے۔ خانقاہ معلےٰ کو جانے کیلئے ایک بڑا دروازہ اور ایک چھوٹا دروازہ ہے اور دریا کی طرف۔۔۔ شمالی و جنوبی

طرفوں سے اندر جانے کے راستے ہیں۔

وکیل صفائی:۔ دونوں راستے نہایت تنگ ہیں؟

جواب:۔ یہ دونوں راستے جو شمال اور جنوب میں ہیں۔ ان میں سے چار آدمی ساتھ ساتھ گزر سکتے ہیں!

وکیل صفائی:۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ وہاں جانے کی ممانعت ہے؟

جواب:۔ دوران ایجی ٹیشن بڑے دروازہ پر یعنی ڈیوڑھی پر بورڈ لگایا ہوا تھا کہ ملٹری اور پولیس اندر نہیں جا سکتے ہیں۔

وکیل صفائی:۔ کیا آپ کے علم میں کبھی پہلے خانقاہ معلّےٰ میں گولی چلی؟

جواب:۔ مجھے علم نہیں۔ کہ خانقاہ معلّےٰ میں اس ایجی ٹیشن سے پہلے کبھی گولی چلی یا نہیں۔

وکیل صفائی:۔ کیا یہ مقام متبرک مانا جاتا ہے۔ اور مسلمان تو خصوصیت کے ساتھ اس کو متبرک مانتے ہیں؟

جواب:۔ خانقاہ معلّےٰ کو تمام لوگ ہندو مسلمان متبرک مانتے ہیں کیونکہ وہاں کالی جی کا استھان ہے۔

وکیل صفائی:۔ کیا آپ نے وہاں عربی الفاظ کندہ دیکھے؟

جواب:۔ میں نے خانقاہ معلّےٰ میں کچھ الفاظ پتھروں پر کندہ دیکھے ہیں۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا ہیں۔

وکیل صفائی:۔ فارسی کا ایک شعر بھی لکھا ہے؟

جواب:۔ مجھے یاد نہیں۔ کہ فارسی زبان میں وہاں کیا لکھا ہوا ہے۔ اللہ کچھ لکھا ہوا ضرور ہے۔

وکیل صفائی:۔ ہر ایک شخص جانتا ہے۔ کہ وہ امن و امان کی جگہ ہے؟

جواب:۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ کہ خانقاہ معلّےٰ ایک متبرک جگہ ہے۔

سوال وکیل صفائی:۔ مجھے علم نہیں۔ کہ اکثر ہڑتال ... متعلقہ ... پر ...

کے زیر تجویز تاریخ ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء درج ہے۔ وہ آنریبل پرائم منسٹر کی قلمی ہے یا نہیں؟
وکیل صفائی :- استغاثہ کب دایر ہوا ہے؟
جواب :- میں نے استغاثہ ۱۶ جون کو دایر کیا۔
وکیل صفائی :- کیا آپ کے پاس جس روز منظوری حاصل ہوئی اس روز دایر کیا یا اسکے بعد؟
جواب :- جس روز منظوری حاصل ہوئی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے اس روز یا دوسرے دن دایر کیا۔
وکیل صفائی :- کیا استغاثہ دایر ہونے سے آپ نے آٹھ (۸) روز قبل ہی شیخ محمد عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔
جواب :- میں نے ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء کو گرفتار کیا۔
وکیل صفائی :- کیا آپ کو آرڈر ملا تھا؟
جواب :- میں نے ابتدا میں ملزم کو زیر دفعہ ۵۴ ضابطہ فوجداری گرفتار کیا۔
سوال :- شاید ۲۰ تاریخ تک کوئی وارنٹ ایشو نہیں ہوا۔
جواب :- مجھے ملزم کے خلاف ۲۰ مئی کو وارنٹ گرفتاری مل گیا تھا۔ جبکہ میں ملزم کو گرفتار کر کے لا رہا تھا۔ میں نے وہ وارنٹ ملزم کو پڑھ کر سنا دیا تھا۔ چونکہ ملزم کے پاس کوئی سامان لکھنے کا نہ تھا۔ اس لیے ان کے دستخط نہیں کروائے گئے۔
وکیل صفائی :- کشمیر یا سرینگر میں پرامونٹ پولیٹکل آرگنیزیشنز کون کون سی ہیں۔ میں نام لیتا ہوں۔ نیشنل کانفرنس۔ یووک سبھا۔ مسلم کانفرنس۔ کیا اس کے علاوہ یہاں کوئی اہم پولیٹکل آرگنیزیشن ہے۔
جواب :- یہاں نیشنل کانفرنس۔ مسلم کانفرنس۔ یووک سبھا اہم پولیٹکل جماعتیں ہیں
وکیل صفائی :- کیا ان سب کے وقتاً فوقتاً جلسے ہوتے رہتے ہیں۔
جواب :- ان سب کے وقتاً فوقتاً جلسے ہوتے رہتے ہیں۔
وکیل صفائی :- یہاں کے لوکل اخبارات کتنے ہیں؟
جواب :- یہاں پانچ یا سات لوکل اخبارات ہیں؟

وکیل صفائی :- کیا ان میں لوکل کے علاوہ باہر کی خبریں ہوا کرتی ہیں ۔
جواب :- جی ہاں! - ان میں لوکل خبروں کے علاوہ باہر کے حالات بھی درج ہوتے ہیں
وکیل صفائی :- کیا ۶ رمئی سے قبل مرزا افضل بیگ کے استعفےٰ کے سلسلے میں جلسے ہوئے
جواب :- مرزا افضل بیگ کے استعفےٰ کے بعد جلسے سری نگر میں ہوتے رہتے تھے ۔
وکیل صفائی :- جس زمانہ میں شیخ صاحب کی تقریریں ہوتی تھیں کیا اس زمانہ میں مسلم
کانفرنس کے تحت چوہدری عباس کی تقریریں بھی ہوئی تھیں ۔
جواب :- اسی دوران میں یعنی ۶ رمئی یا اس سے قبل مسلم کانفرنس والوں کی بھی تقریریں
ہوتی تھیں ۔
وکیل صفائی :- سری نگر میں ریڈیو سیٹس بھی ہونگے جن کے ذریعہ خبریں لوگوں تک
پہنچتی ہونگی ۔
جواب :- سری نگر میں لوگوں کے پاس ریڈیو ہیں ۔
وکیل صفائی :- کیا یہاں کوئی ایسی جماعت ہے جو ذمہ دار حکومت کے خلاف ہو ۔
جواب :- جو اہم پولیٹیکل جماعتیں یہاں ہیں - وہ ذمہ دارانہ گورنمنٹ کے حصول
کیلئے ریزولیوشن پاس کرتی ہیں ۔
وکیل صفائی :- کیا یہ امر واقع ہے - کہ مرزا افضل بیگ کے استعفےٰ اور میاں احمد یار کے وزیر
مقرر کرنے کے بعد یہاں جلسوں میں کافی اظہار ناراضی ظاہر کیا گیا ۔
جواب :- ہاں - مرزا افضل بیگ کے استعفےٰ اور خصوصاً آنریبل میاں احمد یار کی
تقرری کے بعد جلسوں میں کافی اظہار ناراضی کیا جاتا رہا ۔
وکیل صفائی :- کیا یہ صحیح ہے اس میں زیادہ تر پرائم منسٹر کو الزام دیا جاتا تھا کہ
یہ ان کی سازش کا نتیجہ ہے ۔
جواب :- ان جلسوں میں یہ تقریریں کی جاتی تھیں کہ یہ سب آنریبل پرائم منسٹر کی
سازشوں کا نتیجہ ہے - اور یہ بھی تقریروں میں کہا جاتا تھا - کہ ہز ہائینس
بھی ان سازشوں میں شامل ہیں ۔

وکیل صفائی :- کیا یہ صحیح ہے کہ جس وقت مقررہ آنریبل پرائم منسٹر کی ان سازشوں کا ذکر کرتے۔ تو مختلف قسم کے الزامات ان پر لگاتے تھے۔

جواب :- جس وقت یہ تقاریر کی جاتی تھیں۔ آنریبل پرائم منسٹر کے خلاف ذاتی الزامات بھی لگائے جاتے تھے۔

وکیل صفائی :- ان ذاتی الزامات کے سلسلے میں کیا کہا گیا۔ کہ پبلک انکوائری ہونی چاہیئے تو معاملہ صاف ہو جائے۔

جواب :- مجھے یاد نہیں۔ کہ تقریر والوں میں آنریبل پرائم منسٹر کے خلاف پبلک انکوائری کا مطالبہ کیا گیا تھا یا نہیں۔

وکیل صفائی :- بحیثیت سپرنٹنڈنٹ پولیس آپ اس اخبار (اخبار خدمت) کو پڑھ کر بتا سکتے ہیں۔

وکیل سرکار :- اس اخبار کے متعلق گواہ کوئی بات بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کے متعلق اخبار کا ایڈیٹر ہی اچھی گواہی پیش کر سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں قانون شہادت کی ایک دفعہ پیش کی۔

اس پر عدالت نے کہا۔ کہ یہاں سوال ہے۔ کہ آیا اس نے پڑھا ہے یا نہیں۔

وکیل سرکار (کلارک) نے کہا۔ کہ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ لیکن اس کو شامل مثل نہ کیا جائے اس کے بعد اخبار خدمت کا مضمون پڑھا گیا۔

وکیل صفائی :- کیا آپ نے اس اخبار کو پڑھا۔

جواب :- میں نے یہ اخبار پڑھا۔ جس کی سرخی ذیل میں درج ہے:- موجودہ پرائم منسٹر کے خلاف آزاد کمیشن میں مقدمہ چلانے کا مطالبہ۔

(نوٹ:- وکیل سرکار نے جواب سے قبل اعتراض کیا۔ کہ اس گواہ سے کسی اخبار کے مضمون کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک اس کا نامہ نگار یا رپورٹر پیش نہ کیا جائے۔ اور اس سے یہ ثابت نہ کروایا جائے۔ اس لئے یہ اخبار یا مضمون ناقابل ادخال شہادت ہے)۔

عدالت :- نے اس اعتراض کے باوجود اس سوال کی اجازت دی - اس کے بعد لنچ کے لیے کارروائی ملتوی ہوئی - لنچ کے بعد اجلاس اڑھائی بجے شروع ہوا - اور وزیر سروپ چند پر پھر جرح شروع ہوئی -

بسوال وکیل صفائی - کہا - مجھے پبلک کے آدمیوں میں سے ۲۱ مئی ۱۹۴۶ء کے زخمیوں کا کوئی پتہ نہیں -

وکیل صفائی :- اس کے بعد بھی آپ نے ہسپتال میں عوام کے زخمیوں کا ملاحظہ کیا -

جواب :- میں اس کے بعد بھی عوام کے زخمیوں کی تعداد دریافت کرنے کیلئے نہیں گیا

وکیل صفائی :- زخمیوں کیلئے سرکار کی جانب سے یا عوام کی جانب سے کوئی ریلیف کمیٹی بنائی گئی تھی یا نہیں -

جواب :- میرے علم میں کوئی کمیٹی .... زخمیوں کی امداد کے واسطے نہیں بنائی

وکیل صفائی :- جو لوگ مر گئے تھے - کیا کوئی کمیٹی سرکار نے ان کیلئے بنائی تھی -

جواب :- میرے علم میں جو لوگ مارے گئے - ان کے پسماندگان کی ریلیف کیواسطے کوئی کمیٹی نہیں بنائی گئی -

وکیل صفائی :- نہ کوئی ایسا انتظام کیا گیا -

جواب :- مجھے اس کے متعلق کمیٹی اور انتظام کا علم نہیں -

وکیل صفائی :- کیا ملٹری والوں نے عوام کو کوئی تکلیف پہنچائی -

جواب :- میرے پاس عوام میں سے کسی نے ایسی کوئی رپورٹ نہیں دی تھی - کہ ان کو ملٹری والوں نے کوئی تکلیف دی ہے -

وکیل صفائی :- آپ کے علم میں کوئی ایسی بات آئی -

جواب :- میں نے ابھی تک آج تک کسی ملٹری والے کی طرف سے تشدد ہوتا نہیں دیکھا -

وکیل صفائی :- آپ کے علم میں پرائم منسٹر کے پاس رپورٹ آئی ہو - کہ کسی کو پیٹا

کے بل چلایا گیا ہو۔

وکیل صفائی :۔ کیا آپ کے علم میں کسی ذریعہ سے یہ شکایت آئی۔ کہ ملٹری نے لوگوں کو ایک ٹانگ پر چلنے کے لئے مجبور کیا۔

وکیل سرکار :۔ یہ سوال گواہ سے پوچھا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ یہ سماعی ہے۔

عدالت نے اس سوال کی اجازت دے دی۔

جواب گواہ :۔ میرے پاس کسی آدمی نے یہ آکر شکایت نہیں کی۔ کہ اس کو ایک ٹانگ کے بل ملٹری والوں نے چلایا۔ اور نہ ہی میں نے اپنی آنکھوں سے کسی کو ایک ٹانگ کے بل چلتے ہوئے دیکھا

وکیل صفائی :۔ کیا کبھی آپ یہاں کے مقامی اخبار ہمدرد کو پڑھتے ہیں۔

جواب :۔ میں کبھی کبھی اخبار ہمدرد کو پڑھتا ہوں۔

وکیل صفائی :۔ غالباً وہ ایک وفادار اخبار سمجھا جاتا ہے۔ (اس سوال کی اجازت نہیں دی گئی)

وکیل صفائی :۔ کیا آپ نے یہ ہمدرد میں پڑھا تھا۔ کہ رام چندر کاک پرائم منسٹر نے لوگوں کی اس قسم کی شکائتیں دور کرنے کا یقین دلایا تھا۔

وکیل سرکار :۔ یہ سماعی ہے۔ اس لئے اسے ریکارڈ پر نہ لایا جائے۔ (عدالت نے اس سوال کی اجازت دیدی)

جواب :۔ میں نے ہمدرد کا وہ پرچہ ۲۴ مئی کے بعد پڑھا تھا۔ اور اس میں آرٹیکل بعنوان "رائے بہادر رام چندر کاک نے شکائتیں دور کرنے کا یقین دلایا" دیکھا۔

وکیل صفائی :۔ وہ شکائتیں اس ذریعہ آپ کے نوٹس میں آ گئی تھیں۔

وکیل سرکار۔ نے قانون شہادت کے سیکشن ۶۲ کا حوالہ پیش کیا۔ اور کہا یہ سوال قابل ادخال نہیں۔

سوال وکیل صفائی :۔ گواہ نے کہا۔ چونکہ میرے پاس کسی آدمی نے ایک ٹانگ پر چلائے

جانے کی متعلق کوئی تحریری یا تقریری رپورٹ نہیں دی۔ اس لیے میں نے اس معاملہ کے متعلق کوئی تحقیقات نہیں کی۔ میں نے سمجھا کہ غالباً یہ اخباری پروپیگنڈا ہوگا۔
بسوال وکیل صفائی:۔ گواہ نے کہا۔ مجھے آنریبل پرائم منسٹر نے ان امور کی تحقیقات کیلئے کوئی حکم نہیں دیا تھا۔
وکیل صفائی :۔ فتح کدل میں ایک ہندو کمپونڈر کو گولی لگی یا نہیں۔
جواب :۔ میں نے اپنی آنکھوں سے کسی ہندو کمپونڈر کو گولی لگتے نہیں دیکھا۔ اور نہ میں نے اس کی دکان دیکھی ہے۔
وکیل صفائی:۔ کیا آپ نے سُنا تھا۔
جواب :۔ میں نے اس کے متعلق سُنا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں سی۔ آئی۔ ڈی کو حکم دیا تھا۔ ابھی اس کی تحقیقات مکمل نہیں ہوئی۔
وکیل صفائی:۔ کیا یہ شکایت آپ کے پاس پہنچی۔ کہ عالی کدل کے ایک دوکاندار کو سودا نہ دینے پر گولی سے مار ڈالا ہو۔
جواب :۔ میرے پاس کسی کی شکایت نہیں آئی۔ کہ کسی ملٹری والے نے کسی ہندو دکاندار کو مفت سودا نہ دینے پر مار دیا ہو۔
وکیل سرکار:۔ ان کو بغاوت کے ساتھ کیا تعلق ہے کیونکہ یہ ملٹری کی زیادتیوں کیلئے انکوائیری نہیں۔
وکیل صفائی:۔ جب میں ان کے غیر متعلقہ سوالات پر اعتراضات کرتا تھا۔ اس وقت ان کی طرف سے سوالات پوچھے گئے۔ میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ مسجد دلہ کی بے حرمتی کی گئی۔ لوگوں کو قتل کیا گیا تھا۔ اس پر وکیل سرکار نے عدالت سے کچھ عرض کرنا چاہا۔ مگر وکیل صفائی مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ میری زبان بگڑی جاتی ہے۔
بسوال وکیل صفائی:۔ گواہ نے کہا:۔ میں نے کسی دکان کی تلاشی نہیں لی۔ مگر مفروران کی تلاش میں پولیس بعض جگہ گھروں میں ان کو گرفتار کرنے کے لیے

داخل ہوئی۔ دوسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ جہاں تک مجھے علم ہے گریزن پولیس میں کچھ نئے آدمی بھرتی ہوئے اور کچھ سابق فوجی ہیں۔ لیکن میرا ان کے ساتھ کوئی سروکار نہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق براہ راست۔ آئی۔ جی۔ پی کے ساتھ ہے۔

وکیل صفائی :۔ کیا پولیس گزٹ میں اس کے بارے میں کچھ درج ہے؟

جواب :۔ پولیس گزٹ میں اس کے بارے میں کچھ درج نہیں۔

وکیل صفائی :۔ گریزن پولیس کے ہیڈکوارٹرز کہاں ہیں۔

جواب :۔ گریزن پولیس کچھ پولیس لائنز میں رہتی ہے اور کچھ بادامی باغ میں۔

وکیل صفائی :۔ کیا گریزن پولیس میں کشمیری نہیں۔

جواب :۔ مجھے علم نہیں کہ گریزن پولیس میں کوئی کشمیری بھرتی ہوا یا نہیں۔

وکیل صفائی :۔ کیا ۲۰ تاریخ کو پرائیویٹ ٹیلی فون کنکشن ڈس کنکٹ کیے گئے

جواب :۔ ۲۱ تاریخ کو مجھے پتہ چلا۔ کہ چند ٹیلیفون کنکشنز جن کو مشتبہ سمجھا جاتا تھا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے کاٹ دیئے گئے تھے اس پر پنڈت جیالال کلم نے عدالت کو متوجہ کرکے کہا۔ کہ میں اپنی ذات کے متعلق کہتا ہوں کہ کیا مجھے اس لئے مشتبہ سمجھا گیا کہ میرا گناہ یہ ہے۔ کہ میں شیخ محمد عبداللہ کا وکیل تھا۔ ورنہ میں نے اس حکومت کا کچھ نہیں بگاڑا۔

وکیل صفائی :۔ کیا پنڈت جیالال کلم کا ٹیلیفون کنکشن بھی کاٹ دیا گیا۔

جواب :۔ مجھے علم نہیں کیا جیالال کلم کا ٹیلیفون کنکشن کاٹ دیا گیا تھا۔ یا نہیں۔

سوال وکیل صفائی۔ گواہ نے کہا: کہ مہاراج گنج میں ساسو(۱۰۰) کے قریب نفری تھی۔

وکیل صفائی :- ڈویژن پولیس کی ڈیوٹی کتنی لگائی تھی۔
جواب :- جہاں انچ گنج ایریا میں چار پولیس ڈویژن۔
وکیل صفائی :- پوسٹ ڈیوٹی کتنی لگائی جاتی ہے۔ اور پیٹ کتنی۔
جواب :- نو پونٹ ڈیوٹیز اس ایریا میں روزانہ لگائی جاتی ہیں اور چار یا پانچ پیٹ ڈیوٹیز لگائی جاتی ہیں۔ جن دنوں خطرہ زیادہ ہو۔ ان دنوں گشت کی ڈیوٹی زیادہ لگائی جاتی ہے۔

وکیل سرکار کے سوال کے جواب میں گواہ نے کہا جس وقت میں نے استغاثہ دائر کیا اس وقت کنفریشن آف سینکشن سرکار والا آئی تھی۔ اور میں نے شامل استغاثہ کی تھی۔ دوسرے سوال کے جواب میں گواہ نے کہا۔ چونکہ ملزم نے ۳۴ ڈیفنس رولز کے تحت جرم کئے ہوئے تھے۔ اس لئے میں نے زیر دفعہ ۵۴ ضابطہ فوجداری ملزم کو گرفتار کیا تھا۔ ملزم کے خلاف زیر رول ۳۴۔ جموں وکشمیر ڈیفنس رولز یہ چیک مرتب کیا تھا۔ دوسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ جو وارنٹ مجھ کو راستہ میں اور ٹی کے قریب ملا تھا وہ زیر رول ۳۴ ڈیفنس رولز تھا۔ میں نے اس وارنٹ میں جو ہدایات تھیں ان پر عمل کیا۔ اور میں نے اس کی رپورٹ تعمیل درج کر دی تھی۔

بسوال وکیل سرکار کہا۔ ۶ مئی سے پہلے جو جلسے ہوئے ان میں ملزم شامل نہیں تھا۔ بسوال بحر تقریریں ۲۰ مئی سے لیکر ۶ مئی تک خانقاہ معلیٰ میں ہوتی رہیں ان میں جذبات نفرت اور ان کی گورنمنٹ کے خلاف تقریریں ہوتی تھیں۔

وکیل سرکار :- آپکے علاقہ میں کل کتنے آدمی مارے گئے

جواب گواہ :- ساٹھ آدمی جو مارے گئے وہ سارے صوبہ کشمیر میں مارے گئے تھے۔ میرے علاقے میں صرف چار یا پانچ مارے گئے۔ گولی میرے علاقہ میں چلی اور کسی جگہ شہر سری نگر میں گولی نہیں چلا۔

(مسٹر آصف علی) وکیل صفائی :- نے عدالت سے استدعا کی۔ مجھے پھر سے گواہ پر جرح کرنے کی

اجازت دی جائے۔

عدالت نے کہا:۔ کوئی قانون پیش کیجئے! اس پر پھر مسٹر آصف علی نے کہا چونکہ گواہ نے اپنے علاقہ سے باہر کی بات کہی ہے۔ مجھے بھی دیگر باتیں پوچھنے کی اجازت دی جائے۔ اس پر وکیل سرکار نے کہا۔ اگر ہم نے اس کے علاقہ کی کہی ہے تو اس میں سے باہر کے علاقہ کی بات کا پہلو کہاں سے نکلتا ہے۔ لیکن یہاں مسٹر آصف علی نے کہا۔ میں نے ہزاروں استغاثوں میں ملزموں کی طرف سے وکالت کی ہے۔ لیکن یہاں کے حالات مختلف ہیں۔ میں اس گواہ سے باہر کے متعلق واقعات پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر اس گواہ سے مجھے حاصل نہ ہوئے۔ تو میں پرائم منسٹر کو بھی عدالت کے سامنے لاکر اُن سے یہ تمام حالات پوچھوں گا۔ اس کے بعد گواہ پر جرح ختم ہوئی۔ اور عدالت پونے چار بجے برخواست ہوئی۔

مجسٹریٹ گواہانِ استغاثہ پر جرح

میں پرائم منسٹر اور گورنر کو گواہوں کی صف میں کھڑا کرونگا

(وکیل صفائی)

اے۔ ڈی۔ ایم یہاں کی اکثریت کے مذہبی جذبات سے ناواقف

سری نگر ۱۶ اگست — سولھویں پیشی — مقام بادامی باغ چھاؤنی

آج استغاثہ کی طرف سے پنڈت مدسودن کاک مع اپنے ہمراہیوں کے۔ اور ملزم کی طرف سے مسٹر آصف علی مع اپنے ساتھیوں کے پیروی کر رہے تھے۔ سیشن جج صاحب اور شیخ محمد عبداللہ صاحب کی آمد کے بعد کارروائی گیارہ بجکر ۳۵ منٹ پر شروع ہوئی۔

کتاب اندرونِ کشمیر کے متعلق لاعلمی

مسٹر آصف علی وکیل ملزم نے پنڈت ہیرانند رینہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گواہ استغاثہ پر جرح شروع کی۔ سوالات کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے کہا کہ میں پرجا سبھا کا سکریٹری بھی رہ چکا ہوں۔ کبھی اب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھوڑے عرصہ کے لیے رخصت پر جاتے ہیں تو اُن کے عہدہ کے فرائض اپنے فرائض منصبی کے علاوہ انجام دیتا ہوں۔ سنہ ۱۹۳۱ء، ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۴ء میں یہاں گڑبڑ ہوئی اور اُن کے سلسلے میں کچھ تحقیقاتی کمیشن یا کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ مجھے علم نہیں کہ سنہ ۱۹۳۸ء میں فسادات ہوئے یا نہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ سنہ ۱۹۳۱ء کے بعد کی ایجی ٹیشنوں میں ملزم شیخ محمد عبداللہ گرفتار ہوا یا نہیں، کیونکہ میں اُس وقت ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نہ تھا۔ بلکہ سکریٹریٹ میں کام کرتا تھا۔

سوال:۔ آپ کشمیر پرجا سبھا کے سیکریٹری رہ چکے ہیں، سکریٹریٹ میں بطور کام کیا ہے۔ اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی ہیں۔ اس لئے آپ نے پنڈت —

پریم ناتھ بزاز کی کتاب "درون کشمیر" (Inside Kashmir) کی نسبت سنا ہوگا جس میں مندرجہ صدر تحاریک کے متعلق مفصل حالات درج ہیں۔ اور جو اب سرکاری طور سے ضبط قرار دی گئی ہے۔

گواہ :- مجھے پوری طرح کچھ معلوم نہیں۔ میں نے وہ کتاب دیکھی نہیں ہے۔
آگے چل کر گواہ نے کہا کہ سنہ ۱۹۳۱ء اور سنہ ۱۹۳۴ء کی ایجی ٹیشنوں کے بعد لوگوں نے مطالبات پیش کیے۔ ۲۰ مئی سے دو یا تین دن پیشتر مجسٹریٹوں اور آفیسروں کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی۔ اس میں شہر کو مختلف رقبوں میں تقسیم کر کے کچھ انتظامات کیے گئے۔

وکیل صفائی :- ان انتظامات کے سلسلے میں یہ طے ہوا تھا کہ ملٹری کو بھی ان میں شامل کیا جائے۔

وکیل استغاثہ :- قانون شہادت کی دفعات ۱۲۳ اور ۱۲۴ کے تحت چونکہ یہ واقفیت گواہ نے غیر مطبوعہ سرکاری دستاویزات سے حاصل کی ہے جن کا تعلق ریاست کے معاملات سے ہے۔ اور چونکہ گواہ کو بحیثیت ایک سرکاری آفیسر معلوم ہوئے ہیں۔ اس لیے ایسے سوالات کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اور نہ ایسے سوالات پوچھے جا سکتے ہیں۔

عدالت :- سوال نامنظور کیا جاتا ہے۔
آگے چل کر گواہ نے کہا کہ انتظامات میں جو ملٹری شامل رہی مجھے علم نہیں کہ اس کی تعداد کیا تھی۔ سری نگر میں میرے ایریا میں شروع میں ملٹری کے تین (۳) یا چار (۴) سیکشن تعینات کیے گئے تھے۔ باقی علاقوں کے یا اننت ناگ کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں۔ میرے علم میں ہے ۲۱ مئی کو سری نگر میں چار (۵) پانچ آدمی گولی سے مارے گئے۔

سوال ملزم :- ۲۱ مئی کو اننت ناگ یا بانہال میں کوئی گولی چلی۔
گواہ :- [illegible]

وکیل صفائی :- ہلاک شدگان میں عورتیں بھی تھیں۔
گواہ :- میں نہیں کہہ سکتا کہ ان میں کوئی عورت بھی شامل تھی۔
وکیل صفائی :- ہلاک شدگان کے متعلق کوئی تحقیقات ہوئی۔
گواہ :- مجھے کوئی علم نہیں۔
وکیل صفائی :- ہلاک شدگان کے پسماندگان کو کوئی سرکاری ریلیف دی گئی۔
گواہ :- مجھے کوئی علم نہیں۔
وکیل صفائی :- آپ کے ایریا میں ۲۰ مئی سے لے کر ۲۴ مئی تک جو عوام میں سے لاٹھی یا گولی سے مجروح ہوئے۔ اُن کی تعداد دریافت کرنے کا کوئی طریقہ اختیار کیا گیا۔ اور کوئی تعداد دریافت ہوئی یا نہیں۔
گواہ :- گولی سے جو آدمی مجروح ہوئے۔ ان کی نسبت تھانہ میں رپورٹ ضرور درج کرائی جاتی رہی۔ لاٹھیوں سے زخمی عوام کے فرد ہمارے پاس مجموعی طور پر نہیں آئے۔ اگر انفرادی طور پر کسی نے زخمی ہونے کی شکایت کی ہو تو اُس کی نسبت افسران نے ضرور تحقیقات کی ہوگی۔

آگے چل کر گواہ نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ عوام میں سے کتنے زخمی ہوئے نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اُن میں کوئی بچہ یا بوڑھا یا عورت تھی یا نہیں۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ کس ہسپتال میں کس قدر زخمی داخل ہوئے۔ ۲۰ مئی یا کسی اور روز کسی سرکاری آدمی کو نہ تو گولی لگی، نہ کوئی چھرے سے زخمی ہوا، اور نہ ہی کسی کو لاٹھیاں لگیں۔ ملٹری کے آدمی خانقاہ معلیٰ میں زینہ کدل کی جانب تھے اور دریا کے قریب تھے۔ ہم نے انہیں پتھر مسجد سے دیکھا۔ اُس وقت ملٹری اور پولیس کے دس (۱۰) یا بارہ (۱۲) آدمی موجود تھے لیکن بعد میں کچھ مجسٹریٹ اور ملٹری بھی موقع پر آ گئی تھی۔ میں نے دو (۲) دفعہ گولیاں چلنے کی آواز سنی۔ ایک ایک بار ایک یا دو فائر سنائی دیے مجھے پتہ نہیں کہ ملٹری کو کس قدر اسلحہ مہیا کیا گیا۔ اور کس قدر واپس ہوا

کیونکہ یہ ملٹری کا کام ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ گولیاں چلانے کے متعلق کوئی تحقیقات ہوئی یا نہیں۔ مجھے صرف ایک بار گولی چلوانے کا موقع ملا اور اس وقت صرف ایک گولی چلائی گئی۔ جو لوگ ہلاک ہوئے اُن کی لاشیں پوسٹمارٹم کے واسطے بھجوائی گئیں۔ لاشیں وارثوں کے حوالے کرنے کی رپورٹیں ہسپتال میں ہونگی جو شخص نواب بازار میں گولی سے مر گیا۔ اُس کی والدہ کو مرہم پٹی کرانے اور دُودھ وغیرہ پلانے کے واسطے تھانہ میں آنے کی اجازت دی گئی۔ ڈاکٹر کو بھی تھانہ میں بُلوایا گیا تھا۔

بیان کو جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا کہ خانقاہ معلّٰی متقدس جگہ ہے اور ہر جمعہ کو وہاں نماز ہوتی ہے۔ جامع مسجد اور خانقاہ معلّٰی کے میر واعظ غالباً الگ الگ ہیں۔ میں قطعی طور پر اس بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ خانقاہ معلّٰی ایک عبادت گاہ ہے۔ مجھے پختہ علم نہیں کہ مسلمانوں کی عبادت گاہوں میں جوتے پہن کر جانے دینا ممنوع ہے یا نہیں۔ البتہ ہندوؤں کی عبادت گاہوں میں جوتے پہن کر اندر جانے نہیں دیا جاتا۔

گواہ کو اکثریت کی عبادت گاہوں کی اہمیت معلوم نہیں

وکیل صفائی:۔ مسٹر آصف علی نے اس مرحلہ پر کہا کہ اس بات کا رونا ہے کہ آپ کو یہاں کی اکثریت کی مسجدوں اور عبادت گاہوں اور زیارتوں کی اہمیت معلوم نہیں۔

بسوال دیگر کہا:۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ خانقاہ میں ملٹری جوتے پہن کر اندر آئی یا نہیں۔ پتھر مسجد ملٹری کے قبضہ میں نہ تھی۔ لوگ نماز کی ادائیگی کے واسطے یہاں آسکتے تھے۔ لیکن دریا کے گھاٹ پر فوجی پہرہ لگایا گیا تھا۔ خانقاہ معلّٰی کے احاطہ کے باہر بھی فوجی پہرہ تھا۔ پہرہ کی غرض وغایت خلاف قانون مجمعوں کی روک تھام تھی۔ تاکہ خلل امن نہ ہو۔ میرے خیال میں حکام کی طرف سے کوئی ایسا حکم صادر نہ ہوا۔ جسکی رُو سے خانقاہ معلّٰی میں لوگوں کے داخلہ پر پابندی عائد کی گئی ہو۔ ۲۰۔ مئی سے ۳۰۔ مئی تک گرفتاریاں جاری

جاری رہیں۔ ہر شخص جو نہی ہوتا تھا اس کو خلاف قانون مجمع کا شریک قرار نہیں دیا جاتا تھا۔ بلوائیوں کو گرفتار کرنے یا گوشمالی کی ہدایت تھی۔

وکیل استغاثہ: اس کے بعد پنڈت مدسودن کاک وکیل استغاثہ نے پنڈت سری دھر کی جرح سے گرزینہ اے۔ ڈی۔ ایم (گواہ استغاثہ) پھر جرح کی۔ گواہ نے کہا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے ایک آرڈر کو دیکھ کر میں کہتا ہوں کہ عبادت گاہ ہونے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ خانقاہ معلے پر نہ صرف نماز ہوتے تھے۔ بلکہ سیاسی جلسے بھی۔ جن میں دس ہزار تک لوگ شامل ہوتے تھے۔ ہم سلطانی کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتے تھے۔

وکیل استغاثہ: آپنے وکیل ملزم کے سوال کے جواب میں کہا کہ صوبہ کشمیر میں سات یا آٹھ اشخاص گولی لگنے سے ہلاک ہوگئے۔ کیا یہ علم آپ کو سرکاری طور پر ہوا یا یونہی سنی سنائی بات سے ہوا ہے۔

وکیل ملزم: مجھے اس پر اعتراض ہے۔ جو کچھ اس سے پہلے گواہ نے لکھایا وہ اپنے علم سے لکھایا تھا۔ اب لفظ سنی سنائی داخل کر کے گواہ سے غلط بیان کی اُمید کی جارہی ہے۔

عدالت: سوال بالکل قابل اعتراض ہے۔

وکیل استغاثہ: اچھا آپ کو سات یا آٹھ اشخاص کے مرنے کی اطلاع کہاں سے ہوئی؟

گواہ: میں نے یہ اطلاع اخبارات میں پڑھی۔ واردات موقع پر مسٹر ... نے مسٹر کلم کو کہا۔ ... خدا کے لئے تو کہہ کہ میں گورنر اور ڈپٹی ... کو یہاں کیا ہوں کہ کھڑا ہوں کھڑا کرنا چاہتا ہوں۔

عدالت: مسٹر ... آپ انگریزی الفاظ میں ... (ترجمہ)

(You are ...)

آگے ... گواہ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے کہ ... کہ ... خانقاہ ...

... ساتھ ... کا ...

وکیل استغاثہ :۔ جو ہندو نتیج کدل کی طرف سے کالی کے استھاپن پر جانا چاہتا ہے وہ کس راستہ سے جاتے ہیں۔

مسٹر ڈکلم :۔ اس بارے میں دیوانی مقدمہ عدالت میں دائر ہے۔

گواہ :۔ میں عدالت سے استدعا کروں گا کہ مجھے اس سوال کا جواب دینے کے لیے نہ کہا جائے۔ کیونکہ اس بارے میں مقدمہ عدالت میں زیر سماعت ہے۔

عدالت :۔ اچھا یہ سوال ترک کیا جائے۔ اس مرحلہ پر عدالت لنچ کیلئے برخاست

مسٹر [illegible] پر جرح

لنچ کے بعد کارروائی ڈھائی بجے شروع ہوئی۔

وکیل صفائی :۔ مسٹر آصف علی نے گواہ استغاثہ مسٹر آر۔ پی راجپال مجسٹریٹ درجہ اول پر جرح کی۔ آپ نے کہا کہ میں ۲۰ مئی ۱۹۳۱ کو کوٹھی باغ ایریا میں تعینات تھا۔ میرا ایریا باگڑی پل پوائنٹ سے ... تک ... تک پھیلا ہوا تھا۔ ۲۰ مئی کو جلوس ... تھی۔ مگر جہاں تک مجھے علم ہے جلوس پر کہیں کہیں پابندی تھی۔ ۶ مئی سے ۲۰ مئی تک کوئی شورش نہ ہوئی۔ مگر لوگوں کے جذبات بھڑکے ہوئے تھے۔ میں نے خود کوئی گرفتاری نہیں کی مگر میرے ایریا میں گرفتاریاں ہوتی رہیں۔ البتہ ... میں صرف دو آدمیوں کو پتھر پھینکنے کے سلسلہ میں پکڑا گیا۔ گواہ پر وکیل استغاثہ نے کوئی جرح نہیں کی۔

وکیل صفائی :۔ ... گواہ استغاثہ پنڈت نندہ لعل مٹو مجسٹریٹ پر جرح کی آپ نے کہا کہ ... سے تین ہفتہ تک میرا علاقہ شہر گلی سے ... تک تھا۔ میں بیس سال سے ملازم ہوں۔ ۱۹۳۱ میں یہاں ... مجھے ۱۹۳۴ اور ۱۹۳۸ کی گڑبڑ کی نسبت کچھ یاد نہیں ... ملزم کی کوئی تقریر خود نہیں سنی اور نہ ہی ... تقریر

گواہ :۔ بمبئی اخبار رپورٹیں دیکھا کرتا ۔ ۲۰ مئی تک میرے علم میں کوئی قابل اعتراض [illegible]
نہ ہونا ۔ میں خلاف قانون مجمعوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ میں نے اپنی
آنکھوں سے کوئی خلاف قانون مجمع ۱۶ مئی تک [illegible] نہیں دیکھا ۔ مجھے معلوم نہیں کہ
شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء کو ہوئی یا اس سے قبل ۔ اگر میری ڈیوٹی
۲۰ مئی کو [illegible] ۲۱ مئی کو میرے علاقہ میں کوئی جلسہ یا جلوس نہیں [illegible]
میرے علاقہ میں شورش شروع ہوئی جس کے بارے میں پیشتر ازیں بیان دے چکا ہوں
میں نہیں کہہ سکتا کہ ۲۱ مئی کو گولی چلنے یا خانقاہ معلی کی بے حرمتی ہونے کی وجہ سے
لوگوں میں غصہ پیدا ہوا یا نہیں ۔

وکیل صفائی :۔ جیسے آج بیان فرمایا ہے کہ نہ آپ نے ملزم کی کبھی تقریر کو پڑھا
اور نہ خود سنا ۔ پھر آپ نے اس کے بغیر یہ رائے کیسے قائم کی کہ لوگ [illegible] ایام
خانقاہ [illegible] مشتعل ہو چکے تھے ۔

گواہ :۔ اکثر لوگوں کو دیکھنے سے یہ پایا جاتا تھا کہ لوگ مشتعل ہیں ۔

وکیل صفائی :۔ خانقاہ معلی میں گولی چلنے کے متعلق آپ نے [illegible]

گواہ :۔ میری نگاہوں سے کوئی ایسا کمیونکے نہیں گزرا ۔

مسٹر آصف علی :۔ تمام نظام حکومت کو جھٹکا دینے کی ضرورت ہے ۔

وکیل صفائی (مسٹر آصف علی) :۔ کیا آپ نے خانقاہ معلی میں گولی چلنے کے متعلق کوئی افواہ
سنی کہ لوگ مارے گئے ۔

سرکاری وکیل :۔ جواب افواہ سننے کی نسبت [illegible] اجازت نہیں ہونی چاہیئے ۔

عدالت :۔ سوال نامنظور کیا جاتا ہے ۔

وکیل صفائی :۔ اگر یہ ثابت کر دیا گیا کہ تمام کیس افواہوں پر مبنی ہے تو ۔۔۔ ؟

عدالت :۔ میں اس سوال کے جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں ۔

وکیل صفائی :۔ ۲۱ مئی کو آپ نے دلوں کو حکومت کے نام [illegible]

گواہ :۔ [illegible]

وکیل صفائی:- لیکن لوگوں کو پہلے یہ کہتے سنا ہوگا کہ خانقاہ معلیٰ میں گولی چلی؟

گواہ :- نہیں۔

وکیل صفائی:- آپ کے علم میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ ۲۰ مئی کو خانقاہ معلیٰ میں گولی چلی۔

گواہ :- کوئی ذاتی علم نہیں کہ گولی چلی اور لوگ مارے گئے۔

وکیل صفائی:- اور نہ ہی وہاں جاکر معلوم کرنے کا موقع ملا؟

گواہ :- جی نہیں۔

ٹیلیفون انسپکٹر اور ملٹری کے گواہ: اس کے بعد وکیل صفائی مسٹر آصف علی نے ایک اور گواہ استغاثہ پنڈت شمبھو ناتھ ٹیلیفون انسپکٹر پر جرح کی۔ گواہ نے کہا کہ میں تمام سری نگر کا ٹیلیفون انسپکٹر ہوں۔ ۲۰ مئی کی شام کو کافی ٹیلیفون کنکشن منقطع کئے گئے۔ ہم نے ایسا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے کیا۔ اندازاً ڈیڑھ سو کے قریب پرائیویٹ کنکشن کاٹے گئے۔ یہ صحیح ہے کہ اُن میں سے چند ایک ابھی تک اسی طرح ہیں۔ میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ خنج کدل میں (PROTECTED TERMINAL) کس آدمی نے توڑا لیکن یہ کام کسی انسان ہی کا تھا۔

اس کے بعد وکیل صفائی مسٹر آصف علی نے ایک اور گواہ استغاثہ ڈاکٹر [illegible] سنگھ کمانڈنگ آفیسر ملٹری ہسپتال بادامی باغ چھاؤنی پر جرح کی۔ گواہ نے کہا کہ مجھے عوام میں سے کسی زخمی آدمی کا ملاحظہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا جن فوجیوں کا میں نے ڈاکٹری ملاحظہ کیا۔ اُن میں سے ایک کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اور دوسرے کی کہنی (ELBOW) پر بھی شدید ضرب آئی تھی۔ موخر الذکر زائد از ۲۰ دن ہسپتال میں رہا۔ ان دونوں زخمیوں کی حالت بہتر نہیں ہو سکتی۔ اور وہ ملٹری میں ملازمت کرنے کے ناقابل ہوگئے ہیں۔ یہ دونوں زخمی ایمبولینس کار میں لائے گئے تھے۔ انہوں نے [illegible] کہا

تھا۔ کہ ان کو یہ ضربات اس وقت لگیں جبکہ وہ اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے تھے۔ میں نے اس امر کا ریکارڈ کیس سٹیٹس میں رکھا۔ اگرچہ میں نے کسی رجسٹر میں اس کا اندراج نہیں رکھا۔ ان دو مضروبوں کو جو زخم آئے تھے۔ وہ گرنے سے بھی لگ سکتے تھے۔

وکیل استغاثہ کی جرح — وکیل استغاثہ کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے گواہ جبر سروار سنگھ نے کہا۔ کہ کیس سٹیٹس جو میں نے پیش کئے ہیں۔ اصلی [illegible] کیس سٹیٹس سب سے پہلے لکھے گئے۔ اور بعد ازاں [illegible] کا اندراج رجسٹر میں کیا۔ عدالت ساڑھے تین بجے برخاست ہوئی۔

گواہان استغاثہ اور وکیل صفائی میں جھڑپیں

[illegible] کا اہم گواہ فارسی الفاظ کے صحیح معنے بتا نہ سکا

کیپٹن کول کو صرف خدائی مہربانی اور مہر [illegible]

مہر [illegible] + [illegible] ٹیلی ٹائمز + مقام [illegible]

[illegible] عدالت کی کارروائی ساڑھے [illegible] بجے شروع ہوئی۔ وکلائے استغاثہ [illegible] اور ملزم حسب معمول حاضر تھے۔

[illegible] ۱۹۳۲ [illegible]

آج مسٹر [illegible] وکیل صفائی نے گواہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ۱۹۳۲ [illegible] [illegible]

ہیں۔ کبھی کبھی میں انہیں پڑھتا ہوں۔ ہم بیٹی کو براہِ راست حالات بہم نہیں کرتے۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں جب ایک شخص عبدالقدیر کے مقدمہ کی سماعت سنٹرل جیل میں ہو رہی تھی تو بلوائیوں نے جیل میں آگ لگا دی۔ اس پر گولی چلائی گئی۔ میرے علم میں یہ پہلا موقع تھا جب گولی چلائی گئی۔

وکیل ملزمان :- عبدالقدیر کا مقدمہ پہلے عدالت سیشن میں چلتا رہا۔ مگر چونکہ وہاں لوگ جمع ہوتے تھے۔ اس لئے اس کی سماعت سنٹرل جیل میں شروع کی گئی۔

وکیل استغاثہ :- سوال غیر متعلقہ ہے۔

عدالت :- سوال نامنظور کیا جاتا ہے۔

وکیل ملزمان :- جب سنہ ۱۹۳۱ء میں گولی چلائی گئی کیا اس وقت شیخ عبداللہ کو گرفتار کیا گیا تھا۔

وکیل استغاثہ :- سوال غیر متعلقہ ہے۔

عدالت :- سوال کی اجازت نہیں دی جاتی۔

وکیل ملزمان :- آپ کہتے ہیں کہ سنہ ۱۹۳۱ء کی تحریک بھی شیخ عبداللہ کی شروع کی ہوئی تھی ایسا یقین کرنے کے لئے آپ کے پاس کیا وجوہات ہیں۔

گواہ :- جو اخبار یہ ملزم نے سنہ ۱۹۳۱ء میں کی تھیں ان کی بناء پر کہتا ہوں کہ سنہ ۱۹۳۱ء والی تحریک بھی شیخ عبداللہ نے شروع کی تھی۔ آگے چل کر گواہ نے کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ شیخ عبداللہ کی عمر سنہ ۱۹۳۱ء میں کیا تھی پورا کیا ہے۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں جو تحریک شروع ہوئی اس کے لیڈر شیخ عبداللہ تھے۔ میرواعظ یوسف شاہ، میرواعظ ہمدانی، آغا سید حسین شاہ جلالی، غلام احمد عشائی اور منشی شہاب الدین کو انہوں نے اپنے ساتھ ملایا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ منذکرہ صدر اشخاص نے ۱۳ جون ۱۹۳۱ء کو پہلے تقریریں کیں۔ اور ان کے بعد

عبدالقدیر نے تقریر کی جس کی بناء پر اُسے گرفتار کیا گیا۔ عبدالقدیر کی گرفتاری کے بعد لوگوں کو بھڑکایا گیا تھا۔

وکیل ملزم:۔ سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔ میں گلانسی رپورٹ اور مڈلٹن رپورٹ پیش کر رہا ہوں۔

گواہ:۔ میں ایسا ہی کر رہا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔

وکیل ملزم:۔ میں عدالت کے سامنے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اس قسم کے [illegible] گواہ شیخ عبداللہ کو دشمنی کی نظر سے دیکھتے رہے ہیں۔

وکیل استغاثہ:۔ میں عدالت کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ کہ [illegible] معزز وکیل کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ گواہ کو بار بار ٹوکتے رہیں۔

سوال وکیل ملزم:۔ گواہ نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ ۲۱ جولائی ۱۹۳۱ء کو شیخ عبداللہ کی گرفتاری ہوئی۔ اور کہ ۱۳ جولائی کو دلال کمیشن کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ مجھے یاد نہیں کہ دلال کمیشن کی رپورٹ میں یہ درج کیا ہوا ہے یا نہیں کہ ریاست میں سیاسی بیداری موجود ہے۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ اس وقت ہز ہائینس نے مولانا ابوالکلام آزاد اور سر تیج بہادر سپرو کو معاملات پر قابو پانے کے واسطے بلایا تھا یا نہیں۔

وکیل ملزم:۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ ریاست کی ملٹری نے لوگوں کو جھنڈے کی سلامی اور مختلف نازیبا حرکات پر مجبور کیا تھا۔ اور مڈلٹن کمیشن قائم کیا گیا تھا کہ ان واقعات کی تصدیق کرے۔

وکیل استغاثہ:۔ یہ سوال غیر متعلقہ ہے۔ اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔

عدالت:۔ سوال غیر متعلقہ ہے اجازت نہیں دی جاتی۔

سوال وکیل صفائی:۔ گواہ نے کہا۔ گلانسی کمیشن اصلاحات کی سفارش کرنے کے واسطے قائم کیا گیا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مسٹر ویکفیلڈ کیوں مستعفی ہوا۔ لیکن یہ درست ہے۔ کہ وہ ۱۹۳۱ء کی شورش کے بعد مستعفی ہو گیا۔ ۱۹۳۸ء میں ایک سرکار

پیش نہیں تھا۔ اُن دنوں میں غالباً صوبہ جموں میں تعینات تھا۔

وکیل ملزمان:۔ کیا یہ امر واقع ہے۔ کہ کشمیریوں کو فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا۔ چاہیے وہ ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا کوئی اور؟

گواہ:۔ جی ہاں۔ لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے۔ کچھ کشمیری سکھ فوج میں لیے گئے ہیں۔

وکیل ملزمان:۔ آپ کو یہ بھی یاد ہوگا۔ کہ کشمیری برطانوی فوج میں بھرتی ہوتے رہے ہیں۔ اور انھوں نے کارہائے نمایاں انجام دئیے۔ مثلاً وزیراعظم کے صاحبزادے بھی بھرتی ہوئے۔

عدالت:۔ یہ سوال کس طرح متعلقہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

وکیل ملزمان:۔ میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ انہی وجوہات کی بناء پر ذمہ دار نظام حکومت۔ کا مطالبہ پیش کیا گیا ہے۔

گواہ:۔ جی ہاں کشمیری دوران جنگ برطانوی فوج میں بھرتی ہوئے۔

وکیل ملزمان:۔ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ جموں کے جاگیرداروں کو کشمیر میں دوگنی جاگیریں دی جاتی ہیں۔

گواہ:۔ مجھے معلوم نہیں کہ جموں کے جاگیرداروں کو اپنی جاگیروں کے عوض کشمیر میں دوگنی جاگیریں ملتی ہیں یا نہیں۔

وکیل ملزمان:۔ یہاں کے جاگیرداروں کی کوئی کمیٹی ہے۔

گواہ:۔ جی ہاں۔ اور وہ غیر سرکاری ہے۔

وکیل ملزمان:۔ جو جاگیردار ہیں وہ زیادہ تر جموں کے ہیں۔

گواہ:۔ مجھے معلوم نہیں کہ کشمیر کے جاگیردار زیادہ تر جموں کے باشندے ہیں۔

وکیل ملزمان:۔ کیا کبھی آپ کو گلمرگ یا پہلگام جانے کا اتفاق ہوا۔

گواہ:۔ جی نہیں

فارسی کی لیاقت:۔ آگے چل کر گواہ نے کہا کہ میں سی۔ آئی۔ ڈی۔ رپورٹروں کی

لانگ ہینڈ ڈائریوں کو (جوکہ میرے پاس آتی تھیں) اخباروں میں چھپی ہوئی رپورٹوں کے ساتھ مقابلہ نہیں کیا کرتا تھا۔ کیونکہ اخباری رپورٹر تو شارٹ ہینڈ نہیں جانتے۔ اور اُن پر انحصار نہیں کیا جاسکتا۔ میں اخبارات کے رپورٹروں کے متعلق جانتا ہوں۔ کہ وہ شارٹ ہینڈ سے واقف نہیں۔ میرے علم میں یہ نہیں کہ کچھ رفود نویس نہایت جلدی سے تقاریر لانگ ہینڈ میں لکھ سکتے ہیں۔

وکیل ملزم:۔ کیا آپ "خدمت" اور "خالد" پڑھتے رہتے ہیں۔ جن میں شیخ صاحب کی تقریریں چھپتی تھیں؟

گواہ:۔ کبھی کبھی موقع ملتا تھا۔

آگے چل کر گواہ نے کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ "خدمت" اور "خالد" میں شیخ عبداللہ کی تقریریں تفصیل کے ساتھ شائع ہوتی تھیں۔ میرے سی۔ آئی۔ ڈی۔ رپورٹروں میں سے چند ایک ایسے ہیں۔ جنھوں نے فارسی نہیں پڑھی۔ اور چند ایسے ہیں جنھوں نے فارسی پڑھی ہے۔ شیونانتھ سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹر فارسی سے ناآشنا ہے۔ علاوہ الدین رپورٹر فارسی جانتا ہے۔ میں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ کہ چونکہ شیونانتھ فارسی نہیں جانتا۔ اس کی رپورٹ کو دوسری رپورٹ کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ کیونکہ بڑے جلسوں میں ایک کی بجائے دو رپورٹر بھیجا کرتا تھا۔ جو الفاظ شیخ عبداللہ اپنی تقریروں میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ عام بول چال میں مروج ہیں۔ جو ہر کشمیری سمجھ سکتا ہے۔

وکیل ملزم:۔ پنجہ استبدادیت سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

گواہ:۔ اس سے مراد ہے پنجہ ظلم

وکیل ملزم:۔ اور انہی الفاظ کی بناء پر آپ لوگوں کو گرفتار کرواتے ہیں۔

گواہ:۔ لوگوں کو گرفتار کرنا میرا کام نہیں میرے ذمہ صرف حکام بالا تک رپورٹ پہنچانے کا کام ہے۔

بسوال وکیل ملزم:۔ گواہ نے کہا کہ مجھے یہ علم نہیں کہ خانقاہ معلے میں جو ملازم رکھی گئی

اس کا انچارج ابتدا میں لفٹنٹ لابھ سنگھ تھا یا نہیں۔ ۱۶ر مئی ۱۹۴۶ء کو غالباً ملزم کی آخری تقریر ہوئی۔ انہوں نے اس دن کہہ دیا تھا۔ کہ یہ آخری تقریر ہے اور کہ جو پروگرام اُس نے پہلے بتادیا ہے اس پر کاربند رہنا چاہیئے۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ اس دن ملزم نے یہ بھی کہا تھا کہ نہیں کہ آج سے تقریریں بند کی جاتی ہیں۔ مگر بعد میں بھی تقریروں کا سلسلہ اُن کے بتائے ہوئے پروگرام کے مطابق جاری رہا۔

۱۶ سے ۲۰ مئی تک کوئی تقریر نہیں ہوئی۔ ۲۰ر مئی کے بعد ہوئیں جو ملزم کے بتائے ہوئے پروگرام کے تحت تھیں ؂

ڈیفنس کونسل اور گواہ میں جھڑپیں

مسٹر آصف علی :- اب بہتر ہوگا کہ آپ ملزم کے بتائے ہوئے پروگرام کے الفاظ دس ہزار بار دہرائیں۔ آپ ایک دفعہ کہہ چکے ہیں کہ سب کچھ ملزم کے بتائے ہوئے پروگرام کے تحت ہوا۔ بار بار دہرانے سے کیا فائدہ؟

گواہ :- اگر میں صبر سے کام لے رہا ہوں۔ تو آپ بھی ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟

وکیل ملزم :- اسلیئے کہ آپ کی پشت پر حکومت کی طاقت ہے۔ میرے مؤکل کو صرف خدا کی مہربانی اور میری امداد حاصل ہے۔ میرے بے صبر ہونے کے لیئے یہ معقول وجہ ہے۔

بیان کو جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا۔ کہ ملزم کے گرفتار ہونے کی خبر ۲۰ مئی کی شام کو آئی۔ ۲۰ مئی کی رات کو کوئی شورش نہیں ہوئی۔ ۲۱ مئی کی صبح کے سات بجے تک بھی کوئی شورش نہیں ہوئی۔ کیونکہ لوگوں کو اس اثنا میں اس بات کے لیئے تیار کیا جا رہا تھا۔ میرے پاس کوئی مجلد رجسٹر یا ڈائری نہیں۔ جس میں یہ درج ہو کہ ۲۰ مئی کی رات کو شورش بپا کرنے کے واسطے لوگ کیا انتظام کرتے رہے۔ البتہ ہمارے پاس اس کا ریکارڈ موجود ہے۔ کہ لوگ ۲۰ مئی کی رات کو گڑبڑ کے واسطے تیاریاں کرتے رہے۔ میں خود بھی اس دن کو شہر میں گشت کرتا رہا۔ ہمیں قبل ازیں اس پروگرام پر شک تھا کہ لوگ شورش بپا کرنے کیواسطے کوشاں ہیں۔ اور ایسا کرتے رہیں گے۔

مسٹر آصف علی :۔ اس پروگرام کو دُھرانے کی کیا ضرورت ہے؟

گواہ :۔ یہ سب کچھ میرا فرض ہے ۔ آپ بھی اپنا فرض ادا کرتے جائیں

وکیل ملزم :۔ فرق یہ ہے کہ میں نیک کام کر رہا ہوں ۔ اور آپ ایسا نہیں کرتے ۔

گواہ :۔ میں بھی بڑا نیک کام کر رہا ہوں۔

عدالت :۔ ان باتوں کو چھوڑیئے ۔ آگے چل کر گواہ نے کہا کہ مجھے یہ علم نہیں کہ مسلمان مسجد میں بگل بجانا ممنوع سمجھتے ہیں ۔ خانقاہ معلی کے اندا ندر ہوتے ہمدانیہ سکول کے طلبا کو بگل بجاتے اور ڈھول بجاتے دیکھا ہے اور بجانے والے بھی مسلمان لڑکے ہوتے ۔

وکیل ملزم :۔ بحیثیت سی ۔ آئی ۔ ڈی انسپکٹر آپ کے علم میں نیشنل کانفرنس کیطرف سے طبع شدہ کتاب "نیا کشمیر" آئی ہے ۔

گواہ :۔ جی ہاں !

وکیل ملزم :۔ وہ میمورنڈم بھی آپ کے نوٹس میں آیا ہے ۔ جو نیشنل کیطرف سے کیبنٹ مشن کو بھیجا گیا ۔ اور "کشمیر چھوڑ دو" کے نام سے پمفلٹ کی صورت میں شایع ہوا ۔

گواہ :۔ جی ہاں !

وکیل ملزم :۔ مرزا محمد افضل بیگ ۔ اور وزیر اعظم کے درمیان جو خط و کتابت شایع ہوئی ۔ وہ بھی آپ کے نوٹس میں آئی جسے FARCE OF DYARACH نامی پمفلٹ کی صورت میں شایع کیا گیا ہے ۔ گواہ :۔ جی ہاں !

(اس مرحلہ پر گواہ کو ملزم کی ۱۶ مئی والی تقریر کے متعلق لانگ ہینڈ رپورٹ دکھائی گئی) گواہ نے کہا ۔ کہ یہ شیو ناتھ رپورٹر کے قلم سے ہے ۔

وکیل ملزم :۔ اس رپورٹ میں رپورٹر نے علامہ اقبال رح کے وہ فارسی شعر غلط لکھے

ہیں۔ جو ملزم نے اپنی تقریر میں استعمال کیے۔ اُن کو صحیح کرنے کے متعلق آپ نے کیا کارروائی کی؟

گواہ:۔ میں نے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ کہ شونا تھ رپورٹر ان اشعار کو صحیح طور پر لکھ سکا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ اشعار عام طور پر شیخ صاحب اور اُن کے دوسرے رفقاء تقریروں میں دُھراتے رہتے ہیں۔ اور اُن کا ریکارڈ ہمارے پاس پہلے بھی موجود ہے۔ اور اسی وجہ سے شونا تھ نے اُن کو ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ "پنجۂ استبدادیت" اور "استبداد" کے الفاظ ملزم اپنی تقریروں میں عام طور سے استعمال کرنے کا عادی تھا۔

اس مرحلہ پر مسٹر آصف علی نے رپورٹر کی ڈائری میں سے گواہ کو علامہ اقبال رح کا وہ قطعہ پڑھنے کو کہا۔ کہ اے بادِ صبا اگر بہ جنیوا گزر کنی۔ گواہ تین مصرعوں میں سے درمیانی مصرعہ نہیں پڑھ سکا۔

وکیل استغاثہ کے سوالات

اس کے بعد وکیل استغاثہ پنڈت مدھوسودن کاک نے گواہ پر مکرر سوالات کیے۔ گواہ نے کہا۔ کہ موجودہ جنگ سے پہلے برطانوی ہندوستان کی فوج میں بھرتی کے سلسلے میں تمیز تھی۔ اور صرف چند مخصوص قوموں کے لوگوں کو فوج میں بھرتی کیا جاتا تھا مجھے یہ علم ہے۔ کہ مسجدوں میں اذان کے علاوہ گھڑیال بجایا جاتا ہے۔ ۱۹۳۱ء میں جو عبدالقدیر گرفتار ہوا۔ وہ غیر ریاستی تھا۔ اور یہاں ایک انگریز کے ساتھ بیرے کے طور پر آیا تھا۔

وکیل استغاثہ:۔ وکیل ملزم کی جرح کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ ۲۰ مئی سے قبل بھی آپ کے پاس اطلاعات موجود تھیں۔ کہ نیشنل کانفرنس کی طرف سے ایک پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔ جس پر کہ عنقریب ہی عمل ہوگا۔ اور اس بارے میں آپ نے حکامِ بالا کو رپورٹ بھیجی۔ کیا یہ رپورٹ جو میں آپ کو دکھا رہا ہوں، مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کی ہی ہے؟

وکیل ملزم :- سوال میں تین چیزوں کو تسلیم کیا گیا ہے اور حقیقت وہ گواہ کے بیان میں ہے۔

عدالت :- وکیل استغاثہ اپنے سوال میں گواہ کے جواب کی عبارت لکھوائے۔

وکیل استغاثہ :- عدالت کے حکم سے میں گواہ کے وہی الفاظ دہراتا ہوں۔ جو اس نے بیان میں کہے ہیں۔ "البتہ اس بات کا ریکارڈ موجود ہے کہ لوگ ۱۷ مئی کی رات کو شورش کے واسطے انتظام کرتے رہے۔ اور میں خود شہر میں گیا تھا۔ ہم کو پہلے ہی علم تھا۔ کہ لوگ شورش کے واسطے کوشاں ہیں۔ اور وہ ایسا کریں گے" جس ریکارڈ اور علم کے بارے میں آپ نے کہا تھا کہ لوگ شورش کے واسطے کوشاں ہیں اور وہ شورش پیدا کریں گے۔ کیا یہ ریکارڈ وہی ہے جو میں آپ کو دکھلاتا ہوں؟

وکیل ملزم :- چونکہ جو دستاویز گواہ کو دکھائی جاتی ہے۔ وہ ۱۸ مئی کی نسبت معلوم ہوتی ہے۔ اور مقدمہ کا تعلق ۲۰ مئی کے بعد کی تقریبات سے ہے۔ اس لئے ۱۸ مئی کے واقعات اور تیاریاں (اگر کوئی ہوں) تو ان سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ لہٰذا سوال غیر متعلقہ ہے۔

عدالت :- چونکہ گواہ نے کہا ہے کہ پروگرام پہلے ہی مرتب کیا گیا تھا اس لئے وکیل سرکار کا یہ سوال متعلقہ ہے۔ اور دستاویز (۱۸ مئی کی ڈائری) بطور شہادت وکیل ملزم شامل ریکارڈ کی جاسکتی ہے۔

گواہ :- یہ دستاویز جو شامل ریکارڈ کی گئی ہے۔ وہی ریکارڈ ہے جس میں نیشنل کانفرنس کے پروگرام کا مرتب کیا جانا درج ہے۔

عدالت پونے دو بجے لنچ کے لئے برخاست ہوئی۔

لنچ کے بعد کارروائی تین بج کر دس منٹ پر شروع ہوئی۔ وکیل ملزم مسٹر آصف علی نے پنڈت ہیرالال وردیا سابق اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔آئی۔ڈی پر جرح جاری رکھتے ہوئے پوچھا۔

وکیل ملزم :- لہڑی کو آپ نے جب ڈائری دی اُن دنوں شیخ محمد عبداللہ یہاں موجود نہ تھے
گواہ :- جی ہاں: لہڑی کو جب میں نے یہ ڈائری (جو شامل ریکارڈ ہو چکی ہے)
دی ملزم شیخ محمد عبداللہ سری نگر میں موجود نہ تھا۔

وکیل ملزم :- اس ڈائری میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ لہڑی سے قبل کا ہے۔

گواہ :- اس میں جو واقعات درج ہیں وہ لہڑی کے متعلق ہیں جن کی اطلاع مجھے
لہڑی کو ملی۔

وکیل ملزم :- اس ڈائری کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کا خیال تھا۔ بخشی پرائم منسٹر
اور احمد یار خان کے خلاف تھے۔ اور وہ یہ بات شاہی محل تک پہنچانا
چاہتے تھے۔ ڈائری پڑھ کر بتائیے۔

گواہ :- یہ ڈائری کو دیکھ کر کہتا ہوں کہ نیشنل کانفرنسیوں کو یہ ناراضی تھی کہ میاں
احمد یار خان کو جو کہ اسمبلی میں نیشنل کانفرنس گروپ کا لیڈر تھا کیوں مرزا
افضل بیگ کی بجائے منسٹر مقرر کیا گیا ہے۔ کیونکہ نیشنل کانفرنس کا دعویٰ تھا کہ کوئی
ممبر نیشنل کانفرنس اب منسٹر مقرر ہونا منظور نہیں کرے گا۔ اور اس وجہ سے عوام آنریبل
پرائم منسٹر کو غدار کہتے تھے۔ کیونکہ نیشنل کانفرنس والے آنریبل پرائم منسٹر کو اپنی مرضی
کے مطابق نہ چلا سکے۔ جیسے کہ وہ اوروں کو چلانے کی کوشش کرتے تھے۔

وکیل ملزم :- پولیس اور ملزم کا انتظام کیسے کیا گیا۔

گواہ :- میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسا کیسے کیا گیا۔

وکیل ملزم :- یہ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ جب مہاراجہ بہادر وسط مشرق کے دورے
سے آئے شیخ محمد عبداللہ کا رویہ ان کی [illegible] عقیدتمندانہ تھا۔ آپ
کو معلوم ہوگا کہ ان کی واپسی پر شیخ محمد عبداللہ نے ان کا استقبال کیا تھا۔

گواہ :- جب مہاراجہ بہادر وسط مشرق سے سرکاری دورے سے واپس تشریف لائے تو ان کے
استقبال میں نیشنل کانفرنس اور شیخ محمد عبداللہ نے حصہ لیا۔

وکیل ملزم :- جب سرکار والا تبار وسط شرق سے واپس تشریف لائے تو اُن دنوں وزیر اعظم کون تھے ؟ کیا اُس وقت سر بی ۔ این ۔ راؤ اس عہدے پر تھے ؟

گواہ :- مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ اُن دنوں وزیر اعظم کون تھے ۔ غالباً سر بی ۔ این ۔ راؤ ہی تھے ۔

وکیل ملزم :- سرکار والا کا استقبال بہت بڑے پیمانہ پر ہوا ۔

گواہ :- جی ہاں !

وکیل ملزم :- یہ استقبال اس قدر شاندار تھا ۔ کہ موجودہ سرکار والا کو نہ پہلے اس کا تجربہ ہوا تھا ۔ اور نہ اس کے بعد ہوا ۔

گواہ :- میں نہیں کہہ سکتا !

سب۔ انسپکٹر ٹولا پر جرح

اس کے بعد وکیل ملزم مسٹر آصف علی نے لالہ عیسی رام سب انسپکٹر پولیس تھانہ شیر گڑھی پر جرح کی ۔ آپ نے کہا کہ ۹ / جیٹھ کے بعد میرے پاس عوام میں سے کسی کے زخمی ہونے کی رپورٹ نہیں آئی ۔ میں نے اپنے علاقہ میں دو یا تین بار تلاشیاں کیں ۔ میرے علاقہ میں ملٹری تعینات تھی ۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتا ۔ کہ اس کی تعداد کیا تھی ۔ کیونکہ وہ مختلف جگہوں پر لگی تھی ۔ میں نے اپنے علاقہ کا دورہ بھی کیا ۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا ۔ کہ بدوران دورہ کس قدر ملٹری کو اپنے علاقہ میں دیکھا ۔ ہر ایک پوائنٹ پر ایک ، ایک یا دو دو آدمی ملٹری کے ہوتے تھے ۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتا ۔ کہ اس پوائنٹ پر کل کتنی ملٹری ہوتی تھی ۔ میں زبانی نہیں کہہ سکتا کہ میرے علاقہ میں پولیس کی کتنی نفری تعینات تھی ۔ تھانہ شیر گڑھی کے علاقہ میں امیرا کدل ۔ فتح کدل ۔ حبہ کدل ۔ کرن نگر ۔ بٹہ مالو ۔ راج باغ ۔ وزیر باغ اور رام باغ شامل ہیں ۔ مجھے علم نہیں ۔ کہ میرے علاقہ میں عوام میں سے کوئی زخمی ہوا یا نہیں کیونکہ میرے

پاس کوئی رپورٹ نہیں پہنچی۔ میرے علاقہ میں عوام میں سے کوئی آدمی نہیں مرا۔

وکیل استغاثہ نے گواہ پر مکرر سوالات نہیں کیے۔

اس کے بعد ٹھاکور راج سنگھ سب انسپکٹر پولیس تھانہ صدر پیش ہوئے وکیل ملزم نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ پنڈت رہاد یوکول محرر تھانہ تھانیار پر جرح نہیں کی گئی۔ پنڈت دینا ناتھ محرر تھانہ مہاراج گنج پر وکیل ملزم مسٹر آصف علی نے جرح کی۔

آپ نے کہا کہ مجھے مع الاؤنس کے ساتھ ۵۵ روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ عوام میں سے چار آدمیوں کے مارے جانے کی اطلاع بذریعہ افسران تھانہ مہاراج گنج میں موصول ہوئی۔ حلقہ نمبر ۵ میں ایک آدمی کے ۸ جیٹھ کو مارے جانے کی اطلاع درج ہے۔ ایسا کوئی اندراج نہیں کہ کچھ لوگ تاریں کاٹتے یا سڑکیں خراب کرتے ہوئے مارے گئے۔ خانقاہ معلیٰ میں جو آدمی مارے گئے وہ حلقہ نمبر ۹ میں خواجہ محمد مقبول کی رپورٹ سے درج کیے گئے تھے۔ غالباً دو یا تین آدمیوں کے مارے جانے کی رپورٹ خواجہ صاحب نے دی تھی جو کہ خانقاہ معلیٰ میں مارے گئے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ خانقاہ معلیٰ میں کتنے آدمی زخمی ہوئے۔ اور نہ کوئی ایسی رپورٹ موصول ہوئی۔ ۱۲ مئی کو عوام میں سے کسی کے زخمی ہونے کی رپورٹ تھانہ میں موصول نہ ہوئی۔ ۹ جیٹھ سے ۱۱ جیٹھ سمت ۲۰۰۳ تک تھانہ مہاراج گنج کے علاقہ میں پانچ آدمیوں کے مارے جانے کا علم ہوا۔ اور یہ تعداد ڈاکٹری کیفیت کے ساتھ موصول ہوئی۔

وکیل استغاثہ نے گواہ پر مکرر سوالات نہیں کیے۔

لفٹنٹ لابھ سنگھ پر جرح

وکیل ملزم مسٹر آصف علی نے اس کے بعد گواہ استغاثہ لفٹنٹ لابھ سنگھ پر جرح کی۔ آپ نے کہا کہ میں کشمیری زبان نہیں جانتا۔ جو نفری ملٹری کی میرے ساتھ لگی تھی وہ ان میں

سے کوئی کشمیری زبان سے واقف نہ تھا۔ میں ۱۴/ ربیع کو صبح سات بجے سے پہلے تھانہ
مہاراج گنج میں پہنچا۔ ٹھیک وقت یاد نہیں۔ جب میں تھانہ میں پہنچا تو وہاں
ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پہلے ہی موجود تھے۔ خواجہ محمد مقبول اس وقت
وہاں نہ تھے۔ میں براستہ زینہ کدل اپنی نفری کو لے کر سوا سات بجے خانقاہ معلّیٰ
میں پہنچا۔ زینہ کدل سے جو گزرگاہ خانقاہ معلّیٰ کی طرف ہے۔ اس میں سے تین سے
زیادہ آدمی شانہ بشانہ گزر سکتے ہیں۔ میں نے اندازہ نہیں لگایا۔ کہ یہاں وقت
کتنے آدمی شانہ بشانہ اس گزرگاہ سے گزر سکتے ہیں۔ میں نے اس وقت یہ شمار نہیں
کیا کہ خانقاہ معلّیٰ میں آنے جانے کے واسطے کتنے راستے ہیں۔ مجھے اس وقت پتہ
نہیں لگا۔ کہ لفٹننٹ کرنیل نرائن سنگھ کس راستہ سے احاطے میں آگئے۔ کیونکہ
اس وقت مجھ پر پتھر برس رہے تھے۔ جب خواجہ محمد مقبول مجمع کے پاس جا کر
انہیں منتشر ہونے کا حکم سنانے لگے۔ ان کے ساتھ ملٹری کا کوئی آدمی نہیں
گیا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ انہیں ایسا کرتے ہوئے کوئی پتھر لگا تھا۔ یا نہیں
نہ یہ معلوم ہے کہ وہ زخمی ہوئے تھے یا نہیں۔ خواجہ محمد مقبول لوگوں کو
دو تین مرتبہ سمجھانے گئے۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ زخم کھائے بغیر واپس
آگئے۔ میں نے خواجہ محمد مقبول کو خانقاہ معلّیٰ کی عمارت کے اندر جاتے نہیں
دیکھا۔ جب میں نے بگل بجوایا۔ تو لوگ اور زیادہ پتھر مارنے لگے اور شور
کرتے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس زبان میں شور کرتے تھے۔ اور کیا کہتے
تھے۔ دریا کے ساتھ ساتھ جو راستہ آتا ہے۔ میں اپنی نفری کے ساتھ وہاں
کھڑا تھا۔ جب کہ بگل بجوایا گیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے آگے پیچھے کتنے
آدمی کھڑے تھے۔ بگل بجانے تک ہم احاطہ خانقاہ سے باہر [illegible]
تھے۔ ہم گزرگاہ میں کھڑے تھے۔ سب سے پہلے مجھے پتھر لگا۔ [illegible]
[illegible] وہ میرے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ خواجہ محمد مقبول میرے [illegible]
[illegible]

وکیل صلنام :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام وقت خواجہ محمد مقبول آپ کے سامنے تھے
گواہ :۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔
وکیل صلنام :۔ آپ کونسی زبان سمجھتے ہیں۔ تاکہ میں اُس میں آپ کو مطلب سمجھاؤں
گواہ :۔ جو آپ بولتے ہیں۔ اس وقت ۱½ بج گئے اور عدالت کل پر
برخاست ہوئی ؛

خانقاہ معلےٰ میں گولی چلانیوالے افسروں پر جرح

ہمیں نہیں سکھایا جاتا ہے کہ ٹانگوں پر فائر نہ کیا جائے۔

سی۔ آئی۔ ڈی۔ رپورٹر پر شارٹ ہینڈ کی رفتار کے متعلق دلچسپ سوالات

سری نگر ۸ ر اگست — **اٹھارویں پیشی** — مقام بادام باغ چھاونی

آج ساڑھے بارہ بجے لالہ برکت رائے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں کاروائی شروع ہوئی۔ طرفین کے وکلاء اور ملزم حاضر تھے۔ لنچ کے بعد مسٹر آصف علی موجود نہ تھے۔ اس لئے وکیل صفائی کا فرض پنڈت جیالعل کلم سر انجام دیتے رہے۔

گولی چلانے والے ملٹری افسروں پر جرح

عدالت کی کاروائی شروع ہونے پر ان ملٹری افسروں پر مسٹر آصف علی نے جرح کی۔ جنہوں نے خانقاہ معلےٰ میں مجمعوں پر گولی چلائی تھی۔

سوال وکیل صفائی مسٹر آصف علی۔ لفٹنٹ لائید سنگھ گواہ نے کہا۔ لفظ شیڈ سے میری مراد وہی پورچ (PORCH) ہے۔ جو خانقاہ معلیٰ کے مغرب کی طرف ہے۔ زینہ کدل سے آتے ہوئے جو گزرگاہ خانقاہ معلیٰ کو جاتی ہے اُس سے

پورچ تک بیس[20] یا پچیس[25] گز کا فاصلہ ہوگا۔ جس وقت میں نے اپنے جوانوں کو لاٹھی
چارج کرنے کا آرڈر دیا۔ اس وقت میرے اور مجمع کے درمیان دس یا پندرہ گز کا
فاصلہ ہوگا۔ یہ کمرہ جس میں اجلاس ہو رہا ہے دس[10] گز سے زیادہ لمبا ہے۔ میں نہیں
کہہ سکتا ہوں۔ پندرہ گز لمبا ہے یا نہیں۔ جس وقت نرائن سنگھ آئے اس
وقت مجھ سے مجمع دس بارہ گز دور ہوگا۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ دریا سے کتنا دور
تھا۔ کیونکہ میرے پیچھے دیوار تھی۔ اور دیوار کے پیچھے دریا تھا۔ مجھے پتہ نہیں
کہ دیوار مذکور کتنی اونچی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ دریا اس دیوار کے ساتھ
بالکل ملا ہوا بہتا ہے۔

بسوال دیگر وکیل صفائی گواہ نے کہا۔ میرے جوانوں میں سے نو[9] کے پاس اسلحہ
تھا۔ یعنی سات آدمیوں کے پاس رائفلز تھیں۔ ایک کے پاس سٹین گن اور
میرے پاس ریوالور تھا۔ ان سات آدمیوں کے پاس جن کے پاس رائفلز تھیں
فی کس بیس[20] بیس راؤنڈز (Rounds) تھے۔ ایک رائفل میں ایک وقت
میں دس گولیاں بھری جا سکتی ہیں۔ بسوال دیگر سٹین گن والے
کے پاس بھی بیس[20] راؤنڈ تھے۔ میرے پاس ریوالور کے بارہ[12] راؤنڈ تھے
وہ بھرا ہوا نہ تھا۔ جب میں نے اور میرے آدمیوں نے ایمونیشن واپس دیا
تو چار راؤنڈز کم تھے۔ جو چار راؤنڈز میں نے کم دیئے ہیں۔ ان میں سے
میرے آدمیوں کے صرف دو راؤنڈز کم تھے۔ باقی دو راؤنڈز لفٹیننٹ کرنل نرائن سنگھ
کے آدمیوں کے کم تھے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کرنل نرائن سنگھ کے آدمیوں
کے پاس کل کتنے راؤنڈز تھے۔

سوال:- آپ بتلا دیجئے کہ کل کتنے راؤنڈز ہوئے۔

جواب:- میرے آدمیوں اور کرنل نرائن سنگھ کے آدمیوں نے کل چار راؤنڈ
چلائے۔ مجھے پتہ نہیں کہ لفٹیننٹ کرنل نرائن سنگھ کے آدمیوں نے جو گولی
چلائی۔ وہ کسی کو لگی یا نہیں۔ کرنل نرائن سنگھ کے آدمیوں نے گولی

ریوالور نہ چلائی تھی۔ ۱۲ مئی کی شام تک صرف ایک آدمی مارا گیا۔ اور ۲ دو زخمی ہوئے بعد ازاں معلوم ہوا۔ کہ اُن ۲ دو زخمیوں میں سے ایک مر گیا ہے۔ میں نے خالی فائر ڈراتے کے لیے کوئی حکم نہیں دیا۔ ہمیں سکھایا جاتا ہے۔ FIRE MUST BE EFFECTIVE) چاہے ہم سول افسروں کی امداد کے لئے فائر کریں۔ مجمع کو منتشر کرنے کے لیے میں نے اپنے آدمیوں کو حکم نہ دیا تھا کہ ٹانگوں پر فائر نہ کیا جائے۔

ہم پچھلے ماہ سے یہ ٹریننگ لیتے رہے ہیں۔ یہ ٹریننگ زبانی انسٹرکشن (INSTRUCTION) ہوتی ہیں۔ میں برما فرنٹ (BURMA FRONT) پر اپنی یونٹ لے گیا تھا۔ میں ماہ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں واپس آیا تھا۔

وکیل سرکار کی طرف سے مکرر سوال کوئی نہیں ہوا۔

لفٹننٹ کرنل نرائن سنگھ

بسوال وکیل صفائی لفٹنٹ کرنل نرائن سنگھ نے کہا میں MAIN ENTERANCE سے داخل ہوا۔ میرے ساتھ چار (۴) اور آدمی تھے۔ میں اور لفٹننٹ لابھ سنگھ ایک ہی یونٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرے ساتھ جو چار آدمی تھے ان میں سے کوئی کشمیری زبان نہ سمجھتا تھا۔

سوال:۔ انٹرنس سے مجمع کتنی دُور تھا؟

جواب:۔ انٹرنس کے اندر دونوں طرف دائیں اور بائیں لوگ جمع تھے۔ میں مجمع کو ایک طرف رکھتے ہوئے ڈبل مارچ کرتا ہوا لفٹننٹ لابھ سنگھ کے آدمیوں کے ساتھ جا کر شامل ہوا۔ اس وقت لفٹننٹ لابھ سنگھ کے آدمی ۲ دو یا ۳ تین حصوں میں کھڑے تھے۔ میں قبرستان کے راستہ سے گزر کر لفٹننٹ لابھ سنگھ کے آدمیوں کے پاس پہنچا تھا۔ قبرستان میں کوئی سڑک نہیں ہے مگر پگڈنڈی ہے۔ جس پر سے آدمی گزرتے ہیں۔ جب میں لفٹننٹ لابھ سنگھ کے آدمیوں کے پاس پہنچا۔ تو اُن آدمیوں یعنی لابھ سنگھ کے آدمیوں کی ایک پارٹی ... کے داہنے طرف تھی۔ اور دوسری بائیں طرف تھی۔ جس وقت

میں نے فائرنگ کا حکم دیا۔ ہجوم ہم سے ۲۵ یا ۳۰ گز دور تھا۔ لیکن ہجوم کے لیڈر دس یا پندرہ گز دور تھے۔ (عدالت کے کمرہ کو دکھا کر مسٹر آصف علی نے پوچھا) کہ اس کی لمبائی کیا ہے۔ کمرہ اجلاس کی لمبائی چالیس گز ہوگی۔ میرے قدم کی لمبائی تیس انچ ہوتی ہے۔ میں نے جو چالیس گز لمبائی بتائی ہے۔ وہ ریڈنگ روم اور کمرہ اجلاس دونوں کی لمبائی بتائی ہے۔

بسوالِ وکیل صفائی کہا میرے اندازہ میں صرف کمرہ اجلاس کی لمبائی ۲۵ گز ہوگی۔
میں نے وکیل صفائی کے کہنے پر لمبائی کمرہ اجلاس پیمائش کی۔ اور بیس قدم بنتے ہیں۔ میرے جوان تھانہ سے شمال کی طرف تقریباً چالیس یا پچاس گز دریا کی طرف پیچھے ہٹے۔ لفٹنٹ لابھ سنگھ، جمعدار محمد نواز اور مجھے ملا کر کل ۳۴ جوان تھے۔ ان میں سے $\frac{1}{3}$ حصہ کے پاس رائفلز تھیں۔ اور باقی $\frac{2}{3}$ حصہ کے پاس لاٹھیاں تھیں۔ فی رائفل میں ہنوز راؤنڈ دئیے گئے تھے۔ ان راؤنڈس میں سے دو راؤنڈس لفٹنٹ لابھ سنگھ کے حکم سے اور دو میرے حکم سے فائر ہوئے

بسوال وکیل صفائی:۔ آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ جو آدمی آپ کے ساتھ اور لفٹنٹ لابھ سنگھ کے ساتھ تھے۔ وہ آپ کی یونٹ کے تھے
مہربانی کر کے ایمونیشن کے ایشو کا رجسٹر اپنے یونٹ کا منگوائیے۔ جس میں ایمونیشن کا اجراء اور اس کی واپسی درج ہو۔

جواب:۔ فائر کے خاتمہ پر میں نے ایمونیشن خود چیک کیا۔ اور اسی وقت اپنے بالا آفیسران کو رپورٹ کر دی اور ڈائری میں اندراج کیا گیا۔ خالی کیس جمع کیے گئے۔ اور باقی ایمونیشن جوانوں کے پاس ہی رہا۔ کیونکہ وہ لگاتار ڈیوٹی پر رہے۔ بسوال دیگر EXPENCE VOUCHER تیار موجود ہے۔ اور وہ پیش کیا جا سکتا ہے جب پلٹن چھاؤنی میں موجود ہو۔ تو رجسٹر کا حساب رکھا جاتا ہے۔ جبکہ ایک یا دو آدمی کو ایمونیشن (AMUNITION) ایشو ہو۔ مگر جب تمام پلٹن یا کمپنی کسی خاص ڈیوٹی پر جاوے۔ تو رجسٹر میں ایمونیشن کا حساب نہیں

رکھا جاتا ہے۔ البتہ ہر ایک سپاہی کو بیس راؤنڈ اسٹینڈنگ آرڈر کے مطابق دیئے جاتے ہیں۔

سوال وکیل سرکار:۔ گواہ نے کہا۔ جب فائرنگ کی ضرورت نہ رہے۔ تو آفیسر متعلقہ کو اپنے جوانوں کا ایمونیشن چیک (CHEK) کرنے کا حکم ہے جو ڈائری میں درج کیا جانا لازم ہے۔ اور آفیسرانِ بالا کو رپورٹ دینی چاہیئے۔ وہ ڈائری میں پیش کر چکا ہوں۔ لفٹیننٹ کرتل نے بیان کیا۔ کہ EXPENCE VOUCHER ہمارے دفتر میں موجود ہے۔ حسب ہدایت پیش کیا جاتا ہے۔ پہلا اجلاس مٹھیک سی۔ آئی۔ رپورٹر۔

پیش کیا اعلاؤ الدین سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹر پر صفائی کی طرف سے پنڈت جیالال کلم نے جرح کی کیونکہ مسٹر آصف علی سینیئر وکیل صفائی موجود نہ تھے۔

سوال کے جواب میں مسٹر علاؤ الدین سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹر نے کہا۔ میں ایف۔ اے کے امتحان میں شامل ہوا لیکن فیل ہو گیا۔ میں ۱۹۴۱ء میں امتحان ایف۔ اے میں شامل ہوا۔ میں نے ایف۔ اے میں فارسی اکنامکس۔ ہسٹری لی انگریزی لازمی مضمون تھا۔

سوال وکیل صفائی:۔ کہا۔ میں فارسی میں فیل ہوا۔ باقی مضامین میں پاس تھا۔ میں نے میٹرک ۱۹۳۹ء میں پاس کیا۔ مجھے یاد نہیں کہ جب میں ایف۔ اے کے امتحان میں شامل ہوا۔ میری کیا عمر تھی۔ مجھے یاد نہیں کہ میٹرک میں امتحان دیتے وقت میری کیا عمر تھی۔ میری پیدائش یکم جنوری ۱۹۲۱ء کی ہے میری عمر ۱۹۳۱ء کو دس سال کی تھی۔ میں ۱۹۳۱ء میں چوتھی یا پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ میں آٹھویں جماعت میں فیل ہو گیا تھا۔ اور نویں جماعت میں بھی فیل ہوا تھا مجھے ۱۹۳۱ء کے کسی واقعہ کا ذاتی علم نہیں۔ چونکہ میں ہسٹری کا اسٹوڈنٹ تھا۔ اس لیئے مجھے ۱۹۳۱ء کے واقعات کا علم ہے۔ مجھے یاد نہیں رہا۔ کہ ۱۹۳۱ء کے واقعات کی بابت میں نے کونسی ہسٹری پڑھی۔ مجھے یاد نہیں کہ کتنی ہسٹریاں اور کس کس کی لکھی

لکھی ہوئی۔ ۱۹۲۱ء کے واقعات کے بارے میں پڑھیں۔ میں نے شارٹ ہینڈ میں
باقاعدہ ٹریننگ لی ہوئی ہے۔ میں نے SOLAN CORESPONDENCE
COLLEGE سولن کارسپانڈس کالج لاہور میں شارٹ ہینڈ کی ٹریننگ لی
ہوئی ہے۔ یہ کالج گورنمنٹ آف انڈیا کا ریکگنائیزڈ ہے۔ میں نے SOLAN
SYSTEM کے مطابق ٹریننگ حاصل کی ہوئی ہے۔

سوال :۔ کیا یہاں کشمیر میں سلون سسٹم اور کوئی نہیں جانتا ہے۔

جواب :۔ کشمیر میں سوائے میرے اور کوئی شخص سلون سسٹم اردو میں
نہیں جانتا۔ یہ علم نہیں کہ انگریزی میں کوئی کشمیر میں سلون سسٹم
جانتا ہے یا نہیں مجھے معلوم نہیں کہ ہمیں PITMAN سسٹم جاننے والوں کو ترجیح
دی جاتی ہے یا نہیں۔ مجھے ٹریننگ کے لئے گورنمنٹ کشمیر نے بھیجدیا تھا۔
میں اپنے گھر میں زیادہ تر کشمیری بولتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے والد کی مادری
زبان کشمیری تھی یا پنجابی تھی۔ کیونکہ میری چھوٹی عمر میں میرا والد فوت ہو گیا تھا
میں اپنے والد کی وفات کے وقت چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ
اس وقت میری عمر کیا تھی۔ مجھے درست یاد نہیں ہے۔ کہ میرے والد کس مہینہ میں
فوت ہوئے۔ میرے ننہال کشمیری زبان بولتے ہیں میں کشمیری زبان اچھی
طرح سے جانتا ہوں۔ میں نے تین سالہ ملازمت کے دوران میں تقریباً ایک سَو
تقریروں کے نوٹس (NOTES) لئے۔ یہ تمام ایک سَو تقریریں کشمیری زبان میں
تھیں۔ میں تقریروں کے نوٹس شارٹ ہینڈ میں اردو میں لیتا ہوں۔ میں اس وقت
الفاظ کا ترجمہ کرتا ہوں۔ جملوں کا نہیں۔

سوال دیگر :۔ گواہ نے کہا۔ جملوں کی ترکیب کشمیری زبان و اردو زبان میں۔
تقریروں میں مختلف نہیں۔ لیکن عام طور پہ ترکیب مختلف ہے

سوال وکیل صفائی پنڈت کلم :۔ کیا اس فقرہ کا اردو ترجمہ "میں گھر جاؤں گا"

کیا یہی اس کا ترجمہ ہے۔

جواب :- ہاں اس کا یہی ترجمہ ہے۔

سوال وکیل صفائی :- کیا کشمیری زبان میں [illegible] (فاعل) کے بعد فعل آتا ہے۔

جواب :- جملہ "بہ گژھ گیہ" میں وہی ترکیب ہے جو کہ سوال میں بیان کی گئی ہے۔ فعل کے بعد مفعول آتا ہے۔

بسوال وکیل کہا۔ میں کشمیری زبان کی گرامر میں اس قدر ماہر نہیں ہوں۔ کہ میں جملوں کی ترکیبیں بیان کر سکوں اور نہ میں کوئی ایسا جملہ کشمیری زبان میں بنا سکتا ہوں جس میں فعل سے قبل مفعول آتا ہو۔ شیخ محمد عبداللہ کی تقریر کی رفتار ساٹھ اور اسی الفاظ کے درمیان فی منٹ ہوتی ہے۔ میرا ڈبلیو عاد دو سو الفاظ فی منٹ کا تھا۔ میری رفتار فی الواقعی دو سو الفاظ فی منٹ کی تھی۔ اس وقت میں ڈیڑھ ماہ سے آوٹ آف پریکٹس ہوں۔ اور اس وقت میری رفتار تقریباً چالیس الفاظ فی منٹ کی ہوگی۔ چونکہ میں بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ اور لیکچروں کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا۔ اس لئے میں آوٹ آف پریکٹس ہوں۔ مزید برآں میں کسی دوسری ڈیوٹی پر لگایا گیا۔ وہ ڈیوٹی خفیہ ڈیوٹی تھی۔ میں نے ملزم کی تقریر کے نوٹس (NOTES) ۶ مئی ۱۹۴۶ء کے بعد ۹ مئی ۱۹۴۶ء کو لئے۔ مجھے یاد نہیں کہ ۹ مئی سے پہلے کس تاریخ کو ملزم کی تقریر کے نوٹس (NOTES) لئے۔ میں نہیں بتا سکتا کہ ۹ مئی سے پیشتر میں نے کب کسی شخص کی تقریر کے شارٹ ہینڈ نوٹس (NOTES) لئے۔

بسوال دیگر کہا۔ ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کے بعد میں خانقاہ معلیٰ میں جلسوں کی رپورٹ لینے جایا کرتا تھا۔ آخری تقریر جس کے (NOTES) میں خانقاہ معلیٰ میں لینے گیا۔ اس کو ایک ماہ یا سوا مہینہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس وقت میری رفتار سو الفاظ فی منٹ تھی۔ کیونکہ کوئی مقرر مجھے سو الفاظ فی منٹ سے

سے زیادہ بولنے والا نہیں ہلا۔ میرے بائیں بازو میں ۱۵ یا ۲۰ روز سے تکلیف ہے۔ اگر میں ایک یا دو مہینہ OUT OF PRACTICE اور رہا تو میری رفتار صفر کے برابر رہ جائیگی۔ میں آج کل آوٹ آف پریکٹس ہوں میں آج کل شارٹ ہینڈ کی پریکٹس نہیں کرتا۔ میں ۹ مئی ۱۹۴۷ء کو شاہی مسجد میں تقریر کے نوٹس (NOTES) لینے گیا۔ مجھ سے تقریر کرنے والا بیس بائیس گز کے فاصلہ پر تھا۔ شاہی مسجد میں سٹیج بنا ہوا ہے۔ اور اسی سٹیج STAGE پر سے تقریریں کی جاتی تھیں۔ وہ سٹیج زمین سے تقریباً دس فٹ اونچا ہوگا۔ میں نے ۹ مئی، ۱۰ مئی، ۱۳ مئی، ۱۴ مئی اور ۱۵ مئی کو تقریروں کے نوٹس (NOTES) لیے۔ تقریریں سٹیج پر سے کی جاتی تھیں۔ اور سٹیج ایک جگہ پر دس فٹ کے قریب زمین سے اونچا ہوتا تھا۔ ملارٹہ میں جو تقریر ملزم کی ۱۳ مئی کو ہوئی میں اس وقت سٹیج کے قریب بیٹھا تھا۔ اور باقی تاریخوں پر میں پانچ یا دس گز کے فاصلہ پر سٹیج سے دور ہوتا تھا۔ میں زمین پر بیٹھا تھا۔ کوئی میز میرے سامنے نہ ہوتی تھی۔ میں زانو پر کاغذ رکھ کر نوٹس (NOTES) لیا کرتا تھا۔ حاضرین میرے ارد گرد بیٹھے ہوتے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حاضرین میں سے کوئی اٹھتا تھا یا بیٹھتا تھا۔ یا گزرتا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ ۱۲ مئی کو ملزم کی تقریر کتنا عرصہ ہوتی رہی اور باقی تقریروں کے بارے میں جو ملزم نے کیں۔ میں نہیں بتا سکتا کہ کتنا وقت وہ تقریریں ہوتی رہتی تھیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ تقریریں بیس منٹ ہوتی تھیں یا ڈیڑھ گھنٹہ ہوتی تھیں۔

بسوال دیگر کہا:۔ مجھے یاد نہیں کہ خانقاہ معلےٰ میں تقریروں کا سلسلہ کب تک جاری رہا۔ میں نے کشمیری کا شارٹ ہینڈ نہیں سیکھا ہے۔ سلون کارسپانڈنس کالج میں یہ نہیں سکھایا جاتا کہ کشمیری زبان سے اردو میں فوراً ترجمہ کر کے لکھا جاوے۔ کیونکہ کشمیری زبان یونیورسٹی کی ریکگنائزڈ زبان نہیں ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ سلون کارسپانڈنس کالج پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ

AFFLIATED ہے یا نہیں۔

وکیل صفائی پنڈت کا:- کیا آپ شارٹ ہینڈ میں تقریر جو میں لکھاؤں لکھیں گے۔

جواب :- میں طویل عرصہ سے OUT OF PRACTICE ہوں۔ ہر بار یہ آیا آپ کسی اخبار کے پرچے سے یا کسی کتاب سے لکھاتے ہیں اور تقریر کرتے ہوئے لکھنے میں بڑا فرق ہے۔ اگر ملزم تقریر کرے تو میں لکھ سکتا ہوں۔ اگر اور بھی کوئی شخص ڈکٹیٹ (DICTATE) کرائے تو میں شارٹ ہینڈ میں لکھنے کی کوشش کروں گا۔ اگر مجھے اسی اور نوّے الفاظ فی منٹ کی رفتار سے کوئی لکھائے تو میں شارٹ ہینڈ میں لکھ سکوں گا۔

نوٹ :- پنڈت جیا لعل کار وکیل صفائی نے اگزبٹ D.7. سے پڑھ کر گواہ کو شارٹ ہینڈ میں لکھایا۔ آپ نے اس تمام عبارت کو دو منٹ میں لکھوایا رپورٹر نے ان نوٹوں کو عدالت کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کے بعد ٹرانسکرپشن (TRANSCRIPTION) بھی پیش کیا۔ چونکہ ۴ بج گئے تھے۔ اس لیے عدالت نے اگلی کارروائی سنیچر وار تک ملتوی کر دی۔

نوٹ :- آج لنچ کے بعد مسٹر آصف علی حاضر عدالت نہ تھے۔

اہل ریاست کی مفلسی کا نقشہ

فی کس گیارہ روپے سالانہ اوسط آمد

کیا تقاریر پرائم منسٹر اور ڈوگرہ شاہی کے خلاف نہیں تھیں۔

سری نگر ۹ اگست - اُنائیٹیڈ پریس پیشی - مقام بادامی باغ چھاؤنی

وکلائے استغاثہ

پنڈت مدسودن کاک
پنڈت رادھاکشن کول
پنڈت شام لعل جلالی
مسٹر جسونت سنگھ
عبد الاحد فاروقی

وکلائے ملزم

مسٹر آصف علی
پنڈت جیالعل کِلم

ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحب اور شیخ صاحب کی آمد کے بعد کاروائی گیارہ بج کر پچیس منٹ پر شروع ہوئی۔ شیخ صاحب کو حسب معمول پہرے میں لایا گیا۔

کیا تقاریر آنریبل پرائم منسٹر کے خلاف تھیں۔

مسٹر آصف علی وکیل صفائی نے جرح شروع کی۔ مسٹر آصف علی نے آج گواہ استغاثہ علاؤالدین سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹر پر مکرر جرح کی۔ گواہ نے کہا۔ کہ ۲۰ رمئی ۱۹۴۶ء سے ایک ماہ قبل جو جلسے منعقد ہوئے ہیں۔ ان میں میں بھی جاتا رہا۔ اور تقریروں کی رپورٹیں لکھتا رہا۔ اُن جلسوں میں عموماً آنریبل پرائم منسٹر کے

خلاف تقریریں ہوا کرتی تھیں۔ اُن کی پالیسی پر نکتہ چینی کی جاتی تھی۔ خصوصاً جب میاں احمد یار کو منسٹر مقرر کیا گیا تو وزیرِ اعظم کے خلاف زیادہ ہی اظہارِ ناراضی کیا جانے لگا۔ مجھے یاد نہیں کہ ان جلسوں میں کون کونسے نعرے بلند کیے جاتے تھے۔

وکیل صفائی:۔ کیا اس قسم کی شکایت بھی کی جاتی تھی۔ کہ حکومت میں ڈوگرے بھرے ہوئے ہیں اور ڈوگرہ شاہی ہوتی ہے۔

گواہ:۔ مجھے یاد نہیں۔

وکیل صفائی:۔ مثلاً یہ بھی کہا جاتا تھا کہ فوجوں میں کشمیری بھرتی نہیں کیے جاتے وہ صرف ڈوگروں اور باہر کے لوگوں پر مشتمل ہیں۔

گواہ:۔ مجھے یاد نہیں۔

اس موقع پر ملزم شیخ محمد عبداللہ نے کھڑے ہو کر مسٹر آصف علی کے کان میں کچھ کہا۔

وکیل صفائی:۔ کیا اُن تقریروں میں وزیرِ اعظم کے خلاف یہ بھی کہا جاتا تھا کہ آنریبل پرائم منسٹر اپنے خویش و اقارب کو فایدہ پہونچا رہے ہیں؟

گواہ:۔ مجھے یاد نہیں۔

وکیل صفائی:۔ گذشتہ چار ماہ کے اندر مسلم کانفرنس کی تقریروں کا رُخ کس قسم کا رہا ہے۔ جہاں تک حکومت پر نکتہ چینی کرنے کا تعلق ہے؟

گواہ:۔ تقریباً تین (دو) ماہ ہوئے کہ نواکدل میں مسلم کانفرنس کے زیرِ اہتمام ایک جلسہ ہوا۔ اس میں تنظیمی امور کے بارے میں زور دیا گیا اسی طرح سید علی اکبر پور میں منعقدہ ایک جلسہ میں یہ کہا گیا۔ کہ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ مسلم کانفرنس اور نیشنل کانفرنس میں اتحاد ہو جائے۔ ان دو جلسوں کے علاوہ

مجھے اور کسی جلسہ کا علم نہیں۔

بیان اور ڈائریوں میں تفاوت

اس مرحلہ پر وکیل صفائی مسٹر آصف علی نے گواہ کی توجہ اس بیان کی طرف دلائی جس کے دوران میں اس نے کہا تھا۔ کہ ۱۳ مئی کے جلسے میں ملزم شیخ محمد عبداللہ نے کہا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارثوں کو چاہیئے۔ کہ وہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں واپس چلے جائیں جہاں سے کہ وہ آئے تھے۔ اس کے بعد کہا کہ وہ اپنی اس تاریخ کی لانگ ہینڈ ڈائری (جو شامل ریکارڈ ہو چکی ہے) میں سے یہ الفاظ دکھائیے کہ کہاں درج ہیں۔ گواہ کو کہا گیا۔ کہ وہ بتائیے کہ اس کے بیان کی عبارت اور اصل ڈائری کی عبارت مختلف ہے کہ نہیں؟

لانگ ہینڈ ڈائری میں یہ الفاظ درج تھے "میں انگریز سے کہتا ہوں کہ وہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارثوں کو کہیں کہ وہ ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں چلے جائیں جہاں سے وہ آئے تھے"

گواہ :۔ جی ہاں! ان دونوں عبارتوں کے مفہوم میں فرق ہے۔

وکیل صفائی :۔ آپ نے اپنی ۱۳ مئی والی لانگ ہینڈ ڈائری (جو شامل ریکارڈ ہے) میں یہ الفاظ درج کیے ہیں۔ "یہ ممکن ہے کہ ہماری آزادی دبانے کیلیئے حکومت زبردست تشدد کرے گی۔ یہ آپ پر ہے کہ اس تشدد کا آپ کیا جواب دیں گے؟"

مگر جو بیان آپ نے عدالت کے روبرو ۹ ساون ۲۰۰۳ء کو دیا اس میں حسب ذیل الفاظ درج ہیں۔ کہ " آگے چل کر ملزم نے حاضرین کو کہا کہ ہو سکتا ہے۔ کہ حکومت آپ کی آزادی دبانے کے لیے تشدد کرے۔ لیکن اس تشدد کا جواب آپ نے کیا دینا ہے وہی جو ۱۹۳۱ء میں آپ لوگوں نے کیا ہے۔

کیا یہ الفاظ ــــ وہ جو ۱۹۳۱ء میں آپ لوگوں نے کیا ہے۔ آپ کی ڈائری میں (جو شامل ریکارڈ ہو چکی ہے) درج ہیں یا نہیں۔

گواہ:- جی نہیں یہ الفاظ ۱۹۳۱ء کی نسبت نہ تو میری ۱۳ رمئی والی ڈائری میں اور نہ ۱۲ رمئی والی ڈائری میں کہیں درج ہیں۔

وکیل صفائی:- ۶ رمئی اور ۱۰ رمئی کی ڈائریوں کو پڑھ کر بتاؤ کہ کیا وہاں ۱۹۳۱ء کی نسبت متذکرہ صدر الفاظ درج ہیں؟

گواہ:- میں ان ڈائریوں کو پڑھ کر بتاتا ہوں کہ یہ الفاظ وہاں بھی درج نہیں ہیں۔ میں نے یہ الفاظ ملزم کی تقریروں میں سُنے تھے۔ اگرچہ انہیں ڈائری میں درج نہیں کیا ہے۔

وکیل صفائی:- تو گویا اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ ڈائریوں میں کچھ تو لکھتے ہیں اور کچھ چھوڑتے ہیں (قہقہہ)

گواہ:- نہیں ایسی کوئی بات نہیں ممکن ہے کہ متذکرہ صدر الفاظ ڈائری میں موجود ہوں لیکن اس وقت نہیں ملتے۔

وکیل صفائی:- کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ ۱۹۳۱ء کی نسبت متذکرہ صدر حوالہ کسی ڈائری میں دکھا سکتے ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اچھی طرح تمام ڈائریوں کی چھان بین کر کے بتاؤ کہاں ہیں اور ان پر نشان لگاؤ۔

عدالت:- جب تک گواہ اپنی ڈائریوں کا مطالعہ کرے۔ تب تک کیوں نہ دوسرے گواہ کو پیش کیا جائے۔

وکیل استغاثہ:- جب تک ایک گواہ پر جرح ہوتی رہے تب تک دوسرے کو پیش کرنا مناسب نہیں۔

گواہ:- میں ۱۳ رمئی کی ڈائری دیکھ کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے اس میں حسب ذیل الفاظ درج کیے ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ اچھا موقع اور کوئی نہیں۔ آؤ اس ڈوگرہ شاہی کو ختم کر دیا۔ آپ کو کیا کرنا چاہئے اور کس طرح کرنا ہے یہ معلوم نہیں۔ لیکن جو آپ نے پہلے کیا ہے۔ وہی کرنا۔ ان الفاظ سے میں نے یہ سمجھا کہ

ملزم کا اشارہ ۱۹۳۱ء کے واقعات کی طرف ہے۔

وکیل صفائی:۔ جو فقرہ آپ نے ۳۱ ارمئی کی ڈائری سے ابھی پڑھ کر سنایا۔ اس کی تکمیل ان الفاظ سے ہوئی ہے۔ جو تمہاری ڈائری میں موجود ہیں۔

"آپ کو دکھانا ہے۔ کہ پنڈت رام کاک کیسی کو پرلنگ کو منسٹری کی کرسی پر نہیں بٹھا سکتا" باوجود اس کے آپ نے یہ نتیجہ کیسے نکالا کہ ۱۹۳۱ء کی طرف ملزم کا اشارہ ہے۔

گواہ ۱۵۱۔ اس جملہ کا کہ۔ "جو آپ نے پہلے کیا ہے وہی کرنا ہے" کا عبارت کے پہلے حصہ سے تعلق ہے۔ اس کے بجائے جو جملہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے آپ کو دکھانا ہے۔ کہ رام کاک وغیرہ ...... اس کا اس کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔

مکرر سوالات:۔ اس کے بعد گواہ پر پنڈت مدسودن کاک وکیل استغاثہ نے مکرر سوالات کیے۔ گواہ نے کہا۔ کہ نیشنل کانفرنس کے جتنے جلسے ہوئے اُن میں لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا۔ اور اس بات کا نوٹ میں نے ڈائریوں میں کیا ہوا تھا۔

فوجی بھرتی اور کشمیری

خواجہ محمد مقبول پر جرح

اس کے بعد وکیل صفائی مسٹر آصف علی نے خواجہ محمد مقبول (ڈپٹی چیف سکریٹری) مجسٹریٹ پر جرح شروع کی۔

بسوال وکیل صفائی:۔ گواہ نے کہا کہ میں تیس سال سے زیادہ عرصہ سے سرکاری ملازمت میں ہوں۔ اس وقت ڈپٹی چیف سکریٹری ہوں۔ میرا تعلق پولیٹیکل برانچ یا پبلسٹی برانچ سے نہیں۔ ایڈمنسٹریٹو برانچ سے ہے۔ میں اس سے پہلے وزیر وزارت اور سب ڈویژنل مجسٹریٹ بارہمولہ رہ چکا ہوں۔ مجھے سابق بجٹ کے اعداد و شمار یاد نہیں۔ میں اندازہ سے بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ ریاست جموں و کشمیر وغیرہ کا

کل بجٹ تقریبًا پانچ کروڑ سالانہ ہے۔ عدالت ایک بجے لنچ کیلئے برخاست ہوئی۔ لنچ کے بعد کارروائی سوا دو بجے شروع ہوئی۔ وکیل صفائی مسٹر آصف علی نے گواہ استغاثہ خواجہ محمد مقبول مجسٹریٹ پر پھر جرح شروع کی۔

وکیل صفائی:۔ جہاں تک کشمیریوں کا تعلق ہے۔ انہیں فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا۔

گواہ:۔ بعض فرقوں کو فوج میں بھرتی کر سکتے ہیں۔ مثلاً راجپوت۔ سید۔ خان وغیرہ

وکیل صفائی:۔ ریاست میں فوج کی تعداد کیا ہے؟

گواہ:۔ معلوم نہیں۔

وکیل صفائی:۔ خان پٹھان ہوتے ہیں؟

گواہ:۔ جی ہاں - بمبہ اور کھکھہ وغیرہ بھی فوج میں بھرتی ہو سکتے ہیں اور بھرتی کیے جاتے ہیں۔ میں خود بھی ریکروٹنگ آفیسر رہا ہوں۔

وکیل صفائی:۔ کھکھے اور بمبے کشمیری نہیں ہیں؟

گواہ:۔ مجھے تواریخ کا تو پتہ نہیں، لیکن بمبہ اور کھکھہ ذات کے لوگ کشمیر کے ہیں۔ اور کشمیری زبان بولتے ہیں۔

وکیل صفائی:۔ بمبے اور کھکھے درحقیقت کشمیر سے باہر کے ہیں؟

گواہ:۔ مجھے معلوم نہیں۔

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ مجھے صحیح طور پر یاد نہیں کہ جب میں ریکروٹنگ آفیسر تھا تو بمبے اور کھکھے کس تعداد میں فوج میں بھرتی ہوئے غالباً میں نے ایک سو نوجوانوں کو بھرتی کیا۔ یہ بھرتی ریاستی فوج کیلئے عمل میں لائی گئی اور ان سپاہیوں کو بیرون ریاست نہیں بھیجا گیا۔

وکیل صفائی:۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ آپ نے بحیثیت ریکروٹنگ آفیسر جو بھرتی عمل میں لائی اس میں کھکھے اور بمبے کتنے تھے؟

گواہ:۔ صرف کھکھے اور بمبے یا سید اور خان بھی۔

وکیل ملزم :۔ میں "سید" اور "خان" کو چولھے میں پھینکتا ہوں۔ مجھے صرف
سکھوں اور ہمبوں کا بتائیے۔

عدالت :۔ آپ کو اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔

وکیل صفائی :۔ میں تو تمام دنیا کو چولھے میں جھونک سکتا ہوں۔

عدالت :۔ میں پھر کہوں گا کہ آپ کو ایسے الفاظ نہیں کہنے چاہئیں۔

جرح کے جواب میں آگے چل کر گواہ نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ جو نوجوان میں نے بھرتی کئے ان میں سکھ، ہمبے، سید یا خان کتنے تھے۔ ان میں راجپوت کوئی نہ تھا۔ کشمیریوں کو یہ شکایت ہے کہ انہیں فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا۔ مختلف پارٹیوں کے لیڈر اپنی تقریروں میں کہتے ہیں کہ ریاست میں تعلیم پر بہت کم خرچ کیا جاتا ہے۔ یہی بات وہ صحت عامہ کی نسبت کہتے ہیں۔ اس قسم کی شکایت میں نے محکمہ زراعت کی نسبت کسی لیکچر کی رپورٹ میں نہیں دیکھی۔

وکیل صفائی :۔ بحیثیت ڈپٹی چیف سکریٹری آپ کی نظروں سے پریم ناتھ بزاز کی کتاب "درونِ کشمیر" گزری ہوگی؟ کیا وہ ممنوع قرار دی گئی ہے۔

گواہ :۔ وہ کتاب میری نظروں سے گزری ہے۔ لیکن سالم نہیں پڑھی ہے اس کتاب کو ممنوع قرار دیا جا چکا ہے۔

وکیل صفائی :۔ آپ ایک اہم عہدے پر فائز ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ ریاست میں فی کس اوسط آمدنی کیا ہے؟

گواہ :۔ مجھے علم نہیں۔

وکیل صفائی :۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ ریاست میں سالانہ آمدنی فی کس گیارہ روپے ہے۔

وکیل استغاثہ :۔ یہ سوال غیر متعلقہ ہے۔

وکیل صفائی:۔ سوال بالکل متعلق ہے۔ کیونکہ جو تقریریں کی گئیں اور جن میں لوگوں کی مفلسی کی کیفیت بیان کی گئی۔ اور جس کی بنیاد پر ذمہ دارانہ نظام حکومت کا مطالبہ کیا گیا اور جن تقریروں کی وجہ سے جرم بغاوت قرار پایا۔ یہ ضروری ہے کہ میں دکھاؤں کہ یہاں کے افلاس کا کیا حال ہے اور بجٹ میں جو روپیہ رکھا جاتا ہے۔ وہ فی کس کتنا پڑتا ہے۔

عدالت:۔ سوال غیر متعلق ہے نامنظور کیا جاتا ہے۔

وکیل صفائی:۔ ایسے سوال تو غیر متعلق ہی ہونے چاہئیں۔ جن میں غریبوں کی مفلسی کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

وکیل استغاثہ۔ ہم بھی جاننا چاہتے ہیں کہ آپ نے ریاست کے لوگوں کی فی کس سالانہ آمدنی کیا روپے کس حساب سے بتائی ہے کیا یہ کسی ماہر کی سند ہے کہ نتیجہ۔

وکیل صفائی:۔ کیا آپ تیار ہیں کہ ہم اس نکتہ پر پبلک میں بحث کریں۔

وکیل استغاثہ:۔ لیکن یہ کوئی پبلک مقام نہیں۔

عدالت:۔ یہ باتیں ختم کر دیجئے۔

سوالوں کے جواب میں آگے چل کر گواہ نے کہا کہ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے دستخط پہچانتا ہوں۔ جو کاغذ مجھے پیش کیا گیا ہے اس پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے دستخط ہیں۔ یا نہیں۔ وہ میں نہیں کہہ سکتا۔ وہ صاف نہیں۔ دوسرے کاغذ پر اُن کے دستخط ہیں۔ ۱۲ مئی کو میں شام کے پانچ یا ساڑھے پانچ بجے تک خانقاہ معلے میں رہا۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ یہ کاغذ میرے پاس آیا یا نہیں۔

اس کے بعد وکیل صفائی نے گواہ کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کشمیر کے وہ دو آرڈر دکھائے جن پر اُن کی مہر لگی تھی۔ گواہ نے کہا کہ ان پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی مہر لگی

اذان اور گھڑیال

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ اذان کے بغیر کسی مسجد میں نماز نہیں ہو سکتی۔ گھڑیال نماز سے پہلے مسجدوں میں لوگوں کو جمع کرنے کے واسطے بجائے جاتے ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ شرعاً مسجد میں گھڑیال بجانا ممنوع ہے یا نہیں۔ لیکن عام طور پر اس جگہ مسجدوں میں گھڑیال ہوتا ہے۔ ناقوس۔ بگل وغیرہ مسجدوں میں بجانے کی رسم نہیں ہے۔ میری موجودگی میں ۲۱ مئی کو پہلی بار دو راؤنڈ چلائے گئے۔ ان میں سے ایک خطا ہو گیا۔ دوسرے سے ایک آدمی زخمی ہوا۔ جو بھاگ گیا۔ دوسری مرتبہ دو راؤنڈ چلانے سے دو آدمی مر گئے۔ اس کے علاوہ کوئی شخص نہ مارا گیا۔ اور نہ زخمی ہوا۔ البتہ اگر لاٹھی چارج سے کسی کو معمولی اور خفیف سی ضربات آ گئی ہوں۔ تو مجھے معلوم نہیں۔ کیونکہ ایسا کوئی شخص ہمارے سامنے پیش نہیں ہوا۔

وکیل صفائی:۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ پچھلے دنوں سے مسلم کانفرنس کے جلسوں کی تقریروں میں کافی گرما گرمی ہوتی ہے۔ حال ہی میں انہوں نے "آزاد کشمیر" کا مطالبہ کیا ہے۔

وکیل استغاثہ:۔ مجھے اس پر اعتراض ہے۔ اگر گواہ نے ان کے بارے میں اخباروں میں پڑھا۔ تو وہ سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہے۔ اس کا انہیں ذاتی علم نہیں۔

وکیل صفائی:۔ اچھا میں اس سوال سے دستکش ہوتا ہوں۔ لیکن میں دکھانا چاہتا تھا۔ کہ اس قسم کے خیالات یہاں عام ہوتے جا رہے ہیں۔

صدر بلدیہ پر جرح

وکیل صفائی:۔ نے اس کے بعد گواہ استغاثہ پنڈت سوم ناتھ پروہت پریذیڈنٹ میونسپلٹی پر جرح کی۔ آپ نے کہا۔ کہ میں میونسپلٹی کا منتخبہ صدر نہیں ہوں۔ مجھے میونسپل فنڈ سے تنخواہ ملتی ہے۔ میری تقرری سرکار والا کے حکم سے

عمل میں لائی گئی ہے۔ میونسپلٹی صدر کو نہ تو مقرر کر سکتی ہے اور نہ برطرف۔ میں نے سری نگر میں پلوں اور سڑکوں کے نقصانات کے متعلق جو فوٹو پیش کیے۔ ان کی غرض اول تو یہ تھی کہ نقصانات غیر معمولی تھے۔ اور دویم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے میری خط وکتابت ہو رہی تھی۔ کہ آیا یہ نقصان عوام سے پورا کیا جائے گا یا میونسپلٹی سے۔ چونکہ آمد ورفت میں تکلیف ہو رہی تھی۔ اس لیے سڑکوں اور پلوں کا درست کیا جانا ضروری تھا۔ فوٹو لیے گئے اس لیے کہ یہ نقصان کا ثبوت ہیں۔ اور ان کا صحیح خاکہ پیش کرتے ہیں۔ میں تقریباً ½۴ سال سے سری نگر میونسپلٹی کا صدر ہوں۔ میرے ساڑھے چار سالہ عہد صدارت میں اس قسم کے نقصانات پہلے کبھی نہیں ہوئے۔ اس لیے پہلے کبھی فوٹو لینے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ یہ بات غلط ہے۔ کہ میں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے فوٹو اس لیے کھچوائے کہ انہیں مقدمہ کے سلسلے میں عدالت کے روبرو پیش کیا جائے۔ نقصان کا مکمل اندازہ ۷۰۶۹ روپے ہے۔ فہرست نقصانات میں ۶۵ مد میں درج ہیں۔ جہاں تک ان نقصانات کا تعلق ہے یہ صرف میونسپل حدود کے متعلق ہیں۔ گواہ پر وکیل استغاثہ نے مکرر سوالات نہیں وکیل صفائی نے مسٹر بنارسی داس میونسپل انجینیئر اور کیپٹن سوبیندر سنگھ احمد زرگر اور کستوری لال فوٹوگرافر پر جرح نہ کی۔ عدالت ½۲ بجے برخاست ہوئی۔

زخمی عوام میں سے بعض کی پشت پر گولیاں

ذمہ دار حکومت میں وزراء عوام کی مخالفت پر مستعفی ہونے پر مجبور ہوتے ہیں۔ (سکریٹری ہندوستان سٹوڈنٹس فیڈریشن)

کیا ہے جرم وفا لذت جفا کے لیے
جو قتل کرنا ہے کیجیے خدا کے لیے

سری نگر ۔ ۱ اگست | بیسویں پیشی | مقام بادامی باغ چھاؤنی

آج ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں شیخ محمد عبداللہ صاحب کے خلاف مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ طرفین کے وکلاء حسب معمول حاضر تھے۔ کارروائی ۱۱ بجے شروع ہوئی۔

ڈو ڈاکٹر ڈل پر جرح

پیشتر مسٹر آصف علی وکیل صفائی نے ڈاکٹر ادم کارناتھ گواہ استغاثہ پر جرح شروع کی۔

بیرسٹر آصف وکیل صفائی: ڈاکٹر ادم کارناتھ گواہ استغاثہ نے کہا زخم جو ادم کارناتھ طالب علم کو لگا تھا۔ SOLAR PLEXUS سے کافی دور تھا۔ وہ زخم تقریباً بائیں بازو کے نیچے اور سامنے کی طرف آ جاتا تھا۔ اگر کوئی تیز دھار چیز زمین میں گاڑی ہو۔ اوپر کی طرف نوک ہو اور اس پر کوئی شخص گر جائے۔ تو ایسی ضرب لگنی مشکل ہے۔ اگر تیز دھار سے سامنے دھکا لگے اور وہ تیز دھار دار آلہ اونچائی پر ہو جس پر کہ مضروب کا جسم ہے تو بھی ایسا زخم لگ...

ممکن نہیں تھا۔ بلکہ اور تیز دھار دار آلہ سے بھی لگنا ممکن ہے۔
وکیل سرکار کی طرف سے سوال کے جواب میں گواہ نے کہا۔ ایسا زخم تیز دھار آلہ سے جو کہ نوک دار بھی ہو لگ سکتا ہے۔ اس کے بعد مسٹر آصف علی نے دوسرے گواہ استغاثہ ڈاکٹر حفیظ اللہ پر جرح شروع کی۔

ڈاکٹر حفیظ اللہ

نے بسوال وکیل صفائی کہا۔ مجھے عوام میں سے زخمیوں کے معائنہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے عوام میں سے اُن زخمیوں کا معائنہ کیا۔ جن کو پولیس نے میرے پاس بھیج دیا۔ ان کے معائنہ کا ریکارڈ پولیس کے پاس ہے۔ عوام میں سے ایسے زخمیوں کی تعداد صرف دو ہے۔ میرے معائنہ کی رپورٹیں پولیس کے پاس ہیں۔ میں ان کی عدم موجودگی میں تفصیلات بیان نہیں کر سکتا۔ عوام میں سے میرے پاس کوئی بیس یا پچیس زخمی جن کو پولیس نے میرے پاس نہیں بھیج دیا تھا۔ ان کا میں نے معائنہ کیا۔ یہ زخمی میرے پاس ۹ / جیٹھ اور ۱۲ / جیٹھ کے درمیان آ گئے۔ چند زخمیوں کو شدید زخم آ گئے تھے۔ چند کو معمولی زخم آئے تھے۔ چند کو گولی سے زخم آئے تھے جن کی تعداد پانچ کے قریب تھی۔ میرے پاس ہسپتال میں کسی نعش کو نہیں لایا گیا میں نے اُن زخمیوں کو جو گولیوں سے زخمی ہوئے تھے۔ ان کو صدر ہسپتال جانے کو کہا۔ کیونکہ وہاں داخلی مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ میں نے کسی ایسے گولی سے زخمی ہوئے شخص کا معائنہ نہیں کیا۔ جس کا نام علی واٹ تھا۔ میں یہ نہیں جانتا کہ اُن زخمیوں کا پیشہ کیا تھا البتہ جو گولی سے زخمی ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک شخص علی محمد نے نزعی بیان اے۔ ڈی۔ ایم کے سامنے میری موجودگی میں دیا۔ مجھے یہ یاد نہیں۔ کہ اس مرنے والے نے کیا کہا۔ میں صدر ہسپتال میں اُن زخمیوں کو دیکھنے کے لیے نہیں گیا۔ سوال کے جواب میں گواہ نے کہا۔
دیگر زخمیوں کی ٹانگوں پہ اگلی طرف زخم لگے تھے۔ اور علی محمد کے گولی پار کر گئی تھی۔ اور دوسروں کی ٹانگوں پہ گولیاں سامنے سے لگی تھیں۔ اُن

میں سے چند زخمیوں کی پشت پر بھی گولی کے زخم تھے۔ جو ضربات سرکاری ملازمین کے لگیں ان کے زخم خفیف نوعیت کے تھے۔
وکیل سرکار کے ایک سوال کے جواب میں گواہ نے کہا۔ ان پانچ آدمیوں سے جن کے گولی سے زخم لگے تھے۔ اور جنہیں میرے پاس بھیجا گیا تھا ان میں وہ بھی شامل تھے۔ جن کو پولیس نے میرے پاس بھیجا تھا۔ مجھے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے تھانہ میں اس مرنے والے کا بیان نزع کے وقت حاضر رہنے اور ان کا معائنہ اور معالجہ کرنے کے لیے بلایا تھا۔ ہم ان کیسوں کے ریکارڈز رکھتے ہیں۔ جن کو پولیس ہمارے پاس معائنہ کے لیے بھیج دے۔ لیکن ان کے نام ہسپتال کے خارجی مریضوں کے رجسٹر میں درج کیے جاتے ہیں۔ اس رجسٹر میں زخموں کی نوعیت کا اندراج نہیں کیا جاتا ہے۔ میں نے ان زخمیوں کو جنہیں شدید زخم آئے تھے۔ پولیس کے پاس نہیں بھیجا بلکہ صدر ہسپتال جانے کی انہیں ہدایت کی۔ اس مرحلہ پر مسٹر آصف علی نے ایک درخواست پیش کی۔ کہ انہیں علی محمد کے نزعی بیان کی کاپی دی جائے۔ اس کی مخالفت وکیل سرکار مسٹر کاک نے کی اور کہا۔ کہ دفعہ ۲۶۵ ضابطہ فوجداری کی رو سے اس مرحلہ پر اس دستاویز کو دیا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس پر وکیل صفائی نے کہا۔ کہ ہم اس کو صفائی میں لانا چاہتے ہیں اس پر وکیل سرکار نے کہا۔ پھر اس وقت اس معاملہ کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے اس کے بعد میاں غلام محمد ڈائریکٹر وزیٹیشن بیورو پر جرح شروع ہوئی۔ یہ صاحب ان دنوں بطور مجسٹریٹ متعین تھے۔

شہداء کی تجہیز و تکفین

میاں غلام محمد نے وکیل صفائی کے سوالات کے جواب میں کہا۔ میں ۱۲؍ مئی کو شیر گڑھی میں تھا۔ میرے ساتھ پنڈت زندہ لال صاحب مٹو اور شیخ محمد انور بھی تھے۔ میں نے ۱۲؍ مئی ۱۹۳۱ء

کو دورہ نہیں کیا۔ میری ڈیوٹی سینٹرل ہسپتال میں نہ تھی۔ سینٹرل ہسپتال میرے علاقہ میں تھا۔ مجھے کوئی ذاتی علم نہیں۔ کہ سینٹرل ہسپتال میں کتنی نعش آئیں۔ ۲۲ مئی کو دو نعشوں کی تجہیز و تکفین میں نے اپنی زیر نگرانی کروائی۔ جو کہ باہر سے آئی تھیں۔ مجھے کوئی علم نہیں کہ میرے علاقہ میں کتنے گولیوں سے زخمی ہوئے۔ میرے علاقہ میں کوئی گولی نہیں چلی۔ جس وقت میں اُن دو نعشوں کو دفنانے سے گیا۔ اُن کے ساتھ دو آدمی بھی تھے۔ جو کہ جنازہ کے ساتھ گئے مجھ سے انہوں نے وہ نعشیں نہیں مانگیں۔ پنڈت نند لعل مٹو دفنانے کے وقت موجود نہ تھے۔ جب میں تھانہ شیر گڈھی میں تھا۔ مجھ سے کوئی آدمی نعشیں مانگنے نہ آیا۔ مجھے علم نہیں۔ کہ پنڈت نند لال صاحب مٹو کے پاس کوئی شخص نعشیں مانگنے آیا یا نہیں۔ ان دو نعشوں کو میں نے درگجن میں دفن کرایا۔ وہ دونوں نعشیں جو ان آدمیوں کی تھیں۔

بسوال دیگر پانچ مگھر مل میرے علاقہ میں نہیں۔

سوال وکیل صفائی۔ کیا جو چار نعشیں پانچ مگھر مل میں دفن ہوئیں۔ ان کے دفن ہونے کی نسبت آپ نے اُس شخص سے سنا۔ جس نے دفن کی تھیں۔ یا جن کی زیر نگرانی دفن ہوئیں۔

وکیل سرکار (مسٹر کاک) قانون شہادت کے تحت اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ اس پر عدالت نے مسٹر آصف علی سے پوچھا۔ آپ کس قانون کے تحت اس سوال کو پوچھ سکتے ہیں۔ مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ میں درخواست دیگر اُس کی تائید کرنے والا پیش کر سکتا ہوں۔ اس پر مسٹر کاک نے اس کی مخالفت قانون کی رو سے کی۔ اسلئے مسٹر آصف علی نے عدالت کے حکم سے دوسرے انداز میں سوال پوچھا۔ اچھا آپ بتلائیے یہ آپ نے کس سے سنا ہے کہ پانچ مگھر مل میں پانچ لاشیں دفن کی گئی ہیں۔ اس کا میاں غلام محمد نے جواب دیا۔ کہ مجھے شیخ محمد انور نے سنایا۔ کہ پانچ مگھر مل میں لاشیں دفنائی گئیں۔

بسوال دیگر وکیل صفائی میاں غلام محمد نے کہا۔ کہ شیخ محمد انور بطور مجسٹریٹ تعینات تھے۔ اس پر مسٹر آصف علی نے ملزم کی طرف سے درخواست پیش کی کہ مسٹر انور کو بطور گواہ طلب کیا جائے۔ جس پر عدالت نے کہا کہ صفائی کے دوران اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

بسوال وکیل سرکار میاں غلام محمد نے کہا۔ میرے علاقہ میں میرے زیر ہدایت یا پنڈت نند لال مٹو یا شیخ محمد انور کے زیر ہدایت کبھی گولی نہیں چلائی گئی۔

اس کے بعد اخبار ہمدرد کے دو رپورٹروں پر جرح ہوئی جو چنداں اہم نہ تھی۔ اور کارروائی لنچ کے لیے ملتوی ہوئی۔

ذمہ وار نظام حکومت کیا ہے

پونے تین بجے کے قریب لنچ کے بعد پھر کارروائی شروع ہوئی۔ پر چندر موہن سکریٹری ہندو سٹوڈنٹس فیڈریشن گواہ استغاثہ پر جرح شروع ہوئی۔

پنڈت پر چندر موہن نے مسٹر آصف علی کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا میں طالب علم ہوں۔ میں نے امسال ایف۔ اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ اور آیندہ تعلیم ترک کر دی ہے۔ میرا فی الحال ارادہ ملازمت کرنے کا نہیں۔ میں ابھی تک ہندو سٹوڈنٹس فیڈریشن کا سکریٹری ہوں۔ ہماری فیڈریشن میں تقریباً ساتھ آٹھ صد طالب علم ممبر ہیں۔ ممبرشپ کی فیس ۲/- ماہوار ہے۔ پنڈت لچھمن نرائن در ۱۹۳۲ء سے اس فیڈریشن کا پریذیڈنٹ ہے۔ انہوں نے صرف چند ماہ سے وکالت شروع کی ہے۔ وہ ابھی تک ہماری فیڈریشن کے پریذیڈنٹ ہیں۔ بسوال دیگر گواہ نے کہا۔ محکمہ تعلیم نے اس جگہ کوئی ایسا سرکلر نہیں نکالا جس سے سٹوڈنٹس کیلئے پولیٹیکل کاموں میں حصہ لینا منع کیا گیا ہو۔

بسوال دیگر ذمہ دار حکومت سے میرا مطلب ایسی گورنمنٹ ہے۔ جیسے کہ انگلستان

کی پارلیمنٹری گورنمنٹ ہے۔ میرا مطلب یہ ہے۔ کہ جس میں پبلک کے نمائندے
ہوں۔ اور جو پبلک مطالبات حکومت کے سامنے رکھیں۔
سوال دیگر کہا۔ اگر لوگوں کا مطالبہ جائز ہو اور وزراء اس کے مطابق نہ
چلیں تو وزراء کو نکال دینا چاہیئے۔ پبلک نمایندہ سے میری مُراد یہ ہے۔ کہ
کہ ہر بالغ کو حق نمایندگی ملنا چاہیئے۔ میں نہیں جانتا کہ ریاست میں ہر ایک
بالغ کو حق رائے دہندگی ہے یا نہیں۔ اور کہ اسمبلی میں ملامت کا ووٹ پاس کیا
جاسکتا ہے یا نہیں۔ اور عدم اعتماد کے ووٹ کے بعد وزراء مستعفی ہو جاتے
ہیں یا نہیں۔ ریاست میں خواندہ اشخاص کا تناسب ۵ فی صد ہے۔ مجھے معلوم
نہیں ہے۔ کہ ریاست میں تعلیم پر فی کس ایک روپیہ سے کم سالانہ جیسا کہ
پوچھا گیا ہے۔ خرچ ہوتا ہے۔
وکیل صفائی :۔ کیا تم کو معلوم ہے۔ کہ ریاست میں صحت عامہ اور ہسپتالوں پر
فی کس ۵ آنہ سالانہ سے بھی کم خرچ ہوتا ہے۔

وکیل سرکار :۔ یہ سوال غیر متعلقہ ہے۔
مسٹر آصف علی :۔ یہ اس لیئے متعلقہ ہے۔ کہ اسنے کہا ہے۔ کہ ان کی جماعت پولیٹکل
ہے اس کا جاننا اس کے لیئے ضروری ہے اور وہ جو خود کچھ
نہیں جانتا وہ دوسروں کو سیاست کی تدریس کیا کریں گے۔

عدالت :۔ سوال کی اجازت نہیں دی جاتی۔
سوال وکیل صفائی :۔ کیا یہ آپ کو علم ہے۔ کہ فوج پر فی کس اڑھائی روپیہ سالانہ
خرچ آتا ہے۔

وکیل سرکار :۔ یہ سوال غیر متعلقہ ہے۔
عدالت :۔ چونکہ یہ سوال غیر متعلقہ ہے۔ اس لیئے نامنظور کیا جاتا ہے
وکیل صفائی :۔ جب یہ باتیں معلوم نہیں تو تم ذمہ دار حکومت کیوں طلب
کرتے ہو۔

گواہ :۔ ذمہ دار حکومت ہماری فیڈریشن اس لئے مانگتی ہے کہ ہمارے حقوق مضبوط ہوں۔ اور پبلک نمائندگی موثر ہو۔

وکیل صفائی :۔ نیشنل کانفرنس کی مخالفت کب سے کر رہے ہو۔

گواہ :۔ ہماری فیڈریشن کو کیا ضرورت پڑی تھی۔ کہ وہ نیشنل کانفرنس کی مخالفت کرتی۔ بسوال دیگر گواہ نے کہا۔ کہ فتح کدل میں نیشنل کانفرنس کے پہیرے اور مسلم کانفرنس کے پہیرو رہتے ہیں۔

وکیل صفائی :۔ یہ کیسے آپ نے جانا کہ وہاں نیشنل کانفرنس والوں نے تم پر حملہ کیا۔

گواہ :۔ کیونکہ ہمیں جس ہجوم نے مارا اور پتھراؤ کیا۔ وہ نیشنل کانفرنس زندہ باد کا نعرہ لگاتا تھا۔ اور اس کے ممبروں کے ہاتھوں میں سرخ جھنڈے تھے۔ جو جھنڈا نیشنل کانفرنس کا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں۔ کہ وہ ہجوم نیشنل کانفرنس والوں کا تھا۔ چونکہ وہ ہجوم یہ نعرے بھی لگاتا تھا۔ کہ مہاراجہ بہادر مردہ باد اور یہ نعرے صرف نیشنل کانفرنس والے ہی لگاتے ہیں۔ اس لئے بھی ہم نے قیاس کیا۔ کہ یہ ہجوم نیشنل کانفرنس والوں کا تھا۔

وکیل صفائی :۔ کیا یہاں کسان سبھا بھی ہے اور ایوک سبھا بھی۔ گواہ۔ کسان سبھا اور یوک سبھا بھی ہے۔ بسوال دیگر کہا۔ ہماری فیڈریشن کی کتاب کاروائی بھی ہے۔

وکیل سرکار کے اعتراض پر عدالت نے مسٹر آصف علی سے کہا کہ اس مرحلہ پر کسی دستاویز کو زیر بحث نہیں لایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہاں دستاویز پیش کرنا ضروری ہے۔

بسوال دیگر گواہ نے کہا جو ریزولیوشن ہم نے پاس کئے اس کی کاروائی کتاب

عدالت میں پیش نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی وہ پرچہ اخبار ٹریبیون جس میں وہ چٹھی چھپی تھی میں نے پیش کیا۔ نہ وہ تار جو میں نے آنریبل پرائم منسٹر کو دی پیش کی۔

بسوال دیگر گواہ نے کہا۔ میں فتح کدل کا رہنے والا نہیں۔ اور کار ناتھ جو زخمی ہوا وہ بھی فتح کدل کا رہنے والا نہیں ہے۔ اصلی رہنے والا وہ وچار ناگ کا ہے۔ مگر آجکل سنگھو میں رہتا ہے۔ جہاں میں بھی رہتا ہوں۔

بسوال دیگر کہا۔ جس طرح نیشنل کانفرنس والے ہمارے محلے میں آتے تھے اسی طرح ہم بھی ان کے محلے میں چلے گئے۔

بسوال دیگر کہا۔ ۲۱ مئی سے لیکر ۲۳ مئی ۱۹۴۶ء تک میں شہر میں پھرتا رہا مگر ان جگہوں پر نہیں گیا۔ جہاں کہ ملٹری والوں نے کچھ کیا ہو۔

وکیل صفائی :- کیا شہر میں یہ افواہیں گشت کر رہی تھیں کہ لوگوں کو پیٹ کے بل ملٹری نے حبہ کدل پل پر سے چلایا۔ لوگوں کو ایک ٹانگ پر چلوایا اور دونوں ہاتھوں کو کھڑا کر کے پل پر سے گذروایا چونکہ دوکانیں بند تھیں۔ دوکانوں کو توڑ کر مال نکالا۔ عورتوں کی بے عزتی کی۔ اور پردہ دار گھروں میں گھس گئے۔

وکیل سرکار :- یہ تمام سوالات ناقابل شہادت ہیں۔ کیونکہ سماعی ہیں اس سوال پر وکیل سرکار اور مسٹر آصف علی میں زبردست بحث ہوئی اور بحث و تمحیص کے بعد عدالت نے وکیل صفائی کو سوال لکھوانے کی ہدایت کی اور اس پر وکیل سرکار کا اعتراض بھی درج کر کے عدالت نے سوال کو نامنظور کر دیا۔

شیخ صاحب سے استفسار

اس کے بعد شیخ محمد عبداللہ کھڑے ہوئے۔ اور عدالت نے ان سے استفسار کیا مگر جرح کی کاروائی کے بعد آپ کو مزید کچھ کہنا ہے۔

جواب شیخ محمد عبداللہ۔ جناب مجھے اور کچھ نہیں کہنا ہے اس پر مسٹر آصف علی وکیل صفائی نے مزاحیہ انداز میں آہ کھینچ کر پریس گیلری کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

کیا ہے جرم وفا لذت جفا کیلئے ۔ جو قتل کرنا ہے کیجئے خدا کیلئے

آخر میں پنڈت مدسودن کاک اسسٹنٹ ایڈوکیٹ جنرل نے عدالت سے استدعا کی۔ کہ جہاں تک پنڈت کشپ بندھو اور مرزا افضل بیگ کے یہاں لانے کا تعلق ہے۔ وہ جموں وکشمیر ڈیفنس رولز کی دفعہ ۲۶ کے ماتحت محبوس ہیں۔ اس لیئے ان کو یہاں سمن کے ذریعے بھی نہیں لایا جا سکتا ہے۔ اسلئے اسپر عدالت نے ہدایت فرمائی۔ کہ وکیل صفائی اس کے متعلق تحریری استدعا پیش کرے۔ جس کو منگلوار کو زیر بحث لایا جائے گا۔ اگلی پیشی منگلوار کو ہوگی اور اس روز سے شہادت صفائی شروع ہوگی۔

مِلٹری کے مظالم کی تائید

کوئٹ انڈیا اور کوئٹ کشمیر کی تشریحات

شیخ محمد عبد اللہ کے تاریخی مقدمہ میں گواہانِ صفائی

سری نگر ۱۳ اگست — اکیسویں ۲۱ پیشی — مقام بادامی باغ چھاؤنی

وکلائے استغاثہ

پنڈت مدھوسودن کاک
پنڈت رادھا کشن
مسٹر جسونت سنگھ
خواجہ عبد الاحد فاروقی
پنڈت شام لال کول جلالی

وکلائے صفائی

مسٹر آصف علی
پنڈت جیا لال کلم
پنڈت رگھو ناتھ کول

گواہانِ صفائی:۔

آج ملزم کی طرف سے گواہانِ صفائی پیش ہونے شروع ہوئے

پبلسٹی آفیسر کی گواہی

پہلا گواہ صفائی پنڈت شنکر لال کول پبلسٹی آفیسر پیش ہوا۔ آپ نے کہا۔ کہ میں سولہ سال اور چھ ماہ سے پبلسٹی آفیسر کے عہدے پر تعینات ہوں۔ جو بلیٹن محکمے میں جاری کرتا ہوں اُن کی اطلاع مجھے سرکاری ذرائع سے آتی ہے

مختلف محکمہ جات مجھے اطلاعات فراہم کرتے ہیں۔ ان اعلانوں کے متعلق حکومت کی عام منظوری ہوتی ہے۔ میں پریس نوٹ ع۵۳، ع۵۴، ع۵۶، ع۵۷، ع۵۹، ع۶۱، ع۶۳، ع۸۱، اور ع۸۸ پیش کر رہا ہوں (عدالت نے ان پر نشان لگوائے اور شامل ریکارڈ کر لیا) یہ پریس نوٹ اُن اطلاعات کے متعلق درست ہیں۔ جو متعلقہ محکمہ جات کی طرف سے ہمیں فراہم کیے گئے۔

وکیل صفائی (مسٹر آصف علی):۔ کریس مشن کے موقعہ پر مہاراجہ بہادر کی طرف سے اپریل ۱۹۴۲ء میں جو بیان جاری ہوا۔ اس کی کاپی آپ کے پاس ہے اگر ہے تو عدالت میں پیش کیجئے۔

گواہ:۔ یہ مجھ سے طلب نہیں کیا گیا تھا۔ میں کوشش کروں گا اور اگر مجھے ملا تو پیش کروں گا۔

دو عملی حکومت کے دو عوامی وزراء کی تقرری کی نسبت پبلسٹی آفیسر کی طرف سے جو پمفلٹ شائع کیا گیا ہے۔ وکیل ملزم مسٹر آصف علی نے اس کی ایک کاپی گواہ کو دکھائی۔ گواہ نے کہا۔ یہ پمفلٹ پبلسٹی ایجنسی کی طرف سے جاری ہوا ہے۔

(عدالت نے اس پر نشان لگائے اور شامل مثل کر لیا)

پریس نوٹ ع۳ میں "وزیراعظم اور مرزا بیگ کی" جس خط و کتابت کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ میرے قیاس میں وہی ہے۔ جو ایک "پمفلٹ موسومہ" دو عملی کا مذاق (FARCE OF DYARCHY). میں درج ہے۔

مسٹر آصف علی ۳۰ جون کے بعد (جیسا کہ پریس نوٹ ع۸۸ شائع ہوا۔ آپ نے کوئی پریس کمیونک شائع کیا ہے۔ جن میں لوگوں کی گرفتاری یا مارے جانے کے متعلق حالات درج ہوں۔

گواہ:۔ جی ہاں! پریس نوٹ ع۸۹ شائع ہوا ہے۔ جسے پیش کرتا ہوں۔

(عدالت نے اس پر نشان لگا کر شامل ریکارڈ کر لیا)

مسٹر آصف علی:۔ تو پریس نوٹ ع۸۹ کے بعد آپ نے کوئی ایسا پریس نوٹ شائع

نہیں کیا۔

گواہ:۔ جی نہیں۔

مسٹر آصف علی:۔ بڈگام میں عوام کی شکایات کی نسبت آپ نے کوئی پریس نوٹ شایع نہیں کیا۔

گواہ:۔ جی نہیں۔ بڈگام میں عوام کی مبینہ شکایات کے متعلق کوئی پریس نوٹ شایع نہیں ہوا۔

مسٹر آصف علی:۔ ۲۱ مئی۔ ۲۲ مئی اور ۲۳ مئی کا نقشہ اپنے ذہن میں لائیے۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ انہی دنوں ایک مرتبہ پل پر سے گزرتے ہوئے آپ کو ہاتھ اوپر کرنے کو کہا گیا۔

گواہ:۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ مجھ سے کبھی ہاتھ اٹھانے کیلئے نہیں کہا گیا۔

مسٹر آصف علی:۔ آپ کو یاد ہے کہ وزیر اعظم کے روبرو پبلک کی طرف سے ایک وفد پیش ہوا۔ جس نے عوام پر روا رکھی گئی زیادتیوں کی شکایت کی اور وزیر اعظم نے انہیں دور کرنے کا وعدہ کیا۔

گواہ:۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ وزیر اعظم کے پاس ایک وفد آیا تھا۔ جس نے ملٹری کے ستانے کے متعلق شکایت کی تھی۔ اور وزیر اعظم نے انہیں کہا تھا کہ کہ وہ اس بارے میں ہدایات جاری کریں گے۔ کہ اگر عوام کو اس قسم کی کوئی شکایت ہے۔ تو اس کا انسداد کیا جاوے۔

مسٹر آصف علی:۔ شکایات کن کے خلاف تھیں۔

گواہ:۔ پولیس اور ملٹری کے خلاف۔

مسٹر آصف علی:۔ شکایات کی تشریح کیجیے۔

گواہ:۔ یہ کہ ملٹری اور پولیس پلوں پر سے گذرنے والوں پر زیادتیاں کرتی ہے۔

مسٹر آصف علی:۔ زیادتیوں کی تفصیل بتائیے۔

گیا ہے۔ کہا جاتا تھا کہ لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر ... کو کہا جاتا تھا۔ اور کبھی
جب ... ان کو ... بہادر کی جے کے نعرے لگانے کو کہا جاتا تھا اور
... دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اور لوگ ... مجھے یاد
نہیں۔ آگے چل کر گواہ نے کہا کہ پریس نوٹ ۲۳ کے ... الف کے ... میں
جن ... بادشاہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہی ہیں۔ جن کا ... کیا ہے اور
... میں شروع ہے کہ ... وارثوں کو ...
... جو ... گرفتار ... رہنے والوں کی ... ان
کے وارثوں کے حوالے کی گئیں۔ غالباً ان کی تعداد ۵ تھی یا ان ... کا تذکرہ
پریس نوٹ ... اور ... میں کیا گیا ہے۔ ان پانچ کے علاوہ جو ... اور
... ان میں ... کے تھے اور ایک ...

[illegible]

شکایت درج تھی۔ کہ بڈگام میں لوگوں پر ملٹری نے کچھ زیادتیاں کی ہیں لیکن کوئی خاص شکایت پیش نہ کی گئی تھی۔ بحیثیت سپلیمنٹ آفیسر میرے پاس یہ اطلاع آئی تھی۔ کہ ایک وفد وزیر اعظم سے ملاقی ہوا۔ عوام کے ہاتھ اوپر کرنے کے متعلق میں نے جو شکایت کی ہے۔ وہ میرے ذاتی علم کی بات ہے۔

مسٹر آصف علی :- بڈگام کے متعلق جو شکایات عوام کو ہیں۔ اس کے متعلق آپ نے کہیں "ہمدرد" میں تو نہیں پڑھا تھا۔

گواہ :- مجھے یاد نہیں ۔

خواجہ غلام محمد کا بیان

دوسرا گواہ صفائی خواجہ غلام محمد ڈار میونسپل کمشنر پیش ہوا۔ آپ نے کہا۔ کہ مرزا محمد افضل بیگ کے منسٹری سے مستعفی ہونے اور میاں احمد یار کے منسٹر مقرر ہونے سے لوگوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے شیخ محمد عبد اللہ کی وہ تقریر سنی جو انھوں نے عالی مسجد میں ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو کی۔

مسٹر آصف علی :- اچھا اس تقریر کا جو حصہ یاد ہو وہ پیش کیجئے۔

گواہ :- اس تقریر کا مفہوم جو میں سمجھا ہوں۔ وہ یہ تھا کہ جب تک کشمیر میں ایک ذمہ دار نظام حکومت قائم نہ کیا جائے تب تک افلاس وغیرہ دور نہیں ہو سکتا ہے۔

مسٹر آصف علی :- اس تقریر کے مفہوم سے عوام پر کیا اثر ہوا۔

گواہ :- تقریر کا اثر یہ ہوا کہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ ملزم نے جن واقعات اور حالات کا ذکر کیا ہے وہ درست ہیں۔

مسٹر آصف علی :- اس موقعہ پر آپ نے کوئی یہ آواز سنی کہ "بیعنامہ امرتسر کو توڑ دو" "کشمیر کو چھوڑ دو"۔

گواہ :- جس وقت تک میں وہاں رہا۔ میں نے ایسا کوئی نعرہ نہیں سنا

لیکن ملزم کی تقریر کا پس منظر یہی تھا۔ اور وہ بیان کر رہا تھا۔
مسٹر آصف علی: یکم مئی سے لے کر ۲۰ مئی تک (جب شیخ صاحب گرفتار ہوئے) شہر میں کوئی بلوہ یا فساد ہوا۔
گواہ: میرے علم میں نہیں۔

شیخ صاحب کی گرفتاری کے اثرات

مسٹر آصف علی: کیا آپ کو کچھ خیال ہے کہ شہر میں شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری کی خبر کس وقت مشہور ہوئی
گواہ: ۲۰ مئی کی شام کے ساڑھے آٹھ بجے
اس خبر کی تصدیق ہوئی۔
مسٹر آصف علی: ۱۹۳۱ء یا ۱۹۳۸ء کا زمانہ ذہن میں لائیے جب شیخ محمد عبداللہ گرفتار ہوتے رہے۔ کیا ایسے موقع پر فسادات ہوتے رہے ہیں۔
مسٹر سدسودن کاک: سوال پتے کا ہے۔ اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔
عدالت: وکیل ملزم اپنے سوال کی صورت تبدیل کریں۔
مسٹر آصف علی: شیخ محمد عبداللہ کی پہلی گرفتاریوں کے موقعہ پر کیا کچھ ہوتا رہا ہے
گواہ: ایسے موقعہ پر لوگ جلسے کرتے رہے۔ اور جلوس نکالا کرتے تھے ان کا مقصد صدائے احتجاج بلند کرنا ہوتا تھا۔
مسٹر آصف علی: ۲۱ مئی کی صبح کو کیا ہوا اپنے ذاتی علم سے بتایئے۔
گواہ: میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ ۱۱ اور ۱۲ بجے کے درمیان خبر آئی۔ کہ خانقاہ معلا میں گولی چلی۔
مسٹر آصف علی: اس خبر سے لوگوں کی طبیعتوں پر کیا اثر ہوا۔
گواہ: وہ سخت متاثر ہوئے اور غصے سے بھرے ہوئے تھے۔

ملٹری کی سختیاں

مسٹر [illegible] اگر آپ پر کچھ گزری ہو تو آپ کے ذاتی [illegible] آپ کی [illegible] بیان کیجیے۔

[illegible] ۲۲ مئی کی صبح کو جب میں گھر سے چلا تو سوا آٹھ بجے کے قریب [illegible] کدل کے پل کے پاس پہنچا۔ تب مجھے ملٹری نے روکا۔ میں نے [illegible] روکے جانے کی وجہ دریافت کی۔ جواب ملا کہ یا بائیسکل کندھے پر اٹھاؤ اور پل کے پار چلے جاؤ۔ میں نے سائیکل کندھے پر اٹھایا۔ اور میں پل کے پار چلا گیا۔ میں نے ایک وفادار شہری کی حیثیت میں اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ [illegible] کدل کے پاس تھا۔ اور گھر کی جانب [illegible] کے [illegible]

[illegible]

نیشنل کانفرنس میں تبدیل ہوگئی ہے۔

مسٹر آصف علی:۔ یہی تو اس کا سب سے بڑا گناہ ہے۔

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ میرا تعلق نیشنل کانفرنس کے ساتھ ہے۔ مجھے کوئی علم نہیں۔ کہ میرے وارڈ میں نیشنل کانفرنس کے ساتھ کتنے ہیں۔ مجھے کوئی علم نہیں۔ کہ میرے وارڈ میں نیشنل کانفرنس کی طرف سے کتنی حلقہ کمیٹیاں کام کر رہی ہیں۔ اتنا تو جانتا ہوں کہ شہر کے ہر محلے میں نیشنل کانفرنس کی کمیٹی موجود ہے

مسٹر ملک:۔ کیا آپ نے نیشنل کانفرنس کی طرف سے شائع شدہ پمفلٹ موسومہ "کوئٹ کشمیر" پڑھا ہے؟

گواہ:۔ جی نہیں۔

مسٹر ملک:۔ آپ نے کہا کہ آپ نے شیخ صاحب کی ۱۲ [illegible] والی تقریر سنی تھی۔ آپ وہاں کس وقت گئے؟

گواہ:۔ میں قریباً ساڑھے دس بجے رات وہاں گیا۔ اس وقت [illegible] تقریر کر رہا تھا۔ [illegible] قریباً ایک گھنٹہ وہاں رہا۔ اور جلسہ کے اختتام سے [illegible] وہاں سے چلا گیا۔

مسٹر ملک:۔ شیخ صاحب کی تقریر آپ کو [illegible]

[illegible]

مسٹر ملک:۔ [illegible] جب [illegible] حاضرین کی تعداد کیا تھی؟

گواہ:۔ [illegible] ہزار

مسٹر ملک:۔ لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا؟

گواہ:۔ جی ہاں!

مسٹر کاک :- آپ کا دفتر کہاں ہے؟

گواہ :- گنڈا سنگھ بلڈنگس میں ہے۔ اور اسی کے ساتھ پرتاپ بھون تھا ہے۔

مسٹر کاک :- ملزم کی تقاریر کے خلاف بطور احتجاج ۱۶ مئی کو پرتاپ بھون میں جتھہ داروں و سکھوں کا جلسہ ہوا۔

گواہ :- مجھے ذاتی علم نہیں۔

مسٹر کاک :- نہ ہی آپ کو علم ہوگا۔ کہ نیشنل کانفرنس والوں نے اس جلسے میں بھگدڑ مچانے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں پولیس کو مداخلت کرنا پڑی۔

گواہ :- مجھے کوئی علم نہیں۔ آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ ۱۶ مئی کو صبح پانچ بجے دفتر آیا۔ اور رات کے سوا بارہ بجے تک وہاں ہی رہا۔ میرے دفتر سے پرتاپ بھون قریباً دو صد گز دور ہوگا۔ جب میں نیشنل کانفرنس کے جلسہ میں پہنچا۔ تو ملزم عہد نامہ امرتسر کی حقیقت بیان کر رہا تھا۔

مسٹر کاک :- کیا آپ کی موجودگی میں ملزم نے اپنی تقریر میں یہ فقرہ کہا کہ ——
غلام کو بغاوت کا حق ہے۔

گواہ :- ملزم نے میری موجودگی میں یہ فقرہ نہیں کہا۔ بیان کو جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا۔ کہ ملزم نے میرے سامنے مندرجہ ذیل الفاظ کہے تھے: کہ عہد نامہ امرتسر کے بارے میں کہ یہ کس طرح وجود میں آیا۔ وہ لداخ [illegible] کا بیچ ہمارے ساتھ کی گئی ہے اس کا بدلہ ... سنگھ کے وارثوں سے لینا ہے۔

جتنی دیر میں جلسہ میں رہا۔ ملزم نے کوئی ایسے الفاظ نہیں کہے۔

مسٹر کاک :- کیا ملزم نے کانگریس کی ۱۹۴۲ء والی تحریک کا حوالہ دیا۔

گواہ :- میری موجودگی میں ملزم نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

مسٹر آصف علی :- اسے بھائی۔ کوئٹ انڈیا ابھی تو ہو رہا ہے۔

مسٹر کاک :۔ نہیں صاحب ابھی نہیں۔ پنڈت نہرو کو کہا گیا ہے۔ کہ وہ سرگودھا میں ملی جُلی حکومت قایم کریں۔
مسٹر آصف علی :۔ وہی تو ہوا نہ۔
مسٹر کاک :۔ کیا ملزم نے جلسہ میں کہا۔ کہ انہیں سردار بھگت سنگھ کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے۔
گواہ :۔ مجھے اس کا علم نہیں۔
مسٹر کاک :۔ کیا ملزم نے علامہ اقبال کی یہ نظم سُنائی ؎
اے بادِ صبا گر بہ جنیوا گذر کنی وغیرہ
گواہ :۔ جی ہاں! ملزم نے یہ نظم پڑھی۔
مسٹر کاک :۔ اس سلسلہ میں ملزم نے یہ بھی کہا۔ کہ مُردے قبروں سے کفن پھاڑ کر نکلیں گے اور کہیں گے۔ "لٹھ وگرہ راج مردہ باد" "ٹمبر کو چھوڑ دو"
گواہ :۔ میری موجودگی میں ملزم نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ آگے چل کر گواہ نے کہا کہ میری موجودگی میں ملزم نے اپنی تقریر میں یہ نہ کہا تھا۔ کہ جب تک کشمیر کا بچہ بچہ زندہ ہے۔ وہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی شرمناک غداری پر ملامت کرتا رہے گا۔
مسٹر کاک :۔ کیا ملزم نے اپنی تقریر کے دوران میں حسب ذیل الفاظ کہے تھے۔
"آج جو لوگ بھوکے، پیاسے رہتے ہیں۔ جن کے بچے دو پیسے کی دوا نہ ملنے کے باعث جان دیتے ہیں۔ ان کے خون اور پسینوں کی کمائی جو لوگ کتوں اور گھوڑوں پر خرچ کرتے ہیں وہ ظالم سے بھی بدتر ہیں۔ ان کے پھندے سے چھوٹنا ہر ایک آدمی کا فرض ہے"
گواہ :۔ مجھے یاد نہیں۔
عدالت پونے دو بجے لنچ کے لیئے برخاست ہوئی۔
لنچ کے بعد وکیل استغاثہ مسٹر مدسودن کاک کے سوالات کے جواب میں

مسٹر غلام محمد ڈار نے کہا۔ میں نے یہ نہیں سُنا کہ ملزم نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ ڈوگرہ شاہی حکومت کو ختم کرنا ہے۔ ملزم نے اپنی تقریر میں کہا تھا۔ کہ میں دہلی جا رہا ہوں۔ اور جلسے جلوس وغیرہ بند کر دینے چاہییں۔ مجھے علم ہے کہ ملزم نے عوام کو کہا۔ کہ حلقہ کمیٹیوں کو حرکت میں آنا چاہیئے۔ اور جو پروگرام ان کے پریذیڈنٹ انہیں بتائیں۔ اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

مسٹر کاک :- کیا ملزم نے مندرجہ ذیل الفاظ کہے تھے۔

"ہم سو سال کے بعد اس ڈوگرہ راج کو ختم کریں گے۔ حلقہ کمیٹیوں کو حرکت میں آنا چاہیئے۔ ان میں ڈسٹرکٹ پریذیڈنٹ آپ کو کہیں گے کہ آپ کو کیا کرنا چاہیئے۔ جنگ کا بگل بجا نہیں ہے۔ کسی وقت بجے گا۔ اس وقت تک غداری کا انتقام لو"؟

گواہ :- میں نے یہ الفاظ نہیں سنے۔

مسٹر کاک :- آپ ٹرانسپورٹ کمپنی کے کام کے سلسلے میں بہت مصروف رہتے ہیں

گواہ :- ستمبر سے ۵ بجے صبح سے لیکر رات کے ساڑھے بارہ بجے کے بعد تک اپنے کام میں مصروف رہتا ہوں۔

مسٹر کاک :- یہاں کام ستمبر اپریل سے اکتوبر کے خاتمہ تک رہتا ہے۔

گواہ :- جی ہاں!

مسٹر کاک :- اور یاد ہے آپ کا کاروبار [illegible] مصروف رہتے ہیں اور [illegible]

[illegible]

مسٹر کاک :- نہیں اس حلقہ کی [illegible] آپ کو [illegible] کو [illegible] کا موقعہ نہیں ملا۔

گواہ :- یقیناً

مسٹر کاک :- ابتدائی سوال کے جواب میں آپ نے کہا۔ کہ عوام پر ملزم کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ وہ محسوس کرتے تھے۔ کہ جن واقعات اور خیالات کا ذکر اس نے

اپنی تقریر میں کیا ہے۔ درست ہیں۔ پھر لوکل عوام کے خیالات کا علم آپ کو کیسے ہوا۔
گواہ :۔ مجھے وزیر ڈال کے ساتھ کاروباری تعلق ہے۔ چونکہ میں یہاں کا لوکل آدمی ہوں۔ اور لوگ مجھے جانتے ہیں۔ مجھے صرف بکنگ کرنا ہوتا ہے۔ لکھنا پڑھنا نہیں۔ گفتگو سے مجھے لوکل آدمیوں کے خیالات کا علم ہوتا رہتا ہے
مسٹر کاک :۔ بحیثیت ایجنٹ پنجاب ٹرانسپورٹ سروس آپ کیا کیا کرتے تھے
گواہ :۔ صرف سواریاں بک کرتا۔
مسٹر کاک :۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ مئی ۱۹۴۶ء سے قبل نیشنل کانفرنس کو نصب العین ملک چھوڑ دو یا مہاراجہ بہادر ذمہ دار نظام حکومت قائم
گواہ :۔ جی ہاں! یہ درست ہے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے اب بھی اسی کا یہی نصب العین ہے۔
مسٹر کاک :۔ ۱۶ مئی کو شیخ محمد عبداللہ نے اپنی تقریر میں عہد نامہ امرتسر کی تواریخ ظاہر کی۔ اس کا ذمہ دار نظام حکومت کے نصب العین سے کیا تعلق تھا۔
گواہ :۔ عہد نامہ امرتسر کا پس منظر بیان کر کے ملزم عوام کو سمجھانا چاہتا تھا کہ ہم لوگ کس طرح غلام بنے۔ اور ہم اب یہ جانتے ہیں کہ اس غلامی سے نکل کر اپنے حقوق [illegible] سے ذمہ دار نظام حکومت [illegible]
مسٹر کاک :۔ مئی ۱۹۴۶ء سے قبل [illegible] شیخ محمد عبداللہ کی تقریر [illegible]
گواہ :۔ [illegible] ۱۹۴۶ء [illegible]
مسٹر کاک :۔ کیا مئی سے قبل کے جلسوں میں شیخ محمد عبداللہ نے کبھی عہد نامہ امرتسر کا ذکر کیا۔
گواہ :۔ جہاں تک میرا خیال ہے ملزم نے ۱۹۴۶ء [illegible] عہد نامہ امرتسر کا کبھی ذکر نہیں کیا۔ آگے چل کر گواہ نے کہا کہ ابھی یاد میرے نوٹس میں نہیں آئی۔ کہ ملزم کی ۱۶ مئی والی تقریر سے ڈوگرہ حکومت اور ڈوگرہ شاہی خاندان

کے خلاف لوگوں کے دلوں میں غم وغصہ، نفرت یا حقارت کی لہر دوڑ گئی ہو۔
مسٹر کاک :- کیا بیعنامہ امرتسر کو اپنی تقریریں میں لانے اور وضاحت کے
ساتھ اس کی تواریخ بتانے سے ملزم کی غرض یہ تھی۔ کہ لوگوں
کے جذبات ڈوگرہ حکومت مہاراجہ بہادر اور ان کے خاندان
کے خلاف ابھارے جائیں۔
مسٹر آصف علی۔ یہ سوال اس لئے نہیں ہو سکتا۔ کہ اس میں ملزم کی غرض گواہ
سے دریافت کی جا رہی ہے۔ گواہ سے صرف یہ پوچھا جا سکتا ہے
کہ ملزم کی تقریروں سے کیا اثر ہوا۔
گواہ :- میں کیسے کہوں کہ ملزم کی غرض کیا تھی۔
مسٹر کاک :- آپ نے کہا ہے کہ میں میونسپل کمشنر ہوں۔ اور لوگوں سے ملتا ہوں
کیا آپ نے نیشنل کانفرنسیوں کو "ڈوگرہ حکومت مردہ باد، ہری سنگھ
مردہ باد" کے نعرے بلند کرتے ہوئے سنا؟
گواہ :- جی نہیں! نہ ہی ایسے نعرے غیر نیشنل کانفرنسیوں کو لگاتے سنا
آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ جب مجھے فرصت ملتی ہے۔ تو اخبار پڑھا کرتا ہوں میں
نہیں کہہ سکتا کہ کبھی میں نے ہفتوں کوئی اخبار نہ پڑھا ہو۔ میں زیادہ تر
باہر کے اخبارات پڑھا کرتا ہوں۔ جو کوئی اخبار ملے پڑھا کرتا ہوں۔ میں
زیادہ تر اخبار ٹریبیون پڑھتا ہوں میں نے نہیں دیکھا۔ کہ ۶ رمئی سنہ ۴۶ء
کے بعد جب کبھی میں اپنے دفتر سے اپنے گھر جاتا تھا۔ لوگ ٹولیوں میں نعرے لگایا
کرتے تھے۔ آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ ۶ رمئی کو رات کے ساڑھے بارہ بجے
تک میں دفتر میں رہا۔ میں نے لوگوں کو ٹولیوں میں جاتے یا نعرے لگاتے
نہیں دیکھا۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ ننج کدل میں کسی ہندو لڑکے کو ۷ رمئی
کے دن مہاراجہ بہادر کی جے پکارنے پر چھرا گھونپا گیا۔ میں نے گنپت یار سندر
کی دیواروں پر مہاراجہ بہادر زندہ باد۔ راج کمار زندہ باد کے نعرے لکھے

ہوئے دیکھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان پر پتھر پھینکا گیا ہو۔ مجھے علم نہیں ۱۹۳۱ء میں مسلم بلوائیوں نے جیل پر حملہ کیا۔ اور اسے آگ لگانے کی کوشش کی۔

مسٹر آصف علی: میں عدالت سے استدعا کرتا ہوں۔ کہ وہ استغاثہ کو اس کیس میں فرقہ وارانہ عنصر داخل کرنے کی اجازت نہ دے۔ اس سے ریاست اور عوام کو ہی فائدہ ہوگا۔ میں آپ کو تنبیہ کرتا ہوں۔ کہ اگر آپ ایسا کرتے رہیں گے۔ تو اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہیں ہوگا۔

مسٹر کاک: کیا ۱۹۳۱ء میں مہاراج گنج میں ہندوؤں کی دوکانیں لوٹ لی گئیں۔ اس مرحلہ پر وکلائے صفائی مسٹر آصف علی اور مسٹر کلم نے یکے بعد دیگرے کھڑے ہو کر پروٹسٹ کیا۔ مسٹر مدھوسودن کاک نے بھی جواب دیا اور لفظی جنگ جاری ہو گئی۔ مسٹر کلم کی استدعا پر عدالت نے اخباری نمائندوں سے کہا۔ کہ وہ اپنی رپورٹوں میں سے کارروائی کے اس حصہ کو حذف کر لیں۔ اس پر اخباری نمائندوں نے عدالت سے استدعا کی۔ کہ ان کی مرضی پر چھوڑا جائے اور پریس کی آزادی پر پابندی نہ لگائی جائے

آگے چل کر گواہ نے کہا۔ کہ میں نے ذمہ وار افسروں کی توجہ اس طرف نہیں دلائی۔ کہ مجھے ملٹری والوں نے گاؤکدل پل کو سائیکل کندھے پر رکھ کر عبور کرنے کے لئے کہا۔ کیونکہ عوام کے ساتھ ہر جگہ ایسا ہی سلوک ہو رہا تھا۔ ۲۵ مئی ۱۹۴۶ء کو پروفیسر سروانند کھمو کے ساتھ میری کوئی بات چیت نہ ہوئی۔ جبکہ انہیں ملٹری والوں نے گاؤکدل پل کو دوڑتے ہوئے عبور کرا دیا۔ ان دنوں کرفیو آرڈر کے تحت لاٹھیاں لے کر راہِ عام پر چلنا ممنوع تھا۔ میونسپلٹی کے تمام مسلم ممبر نیشنلسٹ ہیں۔ مسٹر سری کنٹھ ہکو میونسپل کمشنر۔ پنڈت نرنارون ٹینگ میونسپل کمشنر۔ پنڈت شمبھو ناتھ در میونسپل کمشنر۔ اور پنڈت شیو نرائن فوطیدار میونسپل کمشنر سب کے سب یووک سبھا کے ممبر ہیں۔ ۲۱ مئی اور اس کے بعد میونسپلٹی

کے متعدد اجلاس ہوئے ان اجلاسوں میں ملٹری کی زیادتیوں کے خلاف کوئی قرارداد پیش نہ ہوئی۔ چند کرال محلہ کے پتھر اکھاڑے گئے تھے۔ برباتہ محلہ اور زیر بستان میں بھی اس قسم کا نقصان ہوا تھا۔ منور آباد پل کے جنگلہ کے دو تختے اتار دیے گئے تھے۔ پھر یہ پنڈت پیوند پارٹی کے ہمراہ یتیم خانہ ٹینکی پورہ میں ایک کراس فریم اکھاڑی ہوئی دیکھی۔ میرا اندازہ ہے کہ گاؤ کدل بجلی گھر سے لے کر فتح کدل کے سرے تک اور اپر سکنٹھو سے منور آباد تک ہے۔ مجھے شہر کے باقی حصوں میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

مسٹر کاک :- آپ نے کہا تھا کہ عوام شیخ محمد عبداللہ کے خیالات سے متفق تھے عوام سے آپ کی کیا مراد ہے۔ کیا اس لفظ سے آپ کا مطلب صرف نیشنل کانفرنس سے ہے یا اس میں "مسلم کانفرنس" "سنگھ سبھا" "یوک سبھا" وغیرہ کے ممبر بھی شامل ہیں۔

مسٹر آصف علی :- اس قسم کے سوالات سے مقدمہ خواہ مخواہ طول پکڑے گا۔ میرا خیال ہے کہ اس قسم کے سوالات دائرہ کو وسیع کرتے ہیں۔

گواہ :- عوام سے میری مراد تمام لوگوں سے ہے۔ ہندو مسلمان اور سکھ۔ مجھے جن لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ وہ سب [illegible]

[illegible]

مسٹر کاک :- [illegible]

گواہ :- [illegible]

اس کے بعد [illegible] ملزم مسٹر آصف علی نے گواہ پر مکرر سوالات کیے۔ گواہ نے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ نیشنل کانفرنس میں ہندو مسلمان سکھ شامل ہیں۔ جب مہاراجہ بہادر وسط مشرق سے واپس آئے تو شیخ محمد عبداللہ اور نیشنل کانفرنس کی طرف سے بڑے پیمانہ پر ان کا استقبال کیا گیا۔

مسٹر آصف علی: ڈوگرہ شاہی اور نوکر شاہی وغیرہ سے آپ کی کیا مراد ہے [illegible]

جواب: یعنی ڈوگرہ شاہی سے مراد ڈوگروں کی زیادتی ہے۔

ملزم شیخ محمد عبد اللہ نے درخواست کی تھی کہ گواہ استغاثہ [illegible] حفیظ اللہ نے سلطی واردات [illegible] جو بیان کا ترجمہ کیا ہے اس کی نقل دی جائے۔ عدالت نے اس درخواست کو ضروری کارروائی کے لئے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس بھیجا [illegible] استدعا کی۔ کہ زیر حراست گواہوں [illegible] سپرنٹنڈنٹ [illegible] مسٹر [illegible] کا ناشتہ [illegible] پہریوں تک لایا گیا ہے۔ [illegible]

[illegible]

شہدا کو غسل کی ضرورت نہ تھی۔

"کوئٹ کشمیر" اور "نیا کشمیر"

سابق منسٹر گواہوں کے کٹہرہ میں نہ لایا جاسکا۔

سری نگر ۱۴ اگست ۔ بائیسویں پیشی ۔ مقام بادامی باغ چھاؤنی

آج حسب معمول شیخ محمد عبداللہ صاحب کے خلاف عدالتِ سیشن جج میں مقدمہ پیش ہوا۔ وکلائے استغاثہ و صفائی حاضر تھے۔ شیخ محمد انور صاحب اسسٹنٹ اکاؤنٹس آفیسر اور مولوی محمد سعید صاحب مسعودی جنرل سیکرٹری نیشنل کانفرنس بطور گواہان صفائی پیش ہوئے۔ چونکہ عدالت سے شیخ محمد عبداللہ صاحب نے باقی گواہ ترک کرنے کی استدعا کی۔ اس لیے آج کارروائی جلد ختم ہوگئی۔ اب کل سے وکلاء کی بحث شروع ہوگی۔

شہدا کی نعشوں کی تجہیز و تکفین

شیخ محمد انور صاحب۔ اسسٹنٹ اکونٹس آفیسر فرسٹ اکونٹنٹ

جنرل گواہ صفائی نمبر ۴ نے بہ اقرار صالح بسوال وکیل صفائی پنڈت جیا لال کلم کہا کہ آنریبل سٹورتھ جو میں [illegible] سے شروع ہوئی۔ [illegible] مجسٹریٹ مقرر ہوا تھا۔ [illegible] مجسٹریٹ ہوں [illegible] تھا۔ [illegible] تعینات تھا۔ [illegible] علاقہ [illegible] شامل تھا [illegible] ان کی تعداد چار کے قریب تھی۔ مجھے [illegible] [illegible] بتایا تھا کہ ان نعشوں کی تجہیز و تکفین میرے

ذمے ہے۔ چنانچہ میں نے اُن نعشوں کو باغ نگر ہل کے قبرستان میں دفن کرایا۔ ہم اُن نعشوں کو ہسپتال سے ملٹری ٹرکوں میں قبرستان تک لے گئے۔

بسوال وکیل صفائی کہا۔ میں نے ہسپتال میں بارہ بجے رات اُن چار نعشوں کے وارثوں کو کہا تھا۔ اگر وہ چاہیں۔ تو ان نعشوں کو غسل دیا جا سکتا ہے۔ اور کفن بھی دیا جاسکتا ہے۔ وارثوں نے جواب دیا۔ کہ یہ متوفی شہید ہیں۔ اس لیے ہم ان کو غسل نہیں دیں گے۔

بسوال دیگر کہا۔ کفن اُن نعشوں کو قبرستان میں دیا گیا۔ وہ کفن انجمن ہمدردِ اسلام نے مہیا کیا تھا۔ کیونکہ اس انجمن کے پاس ایسا کرنے کے واسطے انتظام ہوتا ہے خرچ محکمہ پولیس نے تکفین کا برداشت کیا۔

ان نعشوں کو رات کے دو بجے دفن کیا گیا تھا۔ مجھے متوفیوں کے ورثا کے نام معلوم نہیں۔ البتہ وہ اپنے کو پیرزادے ظاہر کرتے تھے۔

متوفیاں میں سے غالباً ایک کا نام عتیق اللہ اور دوسرے کا نام غالباً غلام حسن تھا۔ باقی دو کے نام مجھے یاد نہیں۔

متوفیوں کی نمازِ جنازہ ہم نے قبرستان میں پڑھی تھی۔ اور میں خود بھی اس نماز میں شامل تھا۔ امام مسجد سرائے بالا نے امامت کی تھی۔

وکیل سرکار نے گواہ پر جرح نہ کی۔ گواہ کی گواہی کے خاتمہ پر پنڈت جیالال کلم نے عدالت سے استدعا کی کہ ہم نے

کورٹ کشمیر کا مطلب

غیر مصدقہ طور پر سنا ہے۔ کہ حکومت نے مسٹر بیگ کو بیمار کی استدعا پر از راہِ مہربانی یہاں لایا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو پھر ان کو گواہ صفائی کے طور پر یہاں حاضر کیا جائے۔ تا ان کی شہادت قلمبند کی جا سکے۔ اس پر وکیل سرکار پنڈت کاک نے کہا [illegible] متعلق [illegible] ہے [illegible] ہیں ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اگر یہ بات [illegible] تو [illegible] ان کو حاضر کر دیں گے [illegible]

عتراف نہ ہوگا۔ کافی انتظار کے بعد ان کے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آیا ان کو

کو یہاں لایا گیا ہے یا نہیں۔ استغاثہ نے مولانا محمد سعید مسعودی کو گواہی کیلئے

عدالت کے سامنے پیش کیا۔ مولانا سعید شہادت سے متعلق نظر آتے تھے

مولانا محمد سعید کو استغاثہ کا گواہ نمبر ۳ کے بیان جلال کو اپنے وکیل صفائی

کے سوال کے جواب میں کہا کہ شیخ محمد عبداللہ کا جنرل سیکرٹری تھا۔ جموں کشمیر

کتابچہ [illegible]

[illegible] نمبر [illegible]

KASHMIR میں یہ دیکھ رہی ہے [illegible] کی طرف سے [illegible]

جنرل سیکرٹری [illegible]

[illegible]

گرفتاری کے بعد سری نگر میں آیا تھا۔ کتاب کوئٹ کشمیر QUIT KASHMIR
میں نے اپریل ۱۹۴۶ء کے آخر میں شایع کی۔ اس کتاب QUIT
KASHMIR میں جو نصب العین درج ہے۔ اس کی اشاعت اخبار خدمت میں
پہلے بھی ہوتی رہی۔ اور اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد بھی ہوتی رہی۔ کتاب کوئٹ
کشمیر QUIT KASHMIR ملزم کی وہ تحریر ہے۔ جو کہ نیشنل کانفرنس
کی طرف سے کیبنٹ مشن کی خدمت میں بطور میمورنڈم پیش کی گئی۔ میں سال
۱۹۳۱ء سے نیشنل کانفرنس کا جنرل سکریٹری ہوں۔

بسوال وکیل سرکار گواہ نے کہا۔ کہ میں بحیثیت اخبار نویس پریس اور پبلیکیشن
ریگولیشن سے واقف ہوں۔ کہ بغاوت (SEDITION) کا اخبار میں شایع
کرنا بغاوت کے مترادف ہے۔

عدالت نے وکیل سرکار سے پوچھا۔ کیا آپ جانتے ہیں۔ کہ اگر یہ قانون سے واقف
نہ ہو۔ تو کیا یہ مجرم نہ ہو سکتا تھا۔ ان کا وہ کیس میرے سامنے نہیں۔ اس لیے
اس سوال کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

وکیل سرکار نے جواب دیا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہم صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں
کہ ملزم نے جو تقریریں کی ہیں۔ ان کے تراشے اعتراض جیسے اخبار خدمت میں شایع
نہیں کیے گئے۔

[illegible] پنڈت کلم وکیل صفائی نے گواہ صفائی سے پوچھا۔ کہ کیا نیا کشمیر
کا یہ آئینی خاکہ منسوخ ہوا ہے۔ جواب نہیں۔ گواہان صفائی کی شہادت [illegible]
[illegible] ختم کی گئی۔ کہ باقی گواہوں کو [illegible] تھے [illegible] اور [illegible]
[illegible] اس پر اسکیوٹر نے پنڈت کلم کو اس بات سے آگاہ کیا۔ کہ [illegible]
[illegible] ہوا ہے۔ کہ مسٹر ہیگ کو یہاں نہیں لایا گیا ہے۔ [illegible]
عدالت کی کارروائی ختم ہو گئی [illegible] مسٹر آصف علی وکیل [illegible]
[illegible] سرکار اس کا جواب [illegible] گئے۔

مقدمہ کی منظوری کے ناجائز ہونیکے وجوہ۔ اصل آرڈر ہی درست نہیں

بین الاقوامی قانون کی رُو سے انسانوں کی خرید و فروخت ممنوع

وکیل صفائی مسٹر آصف علی کی ہنگامہ خیز بحث

سری نگر - ۱۵ اگست - تیلیسوین پیشی - مقام بادامی باغ چھاؤنی

آج مقدمہ کی کارروائی ساڑھے گیارہ بجے عدالت سیشن میں شروع ہوئی۔ استغاثہ کی طرف سے پنڈت مادسودن کاک اور ملزم کی طرف سے مسٹر آصف علی پیروی کرتے تھے۔ چونکہ آج سے اس مقدمہ کا آخری دور یعنی وکلاء کی بحث شروع ہے اسلئے آج کمرہ عدالت میں تماشائیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

مسٹر آصف علی نے ساڑھے گیارہ بجے بحث شروع کی۔ اور پانچ بجکر دس منٹ تک (جبکہ عدالت برخاست ہوئی) اپنی تقریر جاری رکھی۔ بیچ میں صرف سوا گھنٹہ لنچ کے لیے وقفہ ہوا۔ آپ نے بحث انگریزی میں کی۔

استغاثہ میں غیر متعلقہ امور

مسٹر آصف علی نے عدالت کی طرف مخاطب ہوکر کہا۔ تقریباً تین ہفتہ کی طویل محنت کے بعد یہ مقدمہ اپنے اختتام کی منزل کی طرف آ رہا ہے۔

استغاثہ نے بزعم خود بڑے غور و فکر کے بعد مرتب کیا ہے۔ مگر یہ بالکل سادہ اور بے گناہ تقاریر کے متعلق ہے۔ استغاثہ ایسی باتوں کو بیچ میں لایا ہے جو غیر متعلقہ ہیں۔ جن کو اصل مقدمہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

نئی تاریخ کی تخلیق

یہ مقدمہ ایک نئی تاریخ کی تخلیق کا موجب بنا ہے۔ ملزم نے عدالت کے سامنے جو بیان دیا ہے۔ وہ آزادی کا چارٹر ہے۔ اور مستقبل میں اسے یاد رکھا جائے گا۔ یہ مقدمہ شیخ محمد عبداللہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ عوام کے حقوق کے خلاف مقدمہ ہے۔

مقدمہ کی اہمیت

اس مقدمہ نے ریاست اور بیرون ریاست میں ایسی اہمیت اختیار کر لی ہے کہ ہندوستان کی مقتدر ہستیوں مثلاً مہاتما گاندھی۔ مولانا آزاد۔ پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار پٹیل نے اس سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ وائسرائے ہند لارڈ ویول اور نواب صاحب بھوپال چانسلر چیمبر آف پرنسز کو بھی اس کے متعلق آگاہی حاصل کرنی پڑی۔ ریاست اور بیرون ریاست کے پریس نے اسے یکساں اہمیت دی۔ اور اس کے لئے اپنے زیادہ سے زیادہ کالم وقف رکھے۔ نتیجتہً اس مقدمہ نے ایک نئی تاریخ کی بنیاد ڈالی ہے۔ استغاثہ بھی اسے ایک معمولی مقدمہ بغاوت نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اس نے ریاست کے آئین کی جڑوں کو کھوکھلا بنا دیا ہے۔ لیکن یہ مقدمہ عوام کے بنیادی حقوق کی ترجمانی کرتا ہے۔ یہ مقدمہ اس امر پر مبنی ہے کہ کیا عوام کو ذمہ دار نظام حکومت کا بنیادی مطالبہ پیش کرنے کا حق ہے؟ استغاثہ نے اس حق کو چیلنج کیا ہے۔ ملزم نے جو تقریریں کیں اور جن کی بناء پر مقدمہ دائر کیا گیا ہے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ عوام کو ایسا نظام حکومت دیا جائے جس میں عوام کی حکومت عوام کی خاطر عوام کے ذریعہ ہو۔

انسانی ضمیر کی آواز

آج جبکہ کیبنٹ مشن اور ہندوستانی لیڈران کی باہمی مصالحت کے نتیجہ میں ہندوستان آزادی کے دروازہ پر پہنچ رہا ہے۔ کیا اس قسم کی آواز بلند کرنا گناہ ہے۔ یہ انسانی ضمیر کی آواز ہے۔ اگر آپ نے اسے سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا ہے۔ تو بھی یہ سلاخوں میں سے گذر کر یا انہیں توڑ کر باہر نکل آئے گی۔

آج کل نظام حکومت عوام کی مرضی پر ہی قائم ہو سکتا ہے۔ کسی ایسے سمجھوتہ پر نہیں جو سنو سال پرانا ہو۔ اور جسے کسی بین الاقوامی عدالت میں مسترد کیا جا سکتا ہو۔ شیخ محمد عبداللہ کے خلاف مقدمہ چلانا حکومت کا غلط اقدام ہے۔ یہ مقدمہ شیخ محمد عبداللہ کے خلاف نہیں بلکہ جملہ اقوام کے خلاف ہے۔

عدالت کے اہم فرائض۔

میں اس پر بحث کرنے سے قبل عدالت کی توجہ اس کے فرائض کی طرف مبذول کراؤں گا۔ میں اس کی توجہ فیڈرل کورٹ کے ایک فیصلہ کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ ایسے مقدمہ میں ایک جج کو کیا کرنا چاہیے کلکتہ ہائی کورٹ نے بغاوت کے ایک مقدمہ کا جو فیصلہ کیا تھا۔ فیڈرل کورٹ نے اس کے فیصلہ سے اتفاق نہیں کیا۔ اور اپنے فیصلہ میں لکھا۔

"اگر دفعہ [illegible] ضابطہ فوجداری کی زبان کے لفظی معنوں کو لیا جائے تو [illegible] بیشمار [illegible] کے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلایا جا سکتا ہے"

یہ [illegible] عدالت کا فیصلہ ہے۔ ایسے مقدمات میں جج کو [illegible] بحیثیت جج کام کرنا [illegible] جمہوریت کی حیثیت میں بھی عوام کا [illegible] نہیں ہوتا [illegible]

خواہ آشنام یوم

[illegible] ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے [illegible] مئی [illegible] مختلف مقامات پر تقریر [illegible] کے خلاف [illegible] مئی کی تقریر [illegible] یہ مقدمہ چلایا گیا ہے۔ [illegible] ۹ – ۱۰ [illegible] مئی کی [illegible]

۲۰ مئی کو ملزم گرفتار ہوا۔ اس کے بعد [illegible] مئی کا [illegible] اور [illegible] یوم میں تبدیل ہوا اور [illegible] خونریزی و ظلم و ستم [illegible]

سیاہ ترین باب

[illegible] عوام کو [illegible] چند [illegible]

میں اس دور کو کشمیر کی تواریخ کا سیاہ ترین باب کہوں گا۔ کشمیر کا کہ ینات پر غوث اور ظلم کی حکومت تھی۔

اگر اس سے پہلے کہیں جھگڑے ہوئے۔ تو وہ شیخ محمد عبداللہ کی تقاریر کا نتیجہ نہ تھے۔ بلکہ سیاسی پارٹیوں کی باہمی مخاصمت کا نتیجہ تھے۔ اور وہ انفرادی نوعیت کے واقعات تھے۔ فتح کدل کا واقعہ ایک مضحکہ خیز کیس تھا۔ ۱۷ مئی کا دن استغاثہ کی نظروں میں بہت اہم ہے۔ اس دن نوجوانوں کی ایک ٹولی کو خیال ہوا کہ شیر کی کچھار میں جاکر اسے ستایا جائے۔ یعنی چند نوجوان فتح کدل گئے اور وہاں تصادم ہوا۔

(نوٹ ا۔ اس مرحلہ پر باہر ملٹری والوں نے باہر بندوقیں چلانے کی مشق شروع کر دی۔ اور اس شور میں عدالت کی کارروائی جاری رکھنی مشکل ہو گئی۔ اس لیے چند منٹ کے لیے عدالت نے عارضی طور پر کارروائی بند کر دی)

منظم تشدد کا شور ختم

یہ شور ختم ہونے پر مسٹر آصف علی نے بحث کو پھر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اب جبکہ باہر منظم تشدد کا شور ختم ہوا ہے ہم اپنا کام جاری کریں گے۔

گرفتاری ناجائز تھی

۲۰ مئی کو غالباً وزیر اعظم کے دستخطوں سے ایک حکم جاری ہوا۔ جس کی رو سے ملزم کے خلاف مقدمہ چلانے کی منظوری دی گئی۔ ملزم کو گڑھی کے مقام پر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے گرفتار کیا۔ وہ ہوائی گھوڑوں پر سوار یہاں سے ملزم کو گرفتار کرنے کے لیے گیا۔ میرا دعوےٰ ہے۔ کہ ملزم کو کسی واضح الزام کے بغیر ہی ایسے حالات میں گرفتار کیا گیا۔ کہ ان کے متعلق غیر مذہب کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ تو بے جا نہ ہوگا۔

وکیل استغاثہ :۔ وکیل صفائی کو اپنی بحث میں صرف انہی باتوں کو لانا چاہیے جن کا

اندراج ریکارڈ پر ہے۔

مسٹر آصف علی نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ جہاں تک جرم بغاوت کا تعلق ہے۔ یہہ قابل دست اندازی پولیس نہیں ہے۔ آپ نے بغاوت کی تشریح کرتے ہوئے کہا۔ کہ اکیس تاریخ سے پہلے ایسے اثرات پیدا نہیں ہوئے تھے۔ جن سے یہہ بغاوت کا جرم بنا۔ کیونکہ کوئی بدامنی یا بغاوت نہیں ہوئی تھی۔ اور پولیس کے پاس گرفتاری کے لیے جواز نہیں تھا۔ جہاں تک ڈیفنس رولز کے تحت گرفتاری کا تعلق ہے۔ یہہ محض ایک اوٹ ہے۔ اور گرفتاری ناجائز۔ اور گورنمنٹ کی نیت مشکوک بنتی ہے۔ انھوں نے ایک ایسے شخص کو قید کیا ہے جو کہ واقعات کی بنا پر ناکردہ گناہ ہے۔ اور ڈیفنس رولز اس کے خلاف استعمال نہیں ہو سکتے۔

عدالت:۔ وزیر سروپ چند سپرنٹنڈنٹ پولیس کے بیان سے ظاہر ہے کہ ملزم کے خلاف ڈیفنس آف کشمیر کے تحت بھی ایک مقدمہ ہے۔

وکیل صفائی مسٹر آصف علی:۔ یہہ ثابت نہیں ہو سکتا یہہ غلط ہے۔

مقدمہ کی منظوری ناجائز

مسٹر آصف علی نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ اب میں مقدمہ کے ایک اور پہلو کو لیتا ہوں۔ اور وہ مقدمہ کی منظوری ہے۔ پہلے تو یہہ منظوری تابع منظوری مہاراجہ بہادر ہے۔ اس کے بعد مہاراجہ بہادر کے اس پر جو دستخط ہیں۔ وہاں صرف ہز ہائی نس لکھا ہے۔ قانونی نکتہ کے لحاظ سے یہاں مہاراجہ جموں و کشمیر ہونا چاہیے۔ آئین کی رو سے اگر مہاراجہ بہادر ان کونسل نہ ہو۔ اور صرف ہز ہائی نس کے دستخط ہوں تو یہ حکم ناجائز بنتا ہے۔ میں مہاراجہ بہادر کے حفظ مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے باادب پوچھتا ہوں۔ کہ یہہ کس مقام کے مہاراجہ ہیں۔ یہاں مہاراجہ جموں و کشمیر ہونا لازمی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ریاست کے سردار اس سے ماقبل اس بات سے واقف نہ

تھے۔ کیونکہ یہہ حکم تابع منظوری مہاراجہ بہادر جاری ہوا ہے۔
جنرل کلازز ایکٹ کی دفعہ ۲۳ کے تحت حکومت کی تشریح کونسل ہے۔ لیکن استغاثہ کی منظوری کونسل نے نہیں دی۔ میرا دعوے ہے۔ کہ مقدمہ کی منظوری وزیر اعظم نے دی۔ اور ایسا کرتے ہوئے عجلت سے کام لیا گیا۔ استغاثہ چلانے کا آرڈر ملاحظہ کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وزیر اعظم نے مہاراجہ بہادر کی منظوری حاصل کرنے سے قبل ہی استغاثہ کی منظوری دیدی۔

عدالت:۔ کیا آپ نے استغاثہ کے حکم کو دیکھا ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے۔
بائی آرڈر ان کونسل۔

مسٹر آصف علی:۔ یہہ کافی نہیں۔ کیونکہ کونسل کی کوئی باقاعدہ میٹنگ نہیں بلائی گئی۔ کیا کونسل کی کارروائی کتاب میں اس کا اندراج موجود ہے
میں سمجھتا ہوں۔ کہ جی حضوریوں کی رسم کو پورا کرنے کے لئے مہاراجہ بہادر کے تائیدی دستخط حاصل کر لئے گئے۔ کیا کونسل مہاراجہ کے بغیر مکمل کہلا سکتی ہے۔

وکیل استغاثہ مسٹر کاک:۔ جی ہاں! آپ کانسٹی ٹیوشن ایکٹ دیکھیے۔
مسٹر آصف علی:۔ نہیں مہاراجہ بہادر کے بغیر کونسل نامکمل ہے۔
گورنر جنرل کے بغیر کونسل غیر مکمل ہوتی ہے۔

عجلت کی وجہ؟
پرائم منسٹر کے خلاف مطالبہ تحقیقات

میرا مطلب اس اظہار سے یہ ہے۔ کہ اس میں اس قدر عجلت کیوں کی گئی۔ کہ تابع منظوری اس حکم کو جاری کیا گیا۔ یہہ کوئی قتل کا جرم نہیں تھا۔ کہ مجرم بھاگ جاتا۔ اور اس کی گرفتاری اسی مرحلہ پر ضروری تھی۔ اصل بات دوسری ہے۔ جو ملزم نے اپنے بیان میں کہی ہے۔ کہ اس نے اپنی تقاریر میں آنریبل پرائم منسٹر پر الزامات عائد کئے۔ اور ان کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن کا مطالبہ

گیا۔ یہہ الزامات الم نشرح ہو کہ لوگوں کے مطالبات بنے۔ اس لیئے اپنے بچاؤ کی خاطر پرائم منسٹر نے بہ عجلت گرفتاری عمل میں لا کر مقدمہ چلایا۔ اور حکم تابع منظوری ہی جاری کیا۔ میں حضور مہاراجہ بہادر کے حفظِ مراتب کا خیال رکھتے ہوئے کہوں گا۔ کہ اس سے مہاراجہ بہادر کی پوزیشن صفر کے برابر رہ جاتی ہے۔ اور کونسل عضو معطل۔

جیساکہ ملزم نے اپنے بیان میں کہا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ وزیر اعظم اپنی خاص پالیسی بروئے کار لانے کے لیئے بے تاب تھا۔ عوام نے وزیر اعظم کی کارکردگی کے متعلق تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ اس لیئے اس نے اس آواز کو دبانے کے لیئے مہاراجہ بہادر کا نام سامنے لایا۔ اور کہا۔ کہ ان پر حملہ کیا گیا ہے یہہ ہے۔ مقدمہ چلانے کی منظوری کا سارا قصہ۔ وزیر اعظم نے مہاراجہ بہادر کو اس معاملہ میں سوچنے کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ محض الفاظ "بائی آرڈر ان کونسل" سے میرے دعویٰ کی تردید نہیں ہوتی۔

عدالت:۔ استغاثہ کا آرڈر ملاحظہ کرکے میں یہہ لازماً فرض کروں گا۔ کہ یہہ کونسل کی منظوری سے جاری ہؤا ہے۔

مسٹر آصف علی:۔ یہہ آپ کا کام ہے۔

عہد نامہ امرتسر

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا۔ اب ملزم کے خلاف عاید کردہ الزام پر بحث کروں گا۔ قبل ازیں میرے رفیق اس بات کو پیش کر چکے ہیں کہ عدالت موجودہ مقدمہ کو سماعت کرنے کی مجاز نہیں۔ اس کو کوئی ماتحت مجسٹریٹ ہی سن سکتا تھا۔ سیشن جج نہیں۔ بہر کیف اس عدالت میں اس کی سماعت جو ہو چکی ہے۔ اس لیئے اب میں ملزم کے خلاف عاید کردہ الزامات کو سامنے لاتا ہوں۔ آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ ملزم کے خلاف حکومت (جو کہ از روئے قانون قایم ہے) کے خلاف منافرت پھیلانے کا الزام ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ یہہ حکومت

کس قانون کی رُو سے قایم کی گئی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ استغاثہ اس کے جواب میں جموں اینڈ کشمیر کانسٹی ٹیوشن ایکٹ پیش کرے۔ لیکن اس ایکٹ کو مرتب کرنے کا حق مہاراجہ بہادر کو ہے۔ جنھوں نے یہ حق ۱۸۴۶ء ایسٹ انڈیا کمپنی سے حاصل کیا۔ اس عہد نامہ کی دفعہ ۳ بین الاقوامی قانون کی رُو سے قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ بین الاقوامی قانون کے تحت انسانوں کی خرید فروخت ممنوع قرار دی گئی ہے۔ اسی پر سارا معاملہ مبنی ہے۔ اس قسم کے عہد نامے عوام اور والیان ریاست کے باہمی تعلقات کو متاثر نہیں کر سکتے۔ کیبنٹ مشن نے اعلان کیا ہے۔ کہ اقتدار بالا ختم ہو جائے گا۔ اندریں حالات ان عہد ناموں کے خلاف آواز بلند کرنا جرم نہیں۔ بلکہ ریاستی عوام کی حقیقی ترجمانی کرنے کے مترادف ہے۔ ملزم نے اپنی تقریروں میں سر شاہ سلیمان اور سر محمد اقبال کی ان کوششوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جو وہ عہد نامہ امرتسر کی تنسیخ کے لئے کرتے رہے یہ بغاوت نہیں۔ یہ نافرمان برداری نہیں۔ بلکہ ایک اہم نقص کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ جو مطلق العنانیت کے خلاف ہے۔ "کوئیٹ کشمیر" پمفلٹ میں جگہ جگہ لکھا گیا ہے۔ کہ ریاستی لوگ مطلق العنان ڈوگرہ ہاوس سے آزادی چاہتے ہیں۔ دُنیا میں اب تاجداروں کی تعداد بہت قلیل رہ گئی ہے اب عوام کے مقابلے میں حکومت کے "خدائی حق" (DIVINE RIGHT) کا نام تک نہیں لیا جاتا۔ اب تمام حق عوام کا ہے۔ جو محنت کرتے ہیں اور دولت پیدا کرتے رہیں

مہاراجہ بہادر کا اعلان آزادی

آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ میں بغاوت کے بین الاقوامی پہلو کو پیش کر چکا ہوں۔ اب میں اس کے ایک محدود پہلو کو زیر بحث لاتا ہوں۔ میں عدالت کی توجہ مہاراجہ کشمیر کے اس بیان کی طرف دلاتا ہوں۔ جو انھوں نے کرپس مشن کے موقعے پر ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو جاری کیا۔ جس وقت یہ بیان جاری کیا گیا اس وقت مہاراجہ بہادر کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ ہندوستان کے متعلق حکومت برطانیہ کا فیصلہ

کیا ہوگا ۔ اب تو اس کا فیصلہ منظر عام پر آ چکا ہے۔ یعنی سرداری ختم ہونی چاہیئے اور ہندوستان کو آزاد ہونا چاہیئے ۔ اس بیان میں مہاراجہ بہادر نے تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ حکومت برطانیہ کے تابع ہیں۔

اب اگر ملزم نے کہا کہ ہم غلاموں کے غلام ہیں تو کونسا گناہ کیا۔ یہی بات مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہرلال بلکہ تمام ہندوستان کہتا ہے ۔ مہاراجہ بہادر نے ایک روشن دماغ حکمران کی حیثیت میں جن autonomous units کا اس بیان میں ذکر کیا۔ وہ مطلق العنانیت اور خود مختاری کے متضاد ہے۔ اسلئے اگر ملزم نے ملک میں خود مختار حکومت کا مطالبہ کیا تو کیا برا کیا۔ مہاراجہ بہادر نے اس بیان میں باضابطہ حکومت کا ذکر کیا ہے۔ اگر مہاراجہ بہادر اس کو عملی جامہ پہنائیں گے تو مجھ سے زیادہ اور کوئی خوش نہیں ہوگا۔ یقیناً موجودہ حکومت کو (جس میں غلط کار منسٹر مہاراجہ بہادر کے سامنے جواب دہ ہے) باضابطہ حکومت نہیں کہا جا سکتا ملزم محض اس قسم کے نظام حکومت کے لیئے آواز بلند کر رہا تھا۔ ملزم محض یہ چاہتا ہے کہ ریاست میں مہاراجہ بہادر کی زیر سرپرستی ایک ذمہ دار نظام حکومت قائم کیا جائے۔ وہ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا۔ اس بیان میں مہاراجہ بہادر نے کہا ہے کہ آزادی ہمارا نعرہ ہونا چاہیئے۔ گلا گھونٹنے والی پابندیوں اور مفلوج کن کنٹرول سے آزادی" کس قدر پاکیزہ خیالات ہیں میں عدالت کو یقین دلاتا ہوں میرے لیئے یہ دل خوش کن نہیں کہ حکومت کشمیر کو اس استغاثہ سے تعلق ہے حکومت فرسودہ ہو چکی ہے۔ اس کو اگر قائم رہنا ہے تو اسے بدلنا ہوگا۔ بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا کہ بال گنگا دھر تلک کے مقدمہ بغاوت میں جسٹس شاہ نے لکھا تھا۔ کہ اس قسم کے کیس میں ملزم کی تقریر کو بحیثیت مجموعی لینا چاہیئے۔ محض ایک خاص جملہ یا ایک سخت لفظ کو پکڑ لانا ٹھیک نہیں ہے بلکہ پراسیکیوٹر کو اس کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔ اس ریاست میں بھی بورڈ آف جوڈیشل ایڈوائزرس نے اس اصول کو سرکار بنام پریم ناتھ بزاز کے مقدمہ میں تسلیم

کیا ہے۔ ملزم کی تقریروں کا جائزہ لیتے وقت ہمیں اس اصول کو خاص طور ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔ جملوں اور الفاظ کو مفہوم سے علیحدہ کر کے کسی کو موردِ الزام ٹھہرانا درست نہیں۔ آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا کہ اگر دس سال قبل ہندوستان میں ہندوستان چھوڑ دو کا نعرہ بلند کیا جاتا تو اس بلند کرنے والے کو لمبے عرصے کی سزا ملتی۔ لیکن آجکل جبکہ سیاسی بیداری پھیل چکی ہے۔ اس قسم کا نعرہ عام ہو گیا ہے۔ بچے بھی اسکو بلند کر رہے ہیں۔ اسی طرح اب "کشمیر چھوڑ دو" "حیدرآباد کو چھوڑ دو" کے نعروں پر بھی کسی کو سیخ پا نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مطلق العنانیت کو چھوڑ دو اور بے فکر ہو کر رہو۔ نظامِ حکومت پر نکتہ چینی کرنا بغاوت نہیں۔ ملزم بھی محض نظام حکومت کی تبدیلی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ نیو کشمیر۔ جس میں یہی مطالبہ پیش کیا جاتا ہے۔

عدالت:۔ نیو کشمیر ۱۹۴۲ء میں شایع کیا گیا ہے اور کوئٹ کشمیر ۱۹۴۶ء میں شایع ہوا۔

مسٹر آصف علی:۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے میں یہ ثابت کروں گا۔

کوئٹ کشمیر کی اصلیت

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا۔ "کوئٹ کشمیر" میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے اس کے پہلے پیرگراف میں لکھا ہے کہ ہم مطلق العنان ڈوگرہ ہوس سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ مطلب صاف ہے مطلق العنانیت کو ترک کر دو ڈوگرہ ہوس بحال رہے گا۔ اس میں کونسی برائی ہے۔ اب کہ ہندوستان اپنے لیئے آزاد آئین مرتب کر رہا ہے۔ ہمیں حق ہے کہ اس ملک میں بھی ذمہ دار نظام حکومت کا مطالبہ کریں۔ "کوئٹ کشمیر" کے صفحہ ۱۸ پر مطالبہ کیا گیا ہے کہ ریاست کشمیر کے عوام کو یہ حق ہونا چاہیئے۔ کہ وہ مجلس آئین ساز میں اپنے نمائیندوں کو بھیجدیں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ اس میں کونسی قباحت ہے۔ آپ "کوئٹ کشمیر" پمفلٹ کو پڑھیں آپ

صرف اس نتیجہ پر پہنچیں گے۔ کہ یہ ایک معقول اور آئینی مطالبہ ہے۔ اور یہ محض ایک میمورنڈم ہے۔ اور "نیا کشمیر" میں پیش کردہ آئینی خاکہ کے عین مطابق ہے یہی تمام ریاستوں کا مطالبہ ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔

عدالت ڈیڑھ بجے لنچ کیلئے برخاست ہوئی۔

غلط علاج

لنچ کے بعد کارروائی پونے تین بجے شروع ہوئی۔ مسٹر آصف علی نے بحث از سرنو شروع کرتے ہوئے کہا۔ کہ لنچ سے قبل میں "کوئٹ کشمیر" اور "نیو کشمیر" کا تذکرہ کر رہا تھا۔ اس استغاثہ کو دائر کرکے حکومت نے جو بات انجام دینی چاہیئے اس کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ اس نے بیماری کا جو علاج تجویز کیا ہے بیماری سے بدتر ہے۔ میں اس بات کو دہراؤں گا۔ کہ اگر استغاثہ نے جسٹس فنر جیرالڈ کے فیصلے کو پڑھا ہوتا۔ تو اس مقدمہ کے طوالت پکڑنے کا اندیشہ نہ تھا۔ حکومت نے بدقسمتی سے شیخ محمد عبداللہ کو گرفتار کیا۔ اس کے نتیجہ میں عوام نے احتجاج کیا۔ اور جب عوام نے دیکھا۔ کہ ان کے متبرک مقامات کی توہین کی گئی ہے تو وہ اور بھی بھڑک اٹھے۔

عدالت :- جب متبرک مقامات کو سیاسی اغراض کیلئے استعمال کیا جائے۔ اور وہاں خلاف قانون تقریریں ہوں تو آپ ایسے حالات میں کیا کرینگے۔

مسٹر آصف علی :- انسانی زندگی اس قدر قیمتی ہے کہ اس کو گولیوں کا شکار بنانا اچھا نہیں۔

آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا کہ ۲۰ مئی کے بعد جو کچھ ہوا۔ اس کی ذمہ داری شیخ محمد عبداللہ پر عائد کرنا ٹھیک نہیں۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو آپ اس کو مدور ان ... سے جاسکتے ہیں۔ جہاں پنڈت جواہر لال نہرو کی گرفتاری کے نتیجہ میں عوام نے احتجاج کیا۔ اور اس کے نتیجہ میں تیرہ (۱۳) آدمی مارے گئے۔

عدالت :- ۱۷ مئی کے واقعہ کے متعلق آپ کو کیا کہنا ہے۔ جب ایک ہندو لڑکے کو

چھرا گھونپا گیا۔

مسٹر آصف علی:۔ اس کو بھی شیخ محمد عبداللہ کی تقریروں کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا اگرچہ نوجوانوں کے دل میں ایک خاص جگہ نعرے بلند کرنے کا خیال پیدا ہوا تو اس کا جو نتیجہ ہوا اس کی ذمہ داری انہیں پر عائد کی جا سکتی ہے۔

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا کہ پریس نوٹ ۸۱ مجریہ ۲۳ جون میں حکومت کشمیر نے لکھا ہے۔ کہ شیخ عبداللہ اور ان کے رفقار ۲۰ مئی کو گرفتار کئے گئے۔ ان کے نتیجہ میں وادی کشمیر میں فسادات رونما ہوئے"۔ خیال ہے۔ کہ ۲۰ مئی کے بعد جو کچھ ہوا وہ شیخ عبداللہ کو گرفتار کیے جانے کا نتیجہ ہے اس کے علاوہ علاؤ الدین گواہ استغاثہ کے بیان کو لیجئے۔ یہ وہ گواہ ہے جسے استغاثہ نے واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ جب نیشنل کانفرنس کی حلقہ کمیٹیوں نے تقاریر کا سلسلہ جاری کیا۔ اس وقت فضا پُرامن تھی۔

اب ایک اور گواہ استغاثہ مسٹر رام پال مجسٹریٹ کے بیان کو لیتا ہوں۔ وہ کہتا ہے۔ کہ "یہ بھی خیال تھا۔ کہ شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری کے نتیجہ میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ جس کو قابو میں کرنا مشکل ہو گا"۔

ایک اور گواہ استغاثہ مسٹر جیالال درباری اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس (سی آئی ڈی) کو لیجئے۔ اُسے پوچھا گیا "کہ شیخ محمد عبداللہ عوام کو کیا کرانا چاہتا تھا اس سوال کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ وہ لوگوں سے چندہ جمع کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ عہد نامہ امرتسر کے لیے مقدمہ لڑا جائے"۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ شیخ عبداللہ لوگوں کو تشدد پر اُترنے کی تلقین کر رہا تھا [illegible] ظاہر ہے کہ [illegible] شیخ عبداللہ کی تقریروں کا صرف ایک نتیجہ نکلا وہ یہ کہ حلقہ نیشنل کانفرنس کمیٹیاں سرگرم کار ہو گئیں اور عہد نامہ امرتسر کی تنسیخ کے لئے مقدمہ لڑنے کی خاطر روپیہ جمع کیا جانے لگا۔

[illegible] اور موجودہ حالات

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف [illegible]

پڑھ کر سناؤں گا۔ اور ان پر ساتھ ساتھ تبصرہ کرتا جاؤں گا۔ میں عدالت سے استدعا کروں گا۔ کہ ان تقریروں میں سے الفاظ یا جملوں کو مفہوم سے علیحدہ کر دینا درست نہیں۔ اگر یہ طریقہ کار شروع کیا جائے تو نہایت مضحکہ خیز نتائج پیدا ہوں گے۔ سیاسی بیداری ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ روزانہ لوگ ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ سے سنتے ہیں کہ فلاں ملک نے خود مختاری کا مطالبہ کیا۔ آپ ان باتوں سے کس طرح آنکھیں بند کر سکتے ہیں۔

سر البین بینرجی نے ۱۹۲۹ء میں کہا۔ کہ "کشمیر میں سیاسی بیداری مفقود ہے اور لوگ بے زبان جانوروں کی طرح ہیں۔ یہاں کوئی رائے عامہ نہیں۔ پریس کا نام و نشان نہیں۔ وغیرہ"۔ لیکن آج یہ حالت یہاں نہیں ہے۔ سیاسی بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ یہاں چالیس سے زائد اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بیرونی ریاست کے بھی اخبارات آیا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ولال کمیٹی نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ کہ یہاں سیاسی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ پھر موجودہ جنگ کے دوران جا بجا جنگ کے آزادی اور حریت کے خیالات پھیل گئے۔ عوام اپنے حقوق سے پوری طرح واقف ہو گئے ہیں۔

نیا کشمیر اس ریاست کے عوام کی سیاسی بیداری کا ثبوت ہے۔ اس سے بڑھکر سیاسی آزادی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اگر ملزم کی تقریریں بغاوت کے مترادف قرار دی جاتی ہیں تو مہاراجہ بہادر کے اس بیان کی نسبت کیا کہا جائے گا۔ جو اب عوام کی جان بن چکا ہے۔ اور بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ کیا اس کے بعد بھی استغاثہ کو یہ کہنے کی جرأت ہوگی۔ کہ یہاں کے عوام لاعلم ہیں۔ اور کچھ بھی نہیں جانتے ہیں؟ میں عدالت کی توجہ مرزا بیگ کی اس تقریر کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ جو انھوں نے پرچہ سبھا میں ذمہ دار حکومت کی ترویج کے موقع پر کی۔ اس میں جو کچھ کہا گیا۔ وہی "نیا کشمیر" میں درج ہے۔ یہ کسی غیر ذمہ دار آدمی کے الفاظ نہیں۔ بلکہ ایک ذمہ دار ہستی نے ان کو مہاراجہ کے سامنے پیش کیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سنہ ۱۹۲۹ء کے بعد سے کشمیر

سیاسی لحاظ سے کافی ترقی کر چکا ہے۔ اس لیے ملزم کی تقریروں پر اعتراض کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ عوام اب لاعلم نہیں رہے وہ بچے نہیں۔ اب حکومت کو ان کے متعلق اپنی رائے بدلنی چاہیے۔

"نیا کشمیر" اور "کشمیر چھوڑ دو"

مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ اس بات پر کافی لے دے ہو چکی ہے۔ کہ آیا "نیا کشمیر" کے سیاسی اور معاشی منصوبہ میں مہاراجہ بہادر کے وجود کو ایک آئینی حکمران کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ یا نہیں۔ اس کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کے آئینی وجود کو غیر مبہم طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ رہا "کوئٹ کشمیر" کا سوال بقول ملزم دنیا بسرعت بدل رہی ہے۔ ہندوستان میں بھی انقلاب انگیز تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ برطانیہ نے مسٹر چرچل ایسے جنگی لیڈر کو پس پشت چھوڑ دیا۔ اس سے ہندوستان اور حکومت برطانیہ کے تعلقات میں بھی بھاری تبدیلی ہو گئی۔

ہندوستان کا مطالبہ۔ برطانوی صوبہ جات اور ہندوستانی ریاستوں دونوں سے ہے۔ کیبنٹ مشن کو ہندوستان بھیجتے وقت وزیر اعظم برطانیہ نے جو تقریر کی اس کے بعد کیا ریاستی ہندوستان کے عوام ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہتے۔ سٹیٹس پیپلز کانفرنس نے اس مسئلے پر غور کیا۔ ملزم اس کا نائب صدر اور نیشنل کانفرنس کا صدر ہے۔ اندریں حالات شیخ عبداللہ نے ایک میمورنڈم تیار کر کے برطانوی کیبنٹ مشن کو پیش کیا۔ اس کا نام "کوئٹ کشمیر" ہے۔ اس لفظ میں کشش ہے۔ اس لیے اس میمورنڈم کو یہ نام دیا گیا۔ کیونکہ مہاتما گاندھی نے اس نعرہ کو بہت ہی ہر دلعزیز بنا دیا ہے۔

عدالت:۔ کیا "ہندوستان چھوڑ دو" اور "کشمیر چھوڑ دو" کے نعرے یکساں ہیں

مسٹر آصف علی:۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ "ہندوستان چھوڑ دو" کا نعرہ انگریزوں کے خلاف لگایا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ایک غیر قوم سے تعلق رکھتے ہیں

عدالت :- اگر "ہندوستان چھوڑ دو" کا مطلب یہ ہے۔ کہ انگریز بوریا بستر باندھکر چلا جائے ۔ انگریزی فوج یہاں سے چلی جائے تو کیا "کشمیر چھوڑ دو" کا مطلب یہ نہیں لیا جاسکتا کہ ملزم نے شاہی خاندان اور ڈوگرہ فوج کے یہاں سے نکل جانے کا مطالبہ کیا ؟

مسٹر آصف علی :- یقیناً - ڈوگرہ فوج کو یہاں سے نکل جانا ہوگا ۔ شیخ محمد عبداللہ کا ہی یہ مطالبہ نہیں ۔ تمام کشمیریوں کا ہے ۔ ڈوگرہ فوج کو کشمیر کی قومی فوج بنایا جائے ۔ اسے صرف راجپوتوں اور ڈوگروں تک محدود نہیں رکھا جانا چاہیئے ۔ جب یہ تمیز مٹ جائیگی ۔ تو یہاں کوئی ڈوگرہ ہاوس نہیں رہے گا ۔ بلکہ حکمران آئینی درجہ اختیار کرے گا اور اس کی حکومت عوام کے منشا پر مبنی ہوگی ؎

قابل اعتراض نعرے

میں اب عدالت کی توجہ ان قابل اعتراض نعروں کی طرف دلاتا ہوں جو استغاثہ نے شہادت کے دوران میں پیش کیئے ۔ اخبارات جو استغاثہ نے پیش کیئے ہیں ۔ ان میں ان نعروں کا تذکرہ نہیں نہ ہی ان کا ذکر دسی ۔ آئی ۔ ڈی) رپورٹر کی شارٹ ہینڈ ڈائریوں میں موجود ہے ۔ اگر یہ نعرے اتفاقاً کسی نے بلند بھی کیئے ہیں تو کیا اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کسی سرکاری ایجنٹ کے ہوں ۔ مان لیجئے کہ یہ لوگوں نے ہی بلند کیئے پھر بھی اس کی ذمہ واری حکومت کی سخت گیرانہ پالیسی پر ہے ؎

شیخ عبداللہ کی تقاریر

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا کہ اگرچہ شیخ [illegible] عبداللہ کیخلاف [illegible] کی ۱۴ ، ۱۲ مئی ۱۴ ، ۱۶ مئی والی تقریروں کی بناء پر مقدمہ دایر کیا گیا ہے ۔ [illegible] کے باوجود میں سمجھتا ہوں ۔ کہ [illegible] تمام تقریروں کو زیر غور لایا جائے ۔ جو انہوں نے ۶ مئی سے ۱۶ مئی تک کیں [illegible] تقریر [illegible] کر دی [illegible]

کی گئی۔ لیکن اس کی رپورٹ ایک اخبار میں شائع ہو چکی ہے۔

مسٹر کاک:۔ مجھے اس پر اعتراض ہے۔ قانون کے تحت اخبار کی رپورٹ کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

عدالت:۔ اس تاریخ کی تقریر کو نہ لیجئے۔

مسٹر آصف علی:۔ استغاثہ اگر یہ نہیں چاہتا تو نہ سہی۔ اس تقریر سے اسکو ہی فائدہ ہوتا (قہقہہ) آگے چل کر مسٹر آصف علی نے ملزم کی فارسی والی تقریر کے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ اس میں ملزم نے جہاں یوم فلسطین منانے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ وہاں شو نرائن فوطیدار کے اس بیان کا جواب بھی دیا ہے۔ جس میں انھوں نے کہا تھا۔ کہ عہد نامہ امرتسر ایک باقاعدہ اور اصلی معاہدہ ہے۔ ملزم نے اس تقریر میں کہا ہے کہ ایک مشکوک فروش اچھے چیزوں فروش کے ہاتھ فروخت کر رہا ہے۔ آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ یہ الفاظ کس طرح بغاوت کی ذیل میں آتے ہیں۔ تواریخ کو کسی طرح چھپایا نہیں جا سکتا۔ اگر کسی نے غداری کی ہے۔ تو اس سے کس طرح سے آنکھیں بند کی جا سکتی ہیں۔ مہاراجہ بہادر کو اپنے آباؤ اجداد سے لاتعلق ہو جانا چاہئے۔

His Highness should disassociate from his ancestors.

۱۸۴۶ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان جو سودا بازی ہوئی وہ قابل مذمت ہے۔ میں اس بارے میں کنگھم اور بانزائیہ سے مورخوں کی آراء کو پیش کر سکتا ہوں۔ علاوہ ازیں کسی مرحوم حکمران کے خلاف کہنا کسی بھی صورت میں بغاوت نہیں۔ دفعہ ۱۲۴ الف کسی حکومت یا حکمران کے مضروب وقار کا بدلہ رہا نہیں۔

ملزم نے یہ کہا کہ ایک مشکوک فروش نے ہمیں خریدا اور اب یہ چرن فروشوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ حکومت کے کسی اقدام پر نکتہ چینی کی۔ اس نے جاگیرداری کے خلاف آواز بلند کی۔ بھلا اس میں کونسی قباحت ہے۔ شیخ عبداللہ نے مسٹر ٹیکا کو اسے

امر واقعہ ہے کہ پنجاب کے سکھ حکمران اس وجہ سے شکست کھا گئے کہ ان کے جرنیلوں نے اُن سے غداری کی۔ اُن کو ناکام کرانے میں گلاب سنگھ کا بھی ہاتھ تھا لارڈ ایلن برو نے ان باتوں کی تصدیق کی ہے۔ اور یہاں کے ایک وقت کے وزیر (اب بیکانیر کے وزیر اعظم) مسٹر جے۔ ایم۔ پانیکر نے ان حقائق کی وضاحت کی ہے ملزم نے تقریریں کی ہیں۔ ان میں اسی کی وضاحت کی۔ قبل اس کے کہ میں ملزم کی دوسری تقریریں پیش کروں میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹروں نے ان کی جو رپورٹیں مرتب کی ہیں۔ وہ پوری طرح صحیح نہیں۔ رپورٹوں کے حصے بے ربط ہیں۔ اُنھوں نے ملزم کی کشمیری تقریریں اردو زبان میں نوٹ کیں ترجمہ کرنا ویسے ہی مشکل ہے۔ لیکن جب کوئی تقریر ہو رہی ہو۔ تو دوسری زبان میں اس کو نوٹ کرنا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ملزم کی تقریروں کی نسبت سی۔ آئی۔ ڈی۔ رپورٹروں کی رپورٹوں پر انحصار رکھنا درست نہیں ہوگا

عدالت: مگر ملزم نے اپنے بیان میں یہ تسلیم نہیں کیا ہے کہ تقریروں کی رپورٹیں خاصی صحیح ہیں؟

مسٹر آصف علی: جی ہاں! اگرچہ ملزم کو حق تھا کہ وہ ان تقریروں کی صحت سے کلیتاً انکار کرتا۔ لیکن یہ اُس کی شرافت اور بلند اخلاقی کا ثبوت ہے کہ اُس نے تسلیم کیا کہ وہ خاصی صحیح ہیں۔ لیکن عدالت کو اس سے ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہیئے۔ علاوہ ازیں سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹروں نے ملزم کی کشمیری زبان کی تقریروں کو اردو میں نوٹ کیا۔ ترجمہ کرنا کس قدر مشکل ہے۔ اُس کے پیش نظر یہ کہنا کہ سی۔ آئی۔ ڈی والوں کی رپورٹیں حرف بحرف درست ہیں ٹھیک نہیں ہوگا۔

آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا "کہ سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹروں نے اپنے اپنے بیان میں تسلیم کیا ہے۔ کہ اگر وہ مشق جاری رکھیں تو اُن کی شارٹ ہینڈ کا معیار برقرار رہتا ہے۔ نہیں تو وہ گھٹ جاتی ہے۔ ہم نے ایک سی۔ آئی۔ ڈی کا

رپورٹر کا عدالت میں تین بار امتحان لیا۔ لیکن اس نے اپنی "مضحکہ خیزی" کا مظاہرہ کیا۔ لیکن اس کے باوجود یہ ملزم کی شرافت ہے کہ اُس نے ان رپورٹوں کی نسبت کہا کہ وہ خاصی صحیح ہیں۔ لیکن میں عدالت سے کہوں گا۔ کہ وہ ان رپورٹوں کو حرف بحرف صحیح نہ سمجھے۔ ملزم کی ہر تقریر کو بحیثیت مجموعی لیا جائے۔

ڈوگرہ شاہی

اس کے بعد مسٹر آصف علی نے شیخ محمد عبداللہ ملزم کی مورخہ ۱۰ رمئی والی تقریر کو پڑھ کر سنایا۔ تقریر میں لکھا ہے۔ کہ "بیت المقدس کو اس وقت انگریزوں کے حوالے کیا جارہا ہے" اس سے سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹروں کی قابلیت ظاہر ہوتی ہے۔ بیت المقدس کو یہودیوں کے حوالے کیا جارہا ہے نہ کہ انگریزوں کے۔ بہرکیف میں اب سی۔ آئی۔ ڈی والوں کی قابلیت پر کچھ نہیں کہوں گا۔ حالانکہ ؎

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

کل جب میں مہاراجہ بہادر کے اُس بیان کا ذکر کر رہا تھا۔ جو انھوں نے مارچ ۱۹۴۶ء میں کرپس مشن کے موقع پر جاری کیا۔ اِس کے دوران میں اُنھوں نے ریاستوں کو اقتدار اعلیٰ کے ماتحت قرار دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ریاستوں میں رہنے والے غلاموں کے غلام ہیں۔ جب شیخ عبداللہ اپنی تقریر میں "ڈوگرہ شاہی" "ڈوگرہ حکومت" کا تذکرہ کرتا ہے۔ اُس کا روئے سخن مہاراجہ بہادر کی طرف نہیں ہوتا۔ جو اتفاقاً ایک ڈوگرہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کا مطلب اُن ڈوگروں سے ہے جن کا حکومت پر غلبہ ہے۔ ملزم نے جب کبھی اپنی تقریروں میں مہاراجہ صاحب کا تذکرہ کیا ہے۔ اُس نے اُن کا نام نہایت ادب اور عقیدت سے لیا ہے۔ ملزم نے ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ "اگر ہم پر مصیبت ہی پڑے تو ہم بھیک مانگ کر ایک ایک دو دو روپیہ جمع کریں گے اور رقم

جمع کر کے اُن کے حوالے کریں گے اور انہیں کہہ دیں گے کہ یہاں سے چلے جاؤ اور جہاں سے آئے تھے وہاں ہی تشریف لے جاؤ۔" یہ محض مقرر نے وضاحت سے کام لیا ہے جو کسی بھی صورت میں قابل اعتراض نہیں۔ ملزم نے اس تقریر میں جاگیر داری کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ کیا یہ اُن کا حق نہیں؟ انہوں نے شکایت کی ہے کہ یہاں فوج پر ملک کی آمدنی کا ایک کثیر حصہ صرف کیا جاتا ہے۔ لیکن اس میں کشمیریوں کو بھرتی نہیں کیا جاتا۔ کیا اس کا ایسا کرنا قابل اعتراض ہے؟ ہندوستان میں جنگی (MARTIAL) اور غیر جنگی (NON-MARTIAL) کا امتیاز اڑ گیا ہے استغاثہ نے کشمیریوں کے فوج میں نہ لئے جانے کے "جواز" میں جنگی اور غیر جنگی کا جو عذر لنگ پیش کیا ہے وہ حقائق کے برخلاف ہے۔ کشمیریوں نے اس جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ انہیں یہ کہنا کہ وہ ایک غیر جنگی نسل سے تعلق رکھتے ہیں بالکل غلط ہے۔ ملزم نے اس تقریر میں کہا ہے۔ کہ "ہمارا حق ہے۔ کہ ڈوگرہ شاہی حکومت سے آزادی کا حق مانگیں"۔ یہ الفاظ بہت اہم ہیں۔ ملزم ایک کامل آئینی مطالبہ کر رہا ہے۔ وہ کشمیریوں کی صرف دو شکایات کا تذکرہ کر رہا ہے۔ اول یہ کہ انہیں فوج میں کیوں بھرتی نہیں کیا جاتا۔ دوئم یہ کہ یہاں کی زمین کو جاگیرداروں میں کیوں تقسیم کیا جاتا ہے۔ میں عدالت سے پوچھتا ہوں۔ کہ اس سے زیادہ آئینی مطالبہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیا اس کو بغاوت قرار دیا جا رہا ہے؟ اگر یہ بغاوت ہے تو اس کی روک تھام مشکل ہے۔ یہ آواز یہاں کی فضاؤں میں گونج اٹھے گی۔ یہ ایک قانونی اصول ہے کہ جب زیادہ سے زیادہ لوگ کسی جرم کا ارتکاب کریں تو وہ "جرم" جرم نہیں رہتا۔ اگر حقوق طلبی کو بغاوت کا نام دیا جائے تو بچہ بچہ اس فعل کا ارتکاب کرے گا۔ بنیادی حقوق کو دبانا آسان نہیں۔ شیخ عبداللہ نے اگر کچھ کیا تو محض یہ کہ اس نے غربت اور افلاس کی چکی میں پسے ہوئے عوام کی ترجمانی کی۔ مہاراجہ بہادر نے اس ملک کے مسائل کو حل کرنے کا کام جن لوگوں کو سونپ رکھا ہے۔ وہ قطعاً نا اہل ہیں۔ شیخ عبداللہ نے

حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ صرف اپنے حق کا مطالبہ کیا۔ اس پر کوئی کیوں سٹ پٹائے۔ بقول کسے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

وزیراعظم پر الزامات

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ ملزم نے اپنی "ارسٹی" والی تقریر میں وزیراعظم کے خلاف شکایت کی ہے کہ وہ یہاں ہندو مسلم فساد برپا کرنا چاہتا ہے۔ اور کہ جب سے وہ وزیراعظم مقرر ہوا اُس نے اپنے رشتہ داروں کو لاکھوں روپے کا فائدہ پہنچایا۔ اُس نے اپنے بھائی کو ریشم کا ٹھیکہ دیا۔ شالیمار باغ سے صرف سو گز دور اس نے ایک بھائی کو بنگلہ بنانے کے لیے زمین دی۔ ملزم نے وزیراعظم کے متعلق ان شکایات کو پیش کر کے مہاراجہ بہادر سے مطالبہ کیا۔ کہ ان شکایات کی تحقیقات کیلئے ایک آزاد کمیشن مقرر کیا جائے۔ ملزم کا یہ مطالبہ کلاً آئینی نوعیت کا ہے۔ اس پر غور کرنے کی بجائے اُس کے خلاف بغاوت کا الزام عاید کیا گیا۔ ملزم نے پبلک کی آواز بلند کی تھی اور وزیراعظم کے خلاف شدہ بد الزامات عاید کئے تھے۔ اس کو رد کرنے کے دو ہی طریقے تھے۔ اول شیخ عبداللہ کے خلاف توہین کا مقدمہ چلایا جاتا جہاں اُن کی شکایات کا سچ جھوٹ معلوم ہوتا۔ دوم ان شکایات کی تردید کی جاتی لیکن دو میں سے کوئی بات نہیں کی گئی۔ ملزم نے عہد نامہ امرتسر کی تنسیخ کا مطالبہ اتحادی اقوام کی انجمن میں پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ یہ کہاں کی بغاوت ہے۔ اس تقریر میں ملزم نے میاں احمد یار کی نسبت جو کہا ہے۔ اُس کو میں چھوڑ دیتا ہوں۔ کیونکہ وہ ایک شخص کا معاملہ ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ تقریر کو اگر بحیثیت مجموعی پڑھا جائے

تو اس میں کوئی قابل اعتراض بات نظر نہیں آتی۔ یہ بالکل جائز ہے۔ اور معقول تقریر ہے۔ اور کہ اس میں عوام کے مطالبات پیش کیئے گئے ہیں۔

جنگِ آزادی

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا کہ اب میں ملزم کی ۱۳ مارچ والی تقریر کو لیتا ہوں جس کے چند جملوں کو مفہوم سے علیحدہ کر کے استغاثہ نے مقدمہ کھڑا کیا ہے۔ قبل اس کے کہ میں اس تقریر پر تفصیل سے تبصرہ کروں میں عدالت کی توجہ جسٹس ظفر علی کے ایک رولنگ کی طرف دلاتا ہوں۔ جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ "جنگ اور لڑائی کے ایسے الفاظ اب عام ہو گئے ہیں۔ اگر کوئی مقرر انہیں استعمال کرے تو اس سے لازماً یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ وہ عوام کو اکسا رہا ہے۔ ملزم نے ۱۳ مارچ والی تقریر کے آغاز میں آزادی کی جنگ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب جنگ و جدل سے نہیں۔ وہ شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ہمارے پاس سوائے خدا کی امداد کے اور کچھ نہیں۔

عدالت:۔ جو شخص خدا پر بھروسہ رکھے۔ کیا وہ لازماً تشدد سے پرہیز کرتا ہے۔ ہٹلر آخری دم تک یہ کہتا رہا کہ وہ خدا کا پیغامبر ہے۔

مسٹر آصف علی:۔ لیکن شیخ عبداللہ نے جس انداز میں خدائی اعتماد کا ذکر کیا ہے۔ وہ کسی ([illegible]) کا نہیں ہو سکتا۔ اُس نے اپنے ارد گرد کے حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا۔ کہ ہمارے پاس کچھ ہے نہیں صرف ایک خدا کا بھروسہ ہے۔ ملزم نے اس تقریر میں کہا ہے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ یہاں کے لوگوں سے پوچھے بغیر کشمیر کو گلاب سنگھ کے پاس فروخت کیا گیا۔ بالکل معمولی بات ہے ملزم نے پوچھا ہے۔ کہ کیا کشمیر کو فروخت کرتے وقت عوام سے استصواب رائے کیا گیا۔

عدالت :- آج تک اس قسم کا استصواب رائے دنیا کے کس حصے میں کیا گیا ہے۔
مسٹر کاک :- غالباً بمبئی میں جب اسے جیمبرز میں دیا گیا۔ (قہقہہ)
مسٹر آصف علی :- کچھ بھی ہو۔ ہندوستان کا ہر حصہ ہندوستانیوں کا ہے۔
اسی طرح کشمیر بھی کشمیریوں کا ہے۔

آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ ملزم نے اپنی تقریر میں کہا ہے۔ کہ ڈوگرہ خاندان کو یہاں راج کرنے کا حق نہیں۔ یہ بھی آسان سی بات ہے۔ کہ ملزم نے ایک آدمی کی مطلق العنانیت کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ذمہ وار نظام حکومت قایم کرو اور خود بے شک آئینی حکمران کی حیثیت میں رہو۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس تقریر میں بھی ملزم نے جاگیرداری کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ ایسا کرنا اس کا حق ہے۔ ملزم نے کہا ہے "ممکن ہے کہ حکومت ہماری آواز کو دبانے کے لیے زبردست تشدد کرے۔ اس کا جواب آپ کیا دیں گے جب تک ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کی مدد کریں گے۔ پھر بھی خدا آپ کا حافظ ہوگا" استغاثہ نے اس پر کافی لے دے کی ہے۔ کہ اس میں ملزم نے عوام کو تشدد کی تلقین کی ہے۔ لیکن صاف ظاہر ہے۔ کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تقریر بالکل صاف ہے۔ ملزم نے جب کہا: کہ "ڈوگرہ شاہی راج کو ختم کرنا آپ کا فرض ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ڈوگروں کے غلبہ کو ختم کرو۔ عہدنامہ امرتسر کو منسوخ کرو اس کے بعد والیء ملک اور عوام کے درمیان جو تعلقات قایم ہوں گے وہ ذمہ وار نظام حکومت کی بنیادوں پر ہوں گے۔ ملزم کا مقصد محض حکومت کو راہِ راست پر لانا ہے۔

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے ملزم کی تقریر کے وہ حصص پڑھ کر سنائے جن میں میاں احمد یار کو ختم کرنے کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ آپ نے کہا۔ کہ استغاثہ نے ان الفاظ کو ملزم کے خلاف مرتب کردہ کیس میں شامل نہیں رکھا ہے۔ لیکن پھر بھی ختم کا لفظ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ یہاں غداری نہیں

کرسکتا۔ کسی اور جگہ کرے تو کرے باقی اُن کے مارے جانے کا سوال خارج از بحث ہے۔ کیونکہ کشمیریوں کو آپ نے پستول رکھنے کی اجازت کہاں دے رکھی ہے (قہقہہ) ملزم نے یہ کہا ہے۔ "میں برطانوی وزیر اعظم سے کہتا ہوں کہ اب کہ وہ ہندوستان سے جا رہے ہیں۔ وہ ہمیں کیوں ایسے آدمی کے ہاتھ میں چھوڑ رہے ہیں جسے ہمارے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں"۔ مطلب صاف ہے کہ ہم کو فروخت کیا گیا ہے اور جس آدمی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ مہاراجہ گلاب سنگھ ہے۔

عدالت:۔ اس جملے کا اشارہ موجودہ حکمران کی طرف ہے۔

مسٹر آصف علی:۔ اگر آپ یہی سمجھتے ہیں تو میں ثابت کروں گا۔ کہ سر البیین بینرجی ... عدالت پونے دو بجے لنچ کیلئے برخاست

وائسرائے اور مہاراجہ بہادر کے اخراجات

لنچ کے بعد کارروائی پونے تین بجے شروع ہوئی۔ مسٹر آصف علی نے ملزم کی وہ تقریر زیر بحث لائی جو اس نے ۱۳ مئی کو کی۔ ملزم نے اس میں کہا ہے۔ کہ میں نے مہاراجہ ہری سنگھ سے آج تک انتہائی عقیدت دکھائی، لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا حالات بد سے بدتر ہو گئے۔ کہا جائیگا کہ ملزم نے ان الفاظ سے مہاراجہ بہادر کیخلاف منافرت پھیلانے کی کوشش کی۔ وائسرائے ہند جو ۶۰ ہزار یاستوں کا افسر اعلےٰ ہے صرف بیس ہزار روپیہ ماہوار لیتا ہے گورنر صوبے کا گورنر جو پانچ یا ... لیتا ہے۔ دس ہزار روپے ماہوار سے زیادہ نہیں لیتا۔ شاہ انگلستان بھی بہت کچھ نہیں لیتے۔ یہ حقائق ہیں اور عوام کو حق ہے کہ وہ مہاراجہ بہادر کی سول لسٹ میں کمی کا مطالبہ کریں۔ وہ سول لسٹ کے نام پر بڑی بڑی رقوم کا اڑایا جانا کسی بھی صورت میں پسند نہیں کر سکتے۔ ہارون الرشید شہنشاہ اکبر اور دیگر بڑے بڑے حکمرانوں کی ذاتی حکومت کا دور گیا۔ آجکل کے حکمرانوں کی نسبت آپ کا کیا کہنا ہے۔ جو عوام سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔ ان کی حکومت کو کسی بھی صورت میں ذاتی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ وہ شاہی محلوں

ہیں بالکل علیحدہ رہتے ہیں۔ اور اپنے مصاحبوں کے سوا کسی سے بھی نہیں ملتے
نوجیوں کی زیادتی کا ہی مسئلہ لیجیئے۔ اگر مہاراجہ بہادر نے اس بارے میں
عوام کی شکایت کا ازالہ کیا ہوتا۔ تو ان کے دِلوں میں ان کی نسبت عقیدت
پیدا ہو جاتی۔

عدالت میں سنسنی

اِن سایئڈ کشمیر کے اقتباسات

مسٹر آصف علی نے کہا کہ اگر لہا ریسی والی تقریر میں
ملزم نے شکایت کی کہ مہاراجہ بہادر عیش و عشرت
پر روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ تو اس نے عوام کی
ترجمانی کی۔ اس مرحلہ پر مسٹر آصف علی نے
ایک کتاب میں سے مہاراجہ گلاب سنگھ کی نسبت چند مورخوں کے اقتباسات پڑھ کر سنائے
جب وہ پڑھ چکے تو وکیل استغاثہ پنڈت مدسودن کاک نے عدالت سے درخواست
کی کہ مسٹر آصف سے پوچھا جائے کہ وہ کس کتاب سے اقتباسات پڑھ رہے ہیں
مسٹر آصف علی :- میرے ہاتھ میں ایک مشہور کتاب ہے۔ اس کا نام "درونِ
کشمیر" (INSIDE KASHMIR) ہے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ
یہ ممنوع قرار دی گئی ہے۔ لیکن آپ اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے
کیونکہ اس کو ڈیفنس میں استعمال کر رہا ہوں۔ بحث کو
جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ
نے جو کچھ کیا وہ غداری ہے۔ یہ تواریخ ہے۔ اس کو دہرانا
گناہ نہیں۔

عدالت :- کتاب ممنوع ہے۔ آپ اس میں سے یہاں کچھ بھی نہ پڑھیں۔
مسٹر آصف علی :- میں کتاب کے کسی حصے کو نہیں بلکہ اس میں دیئے گئے ایک حوالہ
کو پڑھ رہا ہوں جو ڈاکٹر ڈیو کی کتاب کا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔
عدالت :- پھر بھی آپ اصل کتاب کے حوالہ کو پیش کیجیئے۔ اس کتاب میں سے نہ پڑھیں

مسٹر آصف علی :۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں نے اس کے لیئے کشمیر کی لائبریریوں کو چھان مارا۔ لیکن یہاں کام کی کتاب کوئی نہ ملی اسلیئے اس کتاب میں بغیر حوالے پیش کیئے بغیر کوئی چارہ نہیں

عدالت :۔ پھر بھی آپ اصل کتاب کا حوالہ دیجیئے۔

مسٹر آصف علی :۔ بہتر تو آپ "کشمیر تیس سال" مصنفہ آر تھر نیو کے صفحہ نمبر ۲۸۱ کو پڑھیئے۔ آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا۔ بیگار کی وحشیانہ رسم یہاں موجود تھی۔ آر تھر نیو فریڈرک نائیلے اور دیگر کئی مصنفوں نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

عدالت :۔ ہمیں یہ نہیں دیکھنا ہے۔ کہ بیگار کسی زمانے میں یہاں موجود تھی اب اس کو ہٹایا گیا ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ ملزم نے اس بات کو کس مقصد سے دھرایا۔

مسٹر آصف علی :۔ کیا مجھے اپنی ان مشکلات کا تذکرہ کرنے کا اختیار نہیں۔ جو میرے آباؤ اجداد کو پیش آئیں۔ ملزم عوام کو سمجھا رہا تھا۔ کہ عہد نامہ امرتسر سے اُن کی کیا حالت ہوگئی اور کہ اب ہمیں مطلق العنانیت کو ختم کرنا ہے۔ اور اس کی جگہ ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنا ہے۔ ملزم آئینی ذرائع سے تبدیلی لانے کا خواہاں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ موجودہ نظام حکومت کو مٹانا چاہیئے۔ اگر یہ بغاوت ہے تو آپ اُسے پھانسی پر لٹکا سکتے ہیں۔

عدالت :۔ آپ اصل موضوع سے نہ ہٹ جایئے۔

مسٹر آصف علی :۔ جی ہاں! میں یہی کہہ رہا تھا۔ کہ ملزم عوام پر ذمہ دار نظام حکومت کی ضرورت واضح کر رہا تھا۔ کیا یہ اُس کا حق نہیں۔

مسٹر آصف علی نے آگے چل کر کہا۔ کہ ملزم نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا "ہمیں مہاراجہ کا سیاسی اقتدار کم کرنا ہے" مجھے معلوم نہیں

کہ ملزم نے سیاسی اقتدار کیلئے کون سے کشمیری الفاظ استعمال کیئے ہیں
لیکن مان لیجئے۔ کہ اُس نے یہی الفاظ استعمال کیئے۔ سوال یہ ہے۔ کہ مہاراجہ [illegible]
سیاسی اقتدار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اُن کے موروثی اختیارات
جو انہیں کانسٹی ٹیوشن ایکٹ کی دفعہ ۵ کے تحت حاصل ہیں۔ بالفاظ دیگر اُن
مطلق العنانیت جس کو مہاراجہ بہادر نے خود ترک کرنے کا اظہار کیا ہے۔ [illegible]
ہو اُن کا بیان مجریہ مارچ ۱۹۴۲ء جب انھوں نے کرپس مشن کے موقع پر [illegible]
کیا۔ "نیا کشمیر" کی رُو سے بھی نیشنل کانفرنس نے مہاراجہ بہادر کے آئینی وجود کو [illegible]
ہے۔ آگے چل کر ملزم نے حکومت کو تنبیہ کی ہے۔ کہ وہ بندوقوں اور بموں کی [illegible]
محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے عوام کو کہا ہے۔ کہ وہ بھی [illegible]
ہتھیاروں سے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ تمام تقریر کا جو [illegible]
ملزم نے کبھی تشدد کا پرچار نہیں کیا۔ بلکہ عوام کو خدا پر بھروسہ کرنے کی تلقین

بارود کو خشک رکھو

مسٹر کاک:۔ "خدا پر بھروسہ رکھو اور" بارود کو خشک رکھو" یہی آپ کے موکل نے کہا ہے

مسٹر آصف علی:۔ اگر اُس نے ایسا کہا ہوتا۔ تو حالت کچھ اور ہوتی۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں [illegible]

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا کہ میں پھر دہراؤں گا کہ [illegible]
کی تقریروں کا بحیثیت مجموعی جائزہ لیا جائے۔ ان میں سے کبھی یہاں اور کبھی وہاں سے
آدھا جملہ بالفاظ پیش کرنا درست نہیں۔ ملزم نے آگے چل کر کہا کہ
"ہم نے کبھی ڈوگرہ شاہی کو تسلیم نہیں کیا۔ نہ ہم اس کو آگے برداشت کریں [illegible]
میں جاننا چاہتا ہوں کہ اس میں کون سی بُرائی ہے۔ مہاراجہ بہادر کی کیوں [illegible]
ہے۔ کہ وہ محض ڈوگرہ ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کیوں کشمیری نہیں کہتے۔

مسٹر کاک:۔ اُنھوں نے کب ڈوگرہ ہونے کا اعلان کیا ہے؟

مسٹر آصف علی:۔ اگر ایسی بات نہیں تو پھر جھگڑا کا ہے کا۔ اور آپ ڈوگرہ [illegible]

وہ بادشاہ کے نعروں سے کیوں چڑتے ہیں۔
مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ اس تقریر کے دوران میں ملزم نے کہا ہے۔ کہ "ہم" مہاراجہ
بہادر سے اپنا حق لیں گے۔ ان الفاظ پر غور فرمائیے۔ حق دینے والے بہر حال مہاراجہ
بہادر ہی رہیں گے۔ ملزم نے ان کے وجود کو کالعدم تصور نہیں کیا ہے۔ وہ چاہتا
ہے۔ کہ مہاراجہ بہادر ڈوگروں کو خصوصی رعائتیں نہ دیں۔ ایسا کہنا اس کا حق ہے
اور اگر اس حق کے لیے آواز بلند کرنا گناہ ہے۔ تو بے شک انہیں سزا دی جائے
میں حیران ہوں کہ ایسے بے ضرر خیالات پر اعتراض کیوں کیا گیا ہے۔
عدالت! ملزم نے اپنی تقریر میں کہا ہے۔ کہ ہم مہاراجہ ہری سنگھ کو روپیہ ادا
کریں گے اس کا کیا مطلب کیا ہے؟
مسٹر آصف علی:۔ یہ کہ جب مہاراجہ بہادر کو کہا جائے گا۔ کہ وہ ذمہ وار نظام
حکومت قائم کریں۔ تو وہ کہیں گے کہ یہ میری جاگیر (ESTATE) ہے۔ ریاست
(STATE) نہیں۔ اس لئے پہلے مجھے اس کی قیمت ادا کرو۔ اس لئے ملزم نے کہا
کہ وہ پہلے انہیں جاگیر کی قیمت ادا کریں گے۔ اور اس کے بعد انہیں کہیں گے
کہ اب مزے سے حکومت کرو۔
آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا کہ ملزم پر دو سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹروں نے
اپنے بیانات میں الزام لگایا ہے کہ اس نے جن جلسوں میں تقریریں کیں وہاں
قابل اعتراض نعرے لگائے جاتے تھے۔ لیکن ان دو زر خرید ملازموں کے سوا
کسی گواہ نے ایسے نعروں کا تذکرہ کیا؟

بادشاہ کیخلاف کہنا بغاوت نہیں۔

اس کے بعد مسٹر آصف علی نے ملزم کی ۱۵ اپریل
والی تقریر پڑھ کر سنائی۔ ایک جگہ ملزم
نے کہا تھا۔ "جب مہاراجہ ہری سنگھ کشمیر چھوڑ کر
[illegible] یہ جملہ رپورٹر ولی نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔

آگے چل کر ملزم نے کہا ہے۔ کہ "جب انقلاب آتا ہے۔ تو سب کچھ خس و خاشاک کی طرح بہ جاتا ہے۔ وہ شیر شاہوں کو بھی نہیں دیکھتا" یہ محض وضاحت و طوالت ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی اہمیت نہیں

ملزم نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ سلطنت مہاراجہ ہری سنگھ کی وراثت نہیں۔ اس نے اس ملک کو فتح نہیں کیا۔" اس کو میں نے پہلے واضح کیا ہے۔ کہ اس میں بغاوت کی بو باس تک نہیں۔ لیکن یہ جاگیرداری پر نکتہ چینی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ملزم اگر مہاراجہ بہادر کو پچاس لاکھ روپے ادا کرنا چاہتا ہے تو یہ بغاوت نہیں ہے۔ اس وقت وہ زمانہ نہیں کہ بادشاہ کے خلاف تم بغاوت ہے۔ آج ہندوستان کا بچہ بچہ کہتا ہے۔ "ہندوستان چھوڑ دو" اسلئے ملزم نے جو کچھ کہا وہ بغاوت نہیں:

بغاوت کرنا غلام کا حق

مسٹر آصف علی نے آگے چل کر کہا۔ کہ ملزم نے ۱۶ مئی والی تقریر میں کہا ہے۔ کہ ہر شخص مہاراجہ گلاب سنگھ کی غداری کی مذمت کرتا رہے گا یہ میں دہرا چکا ہوں کہ یہ تاریخ ہے۔ اور اس کو مٹایا نہیں جا سکتا اور ملزم نے اس کو پیش کر کے بغاوت نہیں کی۔ ملزم نے یہ کہا ہے۔ کہ میں اس غداری کا انتقام گلاب سنگھ کے رشتہ داروں سے لوں گا۔ وارثوں کا مطلب ڈوگروں سے ہے کسی ایک شخص سے نہیں۔ رہا لفظ "انتقام" اس کے متعلق ملزم نے آگے چل کر کہا۔ کہ علامہ اقبال نے پیشینگوئی کی ہے۔ کہ قبروں سے مردے کفن پھاڑ کر نکلیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ "ڈوگرہ راج مردہ باد" یہ محض استعارہ ہے صرف ایک تشبیہ ہے۔ جو مقررین اپنی تقریروں میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ ورنہ آج تک مردے کفن پھاڑ کر نہیں نکلے اور نہ لوگوں کو "ڈوگرہ راج مردہ باد" کے نعروں سے ڈرایا۔ ملزم نے آگے چل کر لوگوں کو کہا۔ کہ رام چند کاک کی کیا طاقت ہے۔ آپ کا الفاظ [illegible] ہے۔ مہاراجہ بہادر کو نہیں بلکہ [illegible]

ہے۔ بلکہ سارا غصہ رام چند کاک کے خلاف ہے۔ اُسے کیا جائز ہے۔ کہ تم ہو کون
عوام کی آواز کے سامنے تیرا کیا مجال ہے۔ کہ کھڑے رہ سکو۔ استغاثہ نے
ملزم کے اس فقرہ کو قابلِ اعتراض ٹھہرایا ہے۔ کہ اُس نے بھولا بھائی ڈیسائی
کا یہ جملہ ـــ کہ "علمِ بغاوت بلند کرنا غلام کا حق ہے" استعمال کیا۔ بغاوت
کا مطلب احتجاج سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ بغاوت بلند کرنا غلاموں کا ہی حق
نہیں بلکہ محکوم لوگوں کا بھی حق ہے۔ اس پر اعتراض کیوں کیا گیا ہے۔ یہ
میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ملزم اپنی تقریر میں لوگوں کو بتا رہا۔ کہ خردمند
اور حکومت کے پٹھو اُنہیں اشتعال دلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ انہی کو
مہاراج اودم کارنا نند جی سے مہاراج ہری چند رتا تخت سے گدی لے گئے۔ اور دنگہ و فساد
کرایا۔ حکومت کے پٹھو کیا کچھ نہیں کر سکتے۔ ملزم نے آگے چل کر کہا ہے۔ کہ
ہم صرف ہندو راجوں کو نہیں بلکہ تمام ہندو مسلم اور سکھ راجوں کو ہٹانا
چاہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بے ضرر چیز اور کیا کہہ سکتی ہے۔ اس کا مطلب
صاف ہے۔ کہ ملزم کسی قسم کی فرقہ پرستی کو فروغ نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ کشمیر
میں نیا کشمیر کا پیش کردہ نظام حکومت کو قائم کرنا چاہتا تھا۔ یعنی ایسا نظام
جس میں مہاراجہ بہادر بطور ایک آئینی حکمران قائم رہ جائیں۔

عدالت سوا پانچ بجے برخاست ہوئی۔ کل بھی مسٹر آصف علی اپنی بحث جاری
رکھیں گے۔

گواہانِ استغاثہ کی بوالعجبیاں

استغاثہ کو ملزم کا شکر گزار ہونا چاہیئے

وکیل صفائی کی بحث ختم

سری نگر ۲۵ اگست ۔ پچیسویں پیشی ۔ مقام بارہ دری باغ چھاؤنی

خدا تعالےٰ تمہارے ساتھ ہے

آج ساڑھے گیارہ بجے عدالت کی کاروائی شروع ہوئی مسٹر آصف علی نے آج اپنی بقیہ بحث ختم کی۔ دوران کاروائی میں وکیل استغاثہ مسٹر کاک نے بعض اعتراضات اٹھائے۔ خواجہ حاجی عبداللہ صاحب مشمولہ اور ایک خاص جذبہ سے متاثر ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور شیخ محمد عبداللہ صاحب کو مخاطب ہو کر کہا۔ "ڈرو نہیں۔ خدا تعالےٰ تمہارے ساتھ ہے" خواجہ صاحب کی اس حرکت نے عدالت کی سنجیدہ و خشک فضا کو قدرے پُر لطف بنا دیا۔

Inside Kashmir

شروع ہی میں عدالت نے آج مطالبہ کیا کہ مسٹر آصف علی حسب وعدہ Inside Kashmir عدالت میں پیش کریں۔ مسٹر آصف علی نے کہا کہ اگرچہ از روئے قانون میں ہر شہادت پیش کرنے پر مجبور نہیں ہوں تاہم میں اسے بحث کے بعد پیش کر دوں گا۔ چنانچہ آج کی کاروائی کے آخیر پر حسب وعدہ یہ کتاب اس استدعا کے ساتھ پیش کی گئی کہ [illegible]

اقتباسات ہی نہیں - بلکہ ساری کتاب پڑھ لے ۔

استغاثہ کا اضطراب

تقریر شروع کرتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا کہ حکومت شیخ محمد عبداللہ کو گرفتار کرنے کے لئے کس قدر مضطرب تھی ۔ اس کا آئینہ استغاثہ ۔ پولیس اور سی ۔ آئی ۔ ڈی کی سرگرمیاں ۔ دلچسپیاں اور پریشانیاں ہیں ۔ جو استغاثہ کے عقب میں دیکھی جا سکتی ہیں ۔ بلکہ میں استغاثہ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں ۔ کہ میں ملزم کے ڈیفنس میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھوں گا ۔

بھگت سنگھ ایک تاریخی ہستی

اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا ۔ کہ استغاثہ نے ملزم کی تقریر کے اس حصہ پر خاص طور پر زور دیا ہے ۔ جس میں اس نے کہا ۔

"میری جان بھگت سنگھ کی جان سے قیمتی نہیں ۔ اگر آپ کی جان ہندوستان کیلئے قربان ہوئی .... الخ"

استغاثہ نے اسے پیش کر کے تشدد کا پہلو نکالنے کی سعی کی ہے ۔ حالانکہ بھگت سنگھ ایک تاریخی ہستی ہے ۔ اس نے اپنی جان حب الوطنی کے زیر اثر قربان کر دی ۔ ملزم نے عوام کو بھگت سنگھ کے اس عمل کو اپنانے کی تلقین نہیں کی بلکہ ملزم نے اس کے جذبۂ قربانی کو اپنانے کی ہدایت کی ۔ اور انہیں محب وطن بننے کی تلقین کی ۔

استغاثہ کی بوالعجبیاں

استغاثہ نے کہا ہے ۔ کہ تقریر سننے والے اکثر حاضرین ناخواندہ ہوتے تھے ۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر انہیں کیسے علم ہو سکتا ہے کہ بھگت سنگھ سے کیا کیا گیا تھا ۔ اور اگر استغاثہ یہ [illegible] ہے کہ حاضرین ملزم کی باتیں نہ سمجھ سکے تھے تو پھر وہ [illegible]

صورت میں ان پڑھ نہیں سمجھے جا سکتے۔ اس سے استغاثہ کی بوالعجبیاں عیاں ہیں۔

مہاراجہ بہادر کے نقش قدم پر

ملزم نے اُس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا۔ جو مہاراجہ بہادر نے بارنج ۲۲ء۱۹ کر والے بیان میں کہا ہے جبکہ انھوں نے مہاراجگان سے حب الوطنی کا ثبوت دینے کی اپیل کی تھی ؛

کتوں اور گھوڑوں والی مثال کا مطلب

ملزم کی اس تقریر کے اس حصہ کو بھی قابلِ اعتراض خیال کیا گیا ہے کہ اس نے کہا۔ کہ جو آدمی کتوں اور گھوڑوں پر روپیہ ضائع کرے وہ ظالم سے بھی بدتر ہے۔ ملزم کا اشارہ کسی ایک شخص کی طرف نہیں۔ یہ ایک عام معمولی نوعیت کا بیان ہے۔ چند سرکاری ملازمین نے اس بیان میں مہاراجہ بہادر کے نام کی طرف اشارہ دیکھا۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے میں بیسیوں فوجی افسروں وسیاحوں کو نبدھ کے دونوں طرف کتے لئے ہوئے دیکھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ملزم کا اشارہ ان ہی کی طرف ہو۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کہ استغاثہ کیوں اس بات پر مُصر ہے کہ ملزم کا اشارہ لازماً مہاراجہ بہادر کی طرف تھا۔

گواہان استغاثہ کی حقیقت

[illegible] کو [illegible] رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا استغاثہ نے اس مقدمہ میں اٹھائیس گواہ پیش کئے جن میں سے صرف پانچ غیر سرکاری ہیں۔ ۲۰ مئی کے بعد جو کچھ ہوا وہ شیخ عبداللہ کی گرفتاری کے بعد وقوع پذیر ہوا۔ حکومت کو بھی اندیشہ تھا۔ کہ ان کی گرفتاری کے بعد کچھ گڑبڑ ہو گی۔ چنانچہ حکومت کشمیر کے سرکاری پرلیس نوٹ ۱۱ مئی [illegible] [illegible] ہیں [illegible] طور پر

لکھا گیا ہے۔ کہ شیخ عبد اللہ کی گرفتاری کے بعد شہر اور دیگر مقامات میں گڑبڑ ظاہر ہوئی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ۲۰ مئی کے بعد جو کچھ ہوا۔ وہ ملزم اور اس کے رفیقوں کی تقریروں کے نتیجہ میں نہیں۔ بلکہ اس کی گرفتاری کی وجہ سے رونما ہوا۔ مسٹر رام پال مجسٹریٹ گواہ استغاثہ نے اپنے بیان میں کہا۔ کہ ۱۶ مئی کو مسٹر مظفر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے انہیں ٹیلیفون پر کہا۔ کہ پرتاپ بھون میں ہندوؤں کا جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ یہ شہادت سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے اس دن ہندوؤں اور نیشنل کانفرنسیوں میں کوئی تصادم نہیں ہوا۔ کیا اس کو عوامی گڑبڑ (Public Disorder) قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر مسٹر رام پال کا یہ کہنا درست ہے۔ کہ نیشنل کانفرنس والے خلاف قانون نعرے لگاتے تھے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا ۴ مئی سے ۲۰ مئی تک پولیس نے کسی ایک شخص کو قابل اعتراض نعرے لگانے کی پاداش میں گرفتار کیا۔ ظاہر ہے۔ کہ ایسی کوئی بات نہیں کی گئی ہے۔ ان حالات۔ استغاثہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اس وقت ایک کے بعد دوسرے مجسٹریٹ کو یہ کہنے کیلئے پیش کرے کہ جلسوں کے بعد لوگ ٹولیوں میں خلاف قانون نعرے لگاتے تھے۔ صرف دو غیر سرکاری گواہان استغاثہ مسٹر ادم کار ناتھ اور مسٹر برجیندر ناتھ نے کہا ہے۔ کہ نیشنل کانفرنس والے خلاف قانون نعرے لگاتے تھے۔ لیکن وہ نیشنل کانفرنس کے مخالف کیمپ میں شامل ہیں۔ اور ان کی شہادت کی بنا پر ملزم کو قصوروار نہیں سمجھا جا سکتا۔ میں نے اگلے روز کہا تھا کہ خلافِ قانون نعروں کا تذکرہ کسی مقامی اخبار میں بھی نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں استغاثہ نے کہا۔ کہ خلافِ قانون نعرے کوئی اخبار نویس اپنے پرچے میں شایع نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ یہاں وفادار اخباروں کی کمی نہیں۔ اگر فی الواقعی نیشنل کانفرنس والے خلافِ قانون نعرے لگاتے تو کیا ایسے وفادار اخبار نویس حکومت کی توجہ ان کے انسداد کی طرف مبذول نہ کراتے۔ خلافِ قانون نعرے اس وقت شروع ہوئے جب ۲۰ مئی کو ملزم گرفتار کیا گیا اور عوام پر

زبردستیاں کی گئیں۔ اسلئے ان کو خلافِ قانون نعرے لگانے پر اگر مجبور کیا۔ تو حکام نے۔ اس لیے شیخ عبداللہ کی بجائے آج انہیں عدالت کے سامنے کھڑا کیا جانا چاہیئے تھا۔

متبرک مقامات کی توہین

آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا کہ گواہانِ استغاثہ نے جو کچھ کہا۔ وہ ۲۰ رمئی کے بعد کے واقعات ہیں اگلے روز عدالت نے مجھ سے سوال کیا۔ کہ جب متبرک مقامات کو سیاسی اور خلافِ قانون اغراض کے لیے استعمال کیا جائے۔ تو اس صورت میں کیا کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حکام کو متبرک مقام کے اندر گولی نہ چلانی چاہیئے تھی۔ بلکہ جب لوگ باہر آتے۔ تو اُن کے خلاف ضروری کارروائی کی جانی چاہیئے تھی۔ علاوہ ازیں ۲۰ رمئی کے بعد جو کچھ ہوا۔ اُس کی ذمہ داری ملزم پر نہیں بلکہ ایگزیکٹو پر ہے۔

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ جہاں تک گواہ استغاثہ مسٹر شیو ناتھ سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹر کا تعلق ہے۔ اُس کی ناقابلیت جرح کے وقت آشکارا ہو گئی۔ مجھے اس بارے میں اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

گواہ استغاثہ مسٹر علاؤالدین سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹر سے جب پوچھا گیا۔ کہ ملزم نے کبھی تقریر میں لوگوں کو کہا تھا۔ کہ وہ ۱۹۳۱ء کے سے حالات پیدا کریں۔ تو وہ یہ نہیں دکھا سکے۔ میں عدالت کی توجہ مسٹر راجپال گواہ استغاثہ کے اُس بیان کی طرف دلاتا ہوں جو اُس نے ملزم کی ۱۶ رمئی والی تقریر کے متعلق دیا۔ کیا اس بیان اور ملزم کی ۱۶ رمئی والی تقریر میں (جو شارٹ ریکارڈ کی گئی ہے) کوئی مطابقت ہے؟ کیا ایسے گواہوں (جو حلف لینے کے باوجود جھوٹ کہیں) کی شہادت پر ملزم کو سزا دی جا سکتی ہے؟

روٹی کی خاطر گواہی

ان گواہوں کے بیانات کی اس قدر بھی قیمت نہیں جس قدر کہ اس کاغذ کی جس پر کہ انہیں لکھا گیا ہے۔

مسٹر علاؤالدین گواہ استغاثہ نے کبھی کبھی حقیقت ظاہر کی ہے لیکن ایسا کرتے ہوئے اُسے اپنی روٹی کا خیال ستاتا رہتا تھا۔ اور وہ سچائی کا اظہار کرنے کے بعد پھر خلاف واقعہ باتیں کہتا تھا۔ اُس نے کہا ہے۔ کہ جب نیشنل کانفرنس کی حلقہ کمیٹیوں نے جلسوں کا سلسلہ شروع کیا۔ تو فضا بالکل پُرامن تھی۔ یہ بات بہت اہم ہے۔ اور عدالت کو اُسے نوٹ کرنا چاہیئے۔ ایک اور گواہ استغاثہ مسٹر نند لال ملّو مجسٹریٹ ہیں۔ جو بہت معصوم آدمی ہیں۔ وہ سنسکرت آچاریہ سبھا کی صدارت کرنے کے قابل ہیں۔ اُن کی شہادت بہت اہم ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ۲۰ رمئی تک میرے نوٹس میں کسی گڑبڑ کی اطلاع نہیں آئی"

عدالت :- لیکن وہ صرف اپنے ایریا کی بات کر رہا تھا

مسٹر آصف علی :- لیکن میں تو اُن سے ایریا تک ہی محدود نہیں رہ سکتا۔ وہ مجسٹریٹ ہیں۔ اور اُن کی شہادت قابل اعتبار ہے۔ جب کچھ ہوا ہی نہیں تو وہ کہیں کیا؟

مسٹر کلم :- مسٹر ملّو رعناواری میں رہتے ہیں۔ اندریں حالات اُن کی واقفیت صرف اپنے ایریا تک ہی محدود نہیں ہو سکتی۔

عدالت :- ہم صرف فائل تک ہی محدود رہ سکتے ہیں؟

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ ایک اور گواہ مسٹر سوم ناتھ پریذیڈنٹ میونسپلٹی ہیں۔ آپ بڑے ہی شریف آدمی - (Polished gentle-man.) ہیں۔ آپ نے توڑپھوڑ کے ۵۲ واقعات کے متعلق شہادت دی۔ لیکن ان سے مجموعی طور پر پورے سات ہزار کا نقصان ہوا۔ کس قدر بھونی اور مضحکہ خیز بات ہے یہ کہنا کہ یہ سب شیخ عبداللہ کی تقریروں کے نتیجہ میں ہوا غلط ہے۔ اگر یہ اُن کی تقریروں کا نتیجہ ہوتا۔ تو نصف سری نگر جل چکا ہوتا۔ تمام پُل تباہ ہوئے ہوتے۔ شیخ عبداللہ سب سے بڑے بارسوخ آدمی ہیں۔ اُنہیں عوام کی حمایت حاصل ہے۔ آپ کو اس کا شکرگزار ہونا چاہیے۔ اُس نے فرقہ پرستی کو دبایا۔ اُس نے آپ کو بچا لیا۔

آپ کو زیب دیتا ہے۔ کہ آپ ایسے شخص کے خلاف مقدمہ چلائیں؟

ایک اور گواہ مسٹر بنارسی داس میونسپل انجینیر ہیں۔ اس کی شہادت پر تبصرہ نہیں کروں گا۔ وہ محض ایک انجینئر ہے۔

مسٹر کاک ا۔ اُسے بھی دھمکیاں دے دیجئے۔

مسٹر آصف علی :۔ یہ بہت بُرا ہوا کہ اس کی مرمت نہیں کی گئی۔ لوگوں پر اُن کے متبرک مقامات میں گولیاں چلائی گئیں۔ اگر اس میونسپل انجینیر کو ہٹا جاتا۔ تو کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ آگے چل کر مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ گواہ استغاثہ مسٹر شمبو ناتھ ٹیلی فون انسپکٹر کی شہادت ڈیفنس کے لئے مفید ثابت ہوئی۔ اس نے کہا کہ لوگوں کے ٹیلی فون منقطع کئے گئے۔ حکومت کشمیر نے یہ قدم حکومت بمبئی کی تقلید میں اٹھایا۔ اُس نے یہ اندازہ نہیں لگایا۔ کہ حکومت بمبئی کو اس اقدام کے لئے کس قدر گراں قیمت ادا کرنا پڑی۔ وہ اب ہندوستان سے بوریا بستر سمیت غائب ہو گئی ہے۔

ڈاکٹر حفیظ اللہ گواہ نے چند ایسے زخمی اشخاص کی فہرست پیش کی ہے۔ جو ملٹری سے تعلق رکھتے تھے۔ جن ڈاکٹروں نے اسی مقدمہ میں شہادت دی ہے۔ مجھے اُن کے خلاف کچھ نہیں کہنا ہے۔ انھوں نے واقعات کے مطابق بیانات دیئے۔ ڈاکٹر حفیظ اللہ نے ایک آدمی کے نزعی بیان کا ذکر کیا ہے۔ میں اس بارے میں آگے چل کر بحث کروں گا۔ لوگوں کی زندگیوں سے کسطرح کھیلا جا رہا تھا۔ یہ اس نزعی بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ جو لوگ مارے گئے۔ اُن کے وارثوں کے لئے کیا کچھ کیا گیا ہے۔ لوگوں کی زندگیوں سے اس قدر لاپروائی کیوں؟

دلچسپ آدمی

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے گواہ استغاثہ لفٹننٹ لابھ سنگھ کا بیان زیر بحث لایا۔ آپ نے کہا۔ کہ یہ گواہ بہت اہم ہے وہ ایک بہادر سپاہی ہے۔ اُس کا بیان بہت اہم ہے خصوصاً اس لئے کہ وہ حرف

پچھ دن فیل پرما کے محاذ پر سے واپس آیا تھا۔ اُسے پولیس کی امداد کیلئے مہاراج گنج تھانہ پر بھیجا گیا تھا۔ ملٹری کو اسی وقت بلایا جاتا ہے جب سول طاقت حالات پر قابو نہ پا سکے۔ اسے فی الفور عوام پر نہیں چھوڑا جاتا ایسے موقع پر ملٹری سول طاقت کے ماتحت ہوتی ہے۔ لیکن لفٹنٹ لابھ سنگھ کے آدمی سول طاقت کے ماتحت نہیں تھے۔ چنانچہ اُس نے اپنے بیان میں کہا کہ "مجسٹریٹ کی التجا پر میں نے عوام کو تنبیہ کی" یہ شخص کشمیری زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا لیکن اسے پھر بھی خانقاہ معلیٰ بھیجا گیا۔ اگر خانقاہ معلیٰ کے اندر جمع شدہ لوگ خلاف قانون نعرے بھی لگاتے تھے۔ تو زیادہ سے زیادہ تمام دروازوں کو بند کیا جا سکتا تھا۔ اور جو کوئی باہر آتا اُسے ایک خلاف قانون مجمع کا ممبر ہونے کے الزام میں گرفتار کیا جا سکتا تھا۔ گولیاں چلانے کی ضرورت کیا تھی۔ لابھ سنگھ کی شہادت بہت اہم ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جب سب سے پہلے وسیع پیمانے پر گڑبڑ شروع ہوئی۔ تو فوج نے زبردستی سے کام لیا۔ ایک اور گواہ کرنیل نرائن سنگھ ہیں وہ ایک دلچسپ آدمی ہیں وہ لفٹنٹ لابھ سنگھ کے بالکل برعکس ہیں کرنیل نرائن سنگھ میں ایسی کوئی بات نہیں تھی اُس نے خانقاہ معلیٰ کے احاطہ میں بہت سے شریف آدمی دیکھے لیکن گولیاں چلاتے وقت بھول گئے۔ کہ وہ شریف آدمیوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ ایک فوجی افسر نے کہا ہے۔ کہ ہم پر کندے (Logs) پھینکے جاتے تھے۔ حالانکہ اگر خانقاہ معلیٰ کے مینار سے کندے پھینکے جاتے تو نہ معلوم کتنے بہادر فوجیوں کی چٹنی بن جاتی اس پر عدالت نے کہا کہ گواہ نے Logs نہیں بلکہ Chips کہا تھا۔

مسٹر برجندر موہن گواہ ایک نوجوان ہے۔ اور تمام نوجوانوں کی طرح اُن میں مبالغہ آمیزی کی عادت ہے۔ بقول اس کے اُس نے نوجوانوں کا ایک گروہ منظم کیا۔ تاکہ خوف زدہ عوام کو جرأت مندی کی تلقین کریں۔ مقصد تو بہت اچھا ہے۔ بشرطیکہ اس کو بروئے کار لایا جاتا۔

محمد مقبول کی نامعقول حرکات

لیکن وہ نوجوانوں کو خوف زدہ عوام کے علاقہ میں
نہیں بلکہ ایسے علاقہ میں لے گیا جو نیشنل کانفرنس سے
تعلق رکھتے ہیں۔ اور تصادم کا باعث بنا۔ کیا اسے
حب الوطنی کہا جا سکتا ہے؟ اس کے بیان کی کوئی
قدر و قیمت نہیں کیونکہ وہ جانبدار ہے۔ او مکار ناظر گواہ کے بیان کی نسبت یہی کہا
جا سکتا ہے۔ خواجہ محمد مقبول پنڈت گواہ نمبر ۲۶ بیس سال سے سرکاری ملازم ہے۔ جب اس سے
سوال پوچھا جاتا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھا کرتا تھا اور کبھی کسی وقت سر کو کھجلانے لگتا
تھا۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ کیا کشمیریوں کو فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا؟ تو اس
نے کہا سکھ اور ہندو فوج میں لئے جاتے ہیں۔ اس نے کسی سوال کا واضح جواب نہ دیا۔
اس نے کہا۔ کہ اذان کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ مسجدوں
میں جھگڑیاں بھی ہوتا ہے۔ اگر محمد مقبول پنڈت ایسے شخص کو اہم ڈیوٹی پر تعینات
کیا جاتا ہے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ کشمیر کا نظام حکومت کافی فرسودہ ہو چکا ہے
ہو سکتا ہے کہ لابھ سنگھ لاعلم اور بے وقوف ہو۔ لیکن محمد مقبول پنڈت کی نسبت
ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اسے پتا نہیں تھا۔ کہ لابھ سنگھ کو مسجد میں جانے نہ
دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

گواہ ہیرا نند مجسٹریٹ نے کہا۔ کہ اس نے اپنے علاقے میں پوسٹر دیکھے جو وار کونسل کی
طرف سے جاری ہوئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ورکوس سی آئی ڈی والے چلا رہے ہوں
وہ ایسی باتیں کر سکتے ہیں۔

گواہ غلام احمد ڈار ایک دلچسپ آدمی ہے۔ اس کو بیان دینے سے پہلے سکریٹریٹ میں
لیا گیا جہاں اس کا بیان قلمبند کیا گیا۔ اور اس نے اس پہ دستخط کئے جو سراسر خلاف
قانون ہے۔ کیا یہ جائز ہے کہ کسی گواہ کو اس طرح پابند کیا جائے؟ اس بات سے
تمام شہادت کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور یہ خود ہی قابل مذمت ہو جاتی ہے۔
یہاں غلام محمد ڈائریکٹر وزیر ٹرنس پیم رو کے بیان سے صرف
....

ایک بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ چھ آدمی سرکاری نگرانی میں دفن کیے گئے۔ جن میں دو اس کی زیر نگرانی دفن ہوئے۔ مرنے والوں کو غسل بھی نہیں دیا گیا۔ انہیں صبح کے دو بجے دفن کیا گیا۔ اس سے اس بات کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ مرنے والوں کی لاشیں ان کے ورثا کے حوالے نہیں کی گئیں۔ بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا کہ استغاثہ کا کہنا ہے۔ کہ صرف آٹھ آدمی مر گئے۔ آئیے ذرا اس کا تجزیہ کریں۔ پانچ یہاں مر گئے۔ دو پانپور میں اور ایک اننت ناگ میں۔ سرکاری پریس نوٹ ۵ مئی میں کہا گیا ہے۔ کہ سری نگر میں چار آدمی مر گئے۔ جو ذرائع نقل و حمل کو برباد کرتے ہوئے فوجیوں کی گولیوں سے مر گئے۔ ظاہر ہے۔ کہ ان چار آدمیوں کا خانقاہ معلیٰ میں مرے ہوئے آدمیوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ظاہر ہے کہ ان چار اشخاص کو ملا کر مرنے والوں کی تعداد بارہ تک پہنچتی ہے میں عدالت کی توجہ وزیر اعظم کشمیر کے ایک بیان (جو "ہندوستان ٹائمز" کی مورخہ ۲۷ مئی کی اشاعت میں شائع ہوا ہے) کی طرف دلاتا ہوں۔ جس میں انہوں نے کہا ہے۔ کہ دس آدمی مارے گئے۔ صاف ہے کہ حکومت اپنی زیادتیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک ایسے آدمی کو موردِ الزام ٹھہرا رہی ہے۔ جو ریاست کو تباہی سے بچا رہا ہے۔ اس وقت عدالت دو بجے لنچ کے لیے برخاست ہوئی۔

فتنہ کی جڑ کشمیر کا گستاپو

لنچ کے بعد کارروائی تین بجے شروع ہوئی۔ مسٹر آصف علی نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ پنڈت جیا لعل درباری اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس (سی۔ آئی۔ ڈی) ایک اہم گواہ ہے۔ لیکن اپنے دراز قد اور خوبصورتی کے باوجود وہ بیان میں ناکام رہا۔ جب حکومت محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی پر قائم ہو اس کے لیے مصیبت کا آنا یقینی ہے۔ اسمبلیاں اور اختیارات جائز ذرائع ہیں۔ جن پر حکومت قائم رہ سکتی ہے۔ مجھے سی۔ آئی۔ ڈی والوں سے کافی سابقہ پڑا ہے۔ اور میں جانتا

ہوں کہ اس جشن سے کیا کچھ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ مسٹر چیالال درپاری اس کیس کے محرک ہیں۔ کیونکہ اس کی ڈائریوں کی بناء پر یہ کیس دائر کیا گیا ہے۔ جب جب کبھی اس سے پوچھا گیا کہ کیا وسط مشرق سے واپسی پر مہاراجہ بہادر کا استقبال کرنے میں شیخ عبداللہ کا بھی ہاتھ تھا۔ تو اس نے با دل ناخواستہ اس کا جواب اثبات میں دیا۔ وہ یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کہ شیخ محمد عبداللہ نے اس پر شکوہ اور عدیم النظیر استقبال میں نمایاں حصہ لیا۔ اس سے اس کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اس کے دل میں ملزم کے خلاف کس قدر جذبۂ عداوت تھا۔ اس کے بعد جب میں نے اس سے پوچھا کہ اس وقت وزیر اعظم کون تھا۔ تو اس نے مسٹر راؤ کا نام لینا گوارا نہیں کیا۔ کیونکہ وہ اس کا کریڈٹ اپنے محسن پنڈت کاک کو دینا چاہتا تھا۔ میں نے دوبارہ دانستہ یہ سوال محدود حالت میں پیش کیا۔ تو بھی اس کے منہ سے یہ الفاظ برآمد ہوئے۔ کہ استقبال کے انچارج مسٹر کاک تھے جب عدالت نے بھی اسے جواب دینے کی تلقین کی۔ تو اس نے تامل کے بعد کہا کہ شاید مسٹر راؤ تھے۔ جس گواہ کے دل میں ایسے جذبات ہوں۔ وہ کیوں ملزم کے خلاف جھوٹی ڈائریاں مرتب نہیں کرے گا۔ گواہ جانبدارانہ جذبات سے بھرا ہوا تھا مسٹر درپاری نے آگے چل کر کہا کہ "کشمیر چھوڑ دو" کا مطلب یہ ہے۔ کہ مہاراجہ بہادر یہاں سے چلے جائیں۔ لیکن وفادار رعایا پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں خوش ہوں۔ کہ اس نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ یقیناً اس ملک میں وفاداروں کی تعداد کافی ہے۔ اور ان پر "کشمیر چھوڑ دو" کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ مہاراجہ بہادر نے دربار عام میں ان تاثرات کا اظہار کیا۔ کہ وفاداروں کی طرف سے انہیں جو تاریں موصول ہوئیں ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ عوام کی ایک کثیر تعداد وفاداروں پر مشتمل ہے لیکن سوال یہ ہے۔ کہ جب حکومت جانتی تھی۔ کہ "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک کا اثر وفاداروں پر نہ ہوا۔ جن کی تعداد کافی ہے۔ تو پھر اس نے اس قدر فوجی تیاریاں کیوں کیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ "کشمیر چھوڑ دو" کی نسبت استغاثہ نے جو کچھ کہا

ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مسٹر درباری نے آگے چل کر کہا ہے۔ کہ عہد نامہ امرتسر کو چور نامہ قرار دیا۔ عدالت میں ملزم کی تقریروں کی نسبت جو لانگ ہینڈ رپورٹیں پیش ہوئی ہیں۔ اُن میں اس لفظ کا کہیں تذکرہ نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسٹر درباری انتہائی قسم کا جھوٹا آدمی ہے۔ اس نے نہ محض اس عدالت کے سامنے جھوٹ بولا۔ بلکہ اپنے حکمران کے سامنے بھی۔ یہ شخص حکومت کو ڈائریاں بھیجتا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہی شخص تمام فتنہ کی جڑ ہے۔ پرانے زمانے میں بادشاہ خفیہ پولیس کو رکھا کرتے تھے۔ لیکن اس کا مقصد حاجت مند عوام کا کھوج لگانا ہوتا تھا۔ اور بادشاہ ان کی امداد کرتے تھے۔ لیکن مسٹر جیالعل درباری کا کام شریف لوگوں کو مبتلائے مصیبت کرنا معلوم ہوتا ہے۔ وہ کشمیر کے گزیٹیر کا اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ہے۔ اس نے ۱۹۳۱ء کی تحریک کی ذمہ داری شیخ عبداللہ پر ڈالی ہے۔ حالانکہ اس وقت وہ محض ریڈنگ روم پارٹی کے ممبر تھے۔ اس تحریک کے لیڈر دوسرے لوگ تھے۔ لیکن مسٹر درباری نے اس کی ذمہ داری بھی انہیں پر عاید کی۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کا بیان ایک زہریلے اور بیمار دل کی پیداوار ہے۔ اس کے دل میں ملزم کے خلاف زہر بھرا ہوا ہے۔ کیا ایسے گواہ کی شہادت قابل اعتبار ہے؟

خفیہ ڈائری

اس کے بعد مسٹر آصف علی نے مسٹر جیالعل درباری کی پیش کردہ خفیہ ڈائری کو زیر بحث لاکر کہا۔ کہ اس کو [illegible] ذریعہ عدالت کے نوٹس میں لایا گیا ہے۔ میں اس کے پیش کیے جانے پر پہلے بھی اعتراض کر چکا ہوں۔ اور اس وقت بھی اس کو دہراتا ہوں۔ یہ ۱۳ مئی کو لکھی گئی ہے۔ جس کے دو دن بعد ملزم کی تقریروں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ہمارے پاس کوئی شہادت نہیں۔ کہ یہ دستاویز فی الواقع ۱۳ مئی کو پیش کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس پر مسٹر نیاز احمد چیف سکریٹری نے نوٹ لکھا ہے۔ کہ "اسے مسٹر شام لال جلالی کو عدالت میں پیش کرنے کے لیے دیا گیا ہے"۔ لیکن اس دستاویز کو مسٹر جلالی نے پیش نہیں کیا۔ اس لیے یہ دستاویز فضول اور بیہودہ

ہے۔ مسٹر آصف علی نے دستاویز کی عبارت پڑھ کر سنائی اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ محض قیاسات پر مبنی ہے۔ دستاویز میں ایک جگہ لکھا گیا ہے کہ "پنڈت شونرائن فوطیدار نیشنل کانفرنس کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ اس کو اس طرف لانے میں جانکی ناتھ زتشی درگا پرشاد دَر اور جیالال کلم کا ہاتھ ہے۔ جیالال کلم عنقریب خرابیٔ صحت کا بہانہ کرکے دیہات کی طرف جائے گا" کس قدر مضحکہ خیز باتیں ہیں۔ سب کچھ دماغی اختراع سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ دستاویز اس امر کا ثبوت ہے کہ سی۔ آئی۔ ڈی والے کیا کرتے ہیں۔

جہاں تک مسٹر دوار کا ناتھ اور مسٹر رام چندر رپورٹران "ہمدرد" کا تعلق ہے مجھے ان کی رپورٹوں پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن انھوں نے عدالت میں جو مسودے پیش کئے ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ کسی اخبار میں اس قسم کی رپورٹوں کو محفوظ نہیں رکھا جاتا۔ علاوہ ازیں دونوں رپورٹروں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ انھوں نے ملزم کی تقریروں کی نسبت اصل نوٹوں کو ختم کیا ہے۔

بغاوت کا الزام

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ میں نے ابتدا میں کہا ہے۔ کہ یہ مقدمہ تاریخی نوعیت کا ہے۔ اور کہ اس میں عدالت کو کسی حد تک جیوری کا درجہ اختیار کرنا چاہیئے۔ میں نے ثابت کیا ہے۔ کہ شیخ عبداللہ کی گرفتاری خلاف قانون انداز میں عمل میں لائی گئی ہے۔ میں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ مقدمہ اس عدالت کے بجائے کسی ماتحت عدالت میں زیر سماعت آنا چاہیے تھا میں نے ملزم کی تقریروں کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے ثابت کیا۔ کہ وہ بالکل جائز ہیں۔ بغاوت ایک ایسا الزام ہے۔ جس کے معنی وقت وقت پر بدلتے رہتے ہیں آج سے دس سال پہلے جو بات بغاوت قرار دی جا سکتی تھی اسے عوام کی سیاسی بیداری کی موجودگی کے پیش نظر آج بغاوت کہنا درست نہیں۔ کشمیر کے عوام کی

بیداری اُن کے مطالبات اور مہاراجہ بہادر کے اُن تاثرات سے ظاہر ہوتی ہے کہ جن کو وہ وقتاً فوقتاً پیش کر چکے ہیں۔ "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ ملزم نے اُس وقت بلند کیا۔ جب وزیر اعظم برطانیہ نے اعلان کیا۔ کہ برطانوی گورنمنٹ ہندوستان سے چلی جائے گی۔ اور صرف اُس وقت تک ہی یہاں رہے گی۔ جب تک کہ ہندوستانی اپنے لیے آئین مرتب کریں۔ اگر مہاراجہ بہادر یہاں بھی اپنی صدارت میں مجلس آئین ساز منعقد کریں گے۔ تو اُس سے بڑھ کر اچھی بات اور کوئی نہ ہوگی۔ تمام جھگڑے ختم ہوں گے۔

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ اوم کار ناتھ پر حملہ ہونے کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ کوئی گڑبڑ نہیں۔ بلکہ محض چند آدمیوں کا جھگڑا ہے استغاثہ کو اس پر زور نہیں دینا چاہیئے تھا۔ ۲۰ مئی کے بعد جو کچھ ہوا اُس کی ذمہ واری ملزم پر نہیں۔ اس کو بہر حال علیٰحدہ رکھا جانا چاہیئے۔

آخر میں مسٹر آصف علی نے کہا۔ کہ عدالت کے نوٹس میں ایک بات لانا چاہتا ہوں بغاوت ایک وسیع جرم ہے۔ جب اس الزام کو ہر دلعزیز لیڈروں پر عائد کیا جاتا ہے۔ تو یہ بہت خطرناک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جن الفاظ کی بناء پر اُن کے خلاف بغاوت کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ وہ زبان زد خلایق ہو جاتے ہیں۔ جب مہاتما گاندھی نے "ہندوستان چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا۔ تو حکومت ہند نے اُن کو گرفتار کیا۔ اُس کا نتیجہ کیا ہوا یہی کہ یہ نعرہ ہندوستان کی فضا پر چھا گیا۔ یہی حال کشمیر میں ہوگا۔ اگر شیخ عبداللہ کو اس الزام کے تحت سزا دی جائے گی میں چاہتا ہوں کہ اس دائرہ کو وسیع مت کرو۔ رعایا اور راعی کے درمیان سمجھوتہ کراؤ۔ اُن میں دوستانہ تعلقات پیدا کرو۔ عوام کی آواز کا اندازہ کرو۔ اگر ملزم نے والیء ملک کے خلاف بد قسمتی سے چند الفاظ کہے ہیں۔ تو والیء ملک کو کہنا چاہیئے۔ کہ وہ ان باتوں سے بالاتر ہے۔ اس مقدمہ کو اسی وسیع نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ اسی میں ہر ایک کی بہتری اور بھلائی ہے۔ میں نے اس مقدمہ میں مہاراجہ بہادر کا نام علیحدہ

رکھنے کی کوشش کی ۔ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا ملزم نے مجھے کہا تھا کہ مقدمہ میں بہر حال فرقہ واریت کو علیحدہ رکھوں ۔ میں نے ایسا ہی کیا ۔ ملزم اور اس کے رفیقوں نے ذمہ وار نظام حکومت کا مطالبہ کیا ہے ۔ اس کو پورا کیا جائے تو تمام تلخی ختم ہو جائے گی ۔ اختتام پر مسٹر آصف علی نے چند رولنگس (Rulings) پیش کیے اور عدالت اور استغاثہ کا شکریہ ادا کیا کہ دونوں نے ان کے دلائل کو صبر و استقلال سے سُنا ۔

عدالت پونے پانچ بجے برخاست ہوئی ۔ کل سے وکیل استغاثہ جوابی بحث کرینگے ۔

چھبیسویں پیشی

وکیل استغاثہ کے جوابی دلائل

جمہوریت اور کانگریسی حکومتوں کی خامیاں

مسٹر کاک نے نسلی منافرت اور بغاوت کے جذبات کو ابھارا

مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر فتح کیا (مسٹر کاک) ہرگز نہیں (شیخ محمد عبداللہ)

سرینگر ۱۹ اگست

مقام باد امی باغ چھاؤنی

شیخ محمد عبداللہ کے خلاف مقدمہ کی سماعت عدالت سیشن میں ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے شروع ہوئی۔ وکلائے استغاثہ و صفائی حاضر تھے۔

آج تیسرے دن کاک اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے بحث کا جواب دینا شروع کیا آپ نے کہا۔

غیر ضروری باتیں

چونکہ وکیل صفائی چند غیر متعلقہ امور کو زیر بحث لایا ہے۔ اور چند ایک امور کی تشریح اپنے مطلب کے مطابق کی ہے اسلئے ابتداء میں مجھ کو ادھر مجبوراً توجہ دینی پڑیگی۔ اگرچہ میں کوشش کرونگا۔ کہ ان کا جواب اختصار کے ساتھ دوں۔

جمہوریت کی خامیاں

وکیل صفائی نے یہاں کی حکومت پر حملے کرتے ہوئے۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ یہاں جمہوری حکومت ہی آدرش حکومت ثابت ہوسکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ عوام کی حکومت اور عوام کیلئے کیا ہے۔ غالباً یہ کہ عوام اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں۔ اور ان پر ہی یہ حکومت مشتمل ہوتی ہے۔ لیکن ان نمائندوں کے انتخاب میں کیا کچھ ہوتا ہے۔ وہ ایک واضح حقیقت ہے۔ اس کے فیصلے اکثریت سے ہوتے ہیں۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اکثریت ہمیشہ صحیح فیصلہ کرتی ہے۔ اقلیت کو چاہے اس کی رائے درست ہی کیوں نہ ہو۔ اپنا فیصلہ بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے۔ کیبنٹ مشن کے فیصلہ کو ہی لیجئے۔ کیا اس بارے میں عوام سے پوچھا گیا۔ چند آدمیوں کے درمیان گفت و شنید ہوئی۔ اور اسی کو تمام لوگوں پر ٹھونسا گیا۔ آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی کے جلسہ میں چند اشخاص نے مخالفت کی۔ لیکن کیا اس پر توجہ دی گئی۔

کانگریسی وزارت سرحد کی ناکامی

ذمہ وار نظام حکومت سے میرے فاضل دوست کا مقصد وہ حکومت ہے جو عوام کی رائے سے بنائی یا بگاڑی جاسکے۔ لیکن عملاً ایسا نہیں ہوتا۔ خان عبدالغفار خان جیسی مقتدر ہستی نے سرحد کی کانگریسی وزارت کے متعلق کہا۔ کہ وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ اسے مستعفی ہوجانا چاہئے۔ لیکن کیا وہاں کی عوامی وزارت مستعفی ہوگئی کیا خان صاحب کی آواز عوام کی آواز نہ تھی۔ اسکی قدر و منزلت کیوں نہ ہوئی۔

پارٹی گورنمنٹ

کیا اسمبلیوں میں چنی ہوئی گورنمنٹ آدرش گورنمنٹ ہے۔ یہ تمام گورنمنٹیں پارٹی گورنمنٹیں ہیں۔ تو کیا وہ لوگوں سے وعدے وعید کرکے ان کو پورا کرتی ہیں۔ انہیں بھی اپنے منسٹریاں چلانے کیلئے وہی کچھ کرنا پڑتا ہے۔ جو دیگر گورنمنٹیں کرتی ہیں۔ اس وقت وہ کہا کرتی ہیں کہ اپنی پارٹی کے قیام کے خاطر ہمیں ایسا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جب ان کا عہد ختم ہوجاتا ہے۔ اس وقت وہ پھر سے لوگوں کیطرف رجوع کرتی ہیں۔ اور ان کے جذبات کو اپیل کیا کرتی ہیں۔ تاکہ انہیں پھر گورنمنٹ بنانے

کا موقع نصیب ہو۔ لیکن آج حکومت پر نکتہ چینیاں کی جا رہی ہیں۔ اور لوگوں کو اس کے خلاف ابھارا جا رہا ہے۔

مسٹر آصف علی: مجھے اس بات سے مسرت ہو رہی ہے۔ کہ میرے دوست آٹوکریسی کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

مسٹر کاک: میرا کوئی ایسا ارادہ نہیں۔ چونکہ آپ نے اس موضوع کو چھیڑا ہے۔

مسٹر آصف علی نے کہا آپ بولتے جائیں۔

پنڈت کاک نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے لوگوں کی حکومت لوگوں کیلئے لوگوں کے ذریعہ کے بلند بانگ دعاوی جس کی بلند آواز نے اس ہال کو گونجا دیا ہے۔ اس کے متعلق موسیو مونوٹون نے یونائٹڈ آرگینیزیشن میں کثرت رائے کے مسئلے کی دھجیاں فضائی آسمانی میں بکھیر دی ہیں۔ کثرت رائے کا مقصد ۱۰ اور ۱۱ میں ایک ووٹ کا تفاوت ہوا کرتا ہے۔ اور اگر ایک طرف دس ووٹ ہوں اور دوسری طرف گیارہ ہوں۔ تو اس کو بھی کثرت رائے سے منظور ہونا قرار دیا جاتا ہے۔ دوسری بات لیجئے۔ کہ ایک طرف بارہ ووٹ ہوں۔ اور دوسری طرف سات ووٹ ہوں۔ تو اس کو بھی کثرت رائے سے منظور قرار دیا جاتا ہے۔ گویا دہ بارہ کے مقابلہ میں سات یا گیارہ کے مقابلہ میں دس بیوقوف ہوتے ہیں۔ ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ یہ ہیں جمہوریت کی کرشمہ سازیاں۔ کہ لاکھوں انسانوں کے نمائندوں کی آواز ایک ووٹ یا تین یا چار ووٹوں کی کثرت سے دبائی جاتی ہے۔ اور اس کو اس طریقے سے ذبح کیا جاتا ہے۔

اس موقعہ پر عدالت نے کہا اس غیر متعلق بات کو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ معاملہ طول پکڑ جائے گا۔ اور اصل مقدمہ کا ہم ان باتوں کو کوئی تعلق نہیں۔

مسٹر کاک نے جواباً کہا۔ میرے فاضل دوست وکیل مد مقابل نے کہا ہے۔ کہ آپ جج کے علاوہ جیوری کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اس لئے میں اس عوامی نکتہ پر بحث کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

عدالت نے کہا کہ اس طرح برسوں بھی یہ مقدمہ ختم نہیں ہو سکتا ۔

مسٹر کاک نے جواباً کہا ۔ کہ ایک تو مجھے ظاہر کرنا ہے ۔ کہ کونسی گورنمنٹ لوگوں کیلئے سودمند ہو سکتی ہے ۔ جبکہ ایک طرز حکومت پر زبردست حملے کئے گئے ہوں ۔

عدالت نے اس کے متعلق فرمایا ۔ کہ آپنے اس وقت اعتراض نہیں کیا ۔

مسٹر کاک :۔ میں نے ہر وقت صدائے احتجاج بلند کی ۔ لیکن مسٹر آصف علی نے عدم تعاون دھمکیوں کی لٹکتی ہوئی تلوار میرے سر پر رکھی اور حکومت کے خلاف مغلظات بھی کہے گئے ۔

اس پر مسٹر آصف علی نے پروٹسٹ کیا ۔ اور کہا ۔ کہ میں نے ایسا نہیں کیا ۔ کیونکہ یہ میری زبان نہیں بلکہ وہاں سے یہ استعمال کرنے کی کوشش ہو رہی ہے ۔

عدالت نے مزاحیہ انداز میں فرمایا ۔ کیا "گالی گلوچ" بھی ۱۲۴ کی زد میں آتی ہے ۔

مسٹر کاک :۔ نہیں جناب ۔ دفعہ ۵۰۴ کی زد میں ۔ اس کے بعد آپنے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا ۔ میں گورنمنٹ کا ایڈووکیٹ نہیں بلکہ استغاثہ کا ایڈووکیٹ ہوں ۔

گورنمنٹ پر الزامات

لیکن جب گورنمنٹ پر حملہ کرتے ہوئے "محبوب" کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے ۔ جس کا تعلق مقدمہ کیساتھ ہے ۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ گورنمنٹ پر یہ الزام عاید کیا گیا ہے ۔ کہ گورنمنٹ ایسے حالات پیدا کرنے کی ذمہ دار ہے اور کہا گیا کہ شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری کے بعد یہ واقعات ظہور پذیر ہوئے ۔ کیونکہ گورنمنٹ کا ایکشن عاجلانہ اور غیر مآل اندیشانہ اور غلط مشورہ پر مبنی تھا ۔ کہ خانقاہ معلی میں لوگوں کا شکار کھیلا گیا ۔ اور گولی کانڈ کے یہ تمام نتائج ہیں ۔ اس کے متعلق میں یہ کہونگا ۔ کہ یہ گاڑی کو گھوڑے کے آگے جوتنے کی ایک ہی تمثیل ہے ۔ اور اس پر کہا جا سکتا ہے " نہند نام زنگی برعکس کافور "

لاانیڈ آرڈر کے قیام کا سوال

میں عدالت کی توجہ اس امر کیطرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ۲ مئی سے ۱۶ مئی تک جتنی تقاریر ہوئیں۔ ان میں گورنمنٹ پر زبردست کیچڑ اچھالا گیا۔ ایسے حالات کو کوئی گورنمنٹ برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس طریقے سے غیر قانونی اندیشانہ بدامنی کی آگ کو روشن کیا گیا تھا۔ اور ملک کی فضا پر منافرت، عداوت اور نفرت کے جذبات مستولی تھے۔ لیکن پھر بھی اس کو حکومت کی غیر آئینی اندیشانہ حرکت کیساتھ تعبیر کیا جا رہا ہے۔

امن وسکون اور متبرک مقامات

اس میں کلام نہیں۔ کہ خانقاہ معلی ایک مقدس اور متبرک مقام ہے۔ میرے فاضل دوست نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ کہ انہوں نے ایک عربی شعر کے ترجمہ سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔ جو یہاں ایک پتھر پر کندہ ہے۔ کہ یہ امن وسکون کا مقام ہے۔ اور پُرامن اشخاص کو یہاں آنے کی صلائے عام ہے۔ ایسے مقدس مقام پر ہر ایک شخص کو کینہ وعداوت اور انتقام کے جذبات سے اپنے دل کو صاف کر کے جانا چاہئے۔ اس مقام پر ہر ایک شخص کو اظہار خضوع وخشوع کیلئے حاضر ہونا چاہئے۔ اور اگر ایسے مسکن امان اور متبرک مقام پر لوگ نفرت اور عداوت کے جذبات لے کر جائیں۔ تو ان کی اس حرکت کو بہ نظر استحسان کیوں دیکھا جائے۔ یہاں جو اجتماع ہوا کیا وہ لوگ انہی جذبات کے زیر اثر جمع ہو گئے۔ انہیں ایسے متبرک مقام پر جانے کی ضرورت کیا تھی۔ اس کو سیاسی اغراض کیلئے کیوں استعمال کیا گیا۔ وہاں انہوں نے کیا کیا۔ ایسے مقدس مقام پر مردہ باد کے نعروں سے پُرسکون آسمان میں شگاف پیدا کئے گئے۔ لوگوں کے انتقام، نفرت اور عداوت کے جذبات کو بھڑکایا گیا۔ لاانیڈ آرڈر کی طاقت جس کو آج معتوب کیا جاتا ہے۔ وہاں امن وسکون قائم کرنے کیلئے گئی تھی۔ کیا وہ وہاں انسانوں کا شکار کھیلنے کیلئے گئے تھے۔ اس تعلق میں شہادت حاوی ہے۔ کہ ملٹری اور پولیس نے انتہائی

صبر و ضبط سے کام لیا۔ اور جب ان کے عداوتی جذبہ نے شدت اختیار کر لی۔ تو بھی پولیس نے پہلے خفیف طاقت کو استعمال کیا۔ لیکن جب حالات قابو سے باہر ہوئے۔ اور ملٹری اور پولیس کو جان کے لالے پڑ گئے۔ تو پھر حفاظت خود اختیاری میں اس نے گولی چلائی۔ اور اس میں بھی کم سے کم طاقت کو استعمال کیا گیا۔

استعمالِ طاقت کے نتائج

اس استعمالِ طاقت کے نتائج کیا نکلے۔ یہ نتائج اور یہ اثرات گورنمنٹ کی نیت کا آئینہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ کہ پہلا راونڈ بالکل خالی گیا۔ اور دوسرے میں ایک انسان کی موت واقع ہوئی۔ اور چند آدمی زخمی ہوئے۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کی روش منفی نہ تھی بلکہ وہ لا اینڈ آرڈر کے احترام کیلئے ایسا کرنے پر مجبور تھی۔ یہ ہجوم شرارت پر تلا تھا۔ اور گورنمنٹ کو اپنے لا اینڈ آرڈر کا احترام کرنا ضروری تھا۔ جس کو میرے مدمقابل فاضل دوست شکار کھیلنا قرار دے چکے ہیں۔

کانگریسی حکومتوں کا تشدد

میں یہاں یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ کانگریس جس کا مسلک عدم تشدد ہے۔ لیکن کانگریسی حکومتوں نے ایسے حالات میں تشدد کا جواب کیوں تشدد سے دیدیا۔

اس مرحلہ پر مسٹر آصف علی نے کہا۔ اس میں یہاں کی حکومت کا ہی بھلا ہے۔ کہ وکیل استغاثہ کانگریس کو زیر بحث نہ لائے۔ کیونکہ جلد یا بدیر یہاں کی حکومت کو کانگریس سے سابقہ پڑیگا۔

مسٹر کاک گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے کہا کہ میں ان باتوں سے مرعوب نہیں ہوتا۔ میں کانگریس کی نکتہ چینی نہیں کرتا۔ میں صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کس طرح ایک ایسی حکومت کو جس کا دعوے ایک عوامی حکومت ہونے کا ہے۔ اس کو بھی لا اینڈ آرڈر کی تقدیس اور احترام کی خاطر ایسے اقدام کرنے پڑے۔ جس کیلئے آج یہاں کی موجودہ حکومت کو مورد الزام کیا جا رہا ہے۔ کانگریسی حکومت کو

ایسا کرنا پڑا ہے۔ اور مستقبل میں بھی اس کو ایسا کرنے پر مجبور ہونا پڑیگا۔ کیونکہ ایک حکومت جو لا اینڈ آڈر کی محافظ سمجھی جاتی ہے۔ اس کو لا اینڈ آڈر کے وسیع مفاد کی خاطر کیا کچھ نہیں کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس تعلق میں ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر بڑے حادثات کے انسداد کے لئے حکومتوں سے چھوٹے حادثات ہوں۔ تو وہ کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ اگر ایک شخص قتل عام کو روکنے کیلئے ایک شخص کو قربان بھی کرے۔ تو وہ کوئی گناہ نہیں۔ مسٹر کاک نے اس تعلق میں ایک مثال پیش کی۔ کہ اگر ایک شخص موٹر چلا رہا ہو۔ اور کسی مقام پر ایسا حادثہ درپیش آجائے۔ کہ سامنے سے ایک لاری آجائے ایک سمت ایک انسان چل رہا ہو۔ دوسری سمت بہت سے لوگ بچے یا ایک سے زیادہ افراد جا رہے ہوں اگر ایسے حالات میں وہ گاڑی کا رخ اسے بچا کر آگے چلتا ہے۔ ایک آدمی کے کچلنے کا خطرہ ہے۔ دوسری طرف جائے۔ تو بہت سے آدمی مارے جائیں۔ اور اگر سامنے جائے۔ تو لاری کی ٹکر کے نتیجے میں موٹر کار بھی الٹ جائیگی۔ لاری بھی الٹ جائیگی۔ اور دائیں بائیں انسان بھی کچلے جائیں گے۔ اس لئے اس کا فرض یہ ہے۔ کہ اس بڑے حادثہ کو روکنے کیلئے موٹر کا سٹیرنگ موڑ کر ایک آدمی کو دیدہ و دانستہ کچل دے۔ تو اس کی حرکت قابل مواخذہ نہیں۔

عدالت نے مزاحیہ انداز میں کہا۔ کہ آپ اپنے موٹر کو کیوں نہیں روک لیں گے۔

مسٹر کاک نے جواباً کہا۔ کہ جناب اگر روکنے سے بھی ٹکر اور حادثہ (ACCIDENT) ہو جائے تو یہ مجبوری ہے۔

عدالت نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ چلیئے پھر آپ حادثوں پر کمربستہ ہیں۔

حکومت کا فرض

اسلئے یہ ایک ایسی گورنمنٹ کا فرض ہے۔ جس پر لا اینڈ آڈر کے احترام کا فریضہ عاید ہوتا ہے۔ جو امن پسند لوگوں کے جان و مال کی محافظ ہے یہ فرض اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ اگر لا اینڈ آڈر کے قیام کی خاطر گولی چلانی پڑے یا ایسا اقدام

کرنا پڑے ۔ تو وہ ایسا کر کے اپنا فرض ادا کرتی ہے ۔ وہ ان باتوں سے بے نیاز ہے ۔ کہ اگر اس وقت کوئی اعتراض کرے ۔ تو یہ غلطی ہوگی ۔

اس موقعہ پر مسٹر آصف علی پھر اٹھے ۔ اور غصہ میں آ کر کہا ۔ کہ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ یہ کس کی طرف اشارہ ہے ۔ یہ سودا آپ کو مہنگا پڑیگا ۔ اور مجھے مجبوراً ایسی باتیں جواباً کہنا پڑینگی ۔ جو نہایت تلخ ہونگی ۔ میں پیشتر ہی سے آپ کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں ۔

اس پر وکیل استغاثہ مسٹر کاک نے کہا ۔ کہ آپ دنیا بھر کے متعلقات گورنمنٹ کے خلاف کہیں لیکن ہم اس کا جواب واقعات کی روشنی میں نہ دیں ۔ یہ عجیب بات ہے ۔

مسٹر آصف علی :۔ میں یہ زبان استعمال کرنے کا عادی نہیں ہوں ۔ اس کے بعد مسٹر کاک نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ گورنمنٹ کو ایسے اقدام پر مجبور کیا گیا ۔

پھر آپ نے کہا ۔ کہ ایسے حالات میں تو کوئی بھی گورنمنٹ ایسا کرنے پر مجبور ہوتی ہے ۔

اس تعلق میں آپ نے ہندوستان میں کانگریسی گورنمنٹ کی مثال پیش کی ۔ کہ احمد آباد میں کیا ہوا کہ جہاں مسلسل ایک ہفتہ چوبیس گھنٹے کیلئے کرفیو آرڈر نافذ کیا گیا ۔ اور یقینی طور اس شہر کو مرے ہوئے انسانوں کا شہر بنا دیا گیا ۔ کتنی لڑکیاں جو مائیں بننے والی تھیں ۔ انہیں درد زہ کے عالم میں بھی باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی ۔ بلکتے ہوئے بچے دنوں تک دودھ کے پھیر میں انگوٹھوں کو چوستے چوستے غش کھا گئے ۔ نزع کے عالم میں کتنے انسان ڈاکٹر یا طبیب کی تمنا میں دم توڑ بیٹھے اور کئی بھوک کی تاب نہ لا کر خدا تک پہنچ گئے ۔ لیکن اس وقت کوئی پریس کی طرف نہ دوڑا نہ پریس کو یہ نقشہ لکھنے کی اجازت تھی ۔ نہ کسی نے حکومت پر کوئی نکتہ چینی کی ۔ نہ اس شہر کو اس سناٹے کے عالم میں کسی اخبار یا لیڈر نے شہر خموشاں قرار دیا ۔

دور سے کھڑے ہو کر حکومت پر نکتہ چینی یا حملہ کرنا آسان ہے ۔ لیکن جب اسکی ذمہ داری

اپنے نکتہ چینیوں کے کندھوں پر پڑتی ہے۔ اس وقت وہ خود ایسے حالات میں اپنے خلاف اس نکتہ چینی کو برداشت نہیں کرتے۔ یہ چیز کبھی گورنمنٹ کیلئے خوشی اور مسرت کا موجب نہیں بن سکتی۔ کہ وہ اپنی رعایا کا شکار کھیلے اور انہیں گولی سے مارے۔ مگر حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ لا اینڈ آرڈر قائم کرے اور اختلال امن کا انسداد کرے۔

فیصلوں کا ناجائز فائدہ

پنڈت مدسودن کاک وکیل استغاثہ نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ گورنمنٹ پر حملہ کرنے کی آڑ لیکر ملزم کے الزام پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور غیر متعلق باتوں کو چھیڑ کر اصل موضوع کو چھپانے کی سعی کی گئی ہے۔ اور سیدھے سادھے ان پڑھ لوگوں کو گمراہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ ورنہ قیاس کیجئے ان غیر متعلق باتوں کو اصل مقدمہ کیساتھ کونسی وابستگی تھی۔ میں اسلئے میں اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ محض لفظی اور لسانی تقریر سے نہیں بلکہ واقعات کی روشنی میں ملزم کی تقریر کے جو نتائج اور اثرات پیدا ہوئے ہیں۔ باقی باتیں تو بالکل غیر مصرف اور غیر متعلق ہیں۔

آپ نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ سر شاہ سلیمان نے اس معاملہ کو چھیڑا تھا۔ اور کہا کہ یہ تواریخ ہے۔ سرداری خریدی نہیں جاسکتی ہے۔ تعجب یہ ہے۔ کہ سر شاہ سلیمان جیسی مقتدر ہستی نے اس سوال کو چھیڑا ہے۔ بین الاقوامی قانون کے فتاوی شاہد ہیں کہ حدود کی خرید و فروخت کرکے سرداریاں حاصل کی گئی ہیں۔ میں یہاں اس مسئلہ پر تکیہ نہیں کرتا نہ ہی میں یہاں ظنوں کی بنا پر یہ دعوی پیش کرتا ہوں۔ بلکہ میں بین الاقوامی قانون کے حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔ اس پر جج صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر وکیل صفائی نے غیر متعلقہ بحث چھیڑی ہے۔ تو آپ کیوں اس کی تقلید کریں۔ لیکن اس پر وکیل استغاثہ نے عرض کیا۔ چونکہ یہ ایک اہم بات ہے۔ اس لئے میں یہ حوالہ جات پیش کرنے پر مجبور ہوں۔ چنانچہ آپ نے

تواریخ کی روشنی میں ہسٹری آف دی ورلڈ سے حوالہ جات پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ الوسسبولونائیٹڈ سٹیٹس نے ۱۵ ملین ڈالر کے عوض خریدا ہے۔ اور اس کی سرداری حاصل کی۔ معاہدہ پیرس کی رو سے جس کی تکمیل ۱۸۰۳ میں ہوئی لکزنیا کو جس کا ایریا ایک ملین مربع میل ہے۔ اس کو اٹھارہ ہزار ڈالر کے عوض یونائیٹڈ سٹیٹس نے خریدا۔

مسٹر آصف علی نے کہا کیا یہ آج کی پبلک ہیں۔

اس پر مسٹر کاک نے کہا۔ میں اس کے متعلق بھی آگے چل کر عرض کرونگا۔ اور اس کے بعد الاسکا (ALASCA) کی فروخت کا حوالہ پیش کرتے ہوئے۔ پنڈت کاک نے کہا کہ ۱۸۸۳ میں روسی منسٹر واشنگٹن آگیا۔ اور معاہدہ کی رو سے اکو ۷ ملین اور دو سو ڈالر میں ۱۸۸۳ میں فروخت کیا گیا۔ اور اس کی سرداری امریکہ کے نام منتقل کر دی گئی۔ اس کے بعد آپ نے کہا کہ مبئی جو جہیز میں دیا گیا۔ اور دیگر ممالک میں حد و د کو بیچا گیا ہے۔

اس پر مسٹر آصف علی نے کہا۔ کوئی حالیہ واقعہ بیان کیجئے۔

پنڈت کاک نے جواباً کہا۔ کہ حال کا واقعہ عرض کر رہا ہوں۔ کہ نوے سال کی (LEASE) کے عوض انگلینڈ نے کئی ایک ممالک امریکہ کو سرداری کے ساتھ ہی منتقل کر دئے۔

مسٹر آصف علی:۔ میں اس معاملہ کو بین الاقوامی آرگنائزیشن کے سامنے پیش کرونگا۔

مسٹر کاک:۔ عجلت سے کام نہ لیجئے۔ میں اب اس معاملہ میں بین الاقوامی قانون کو ہی پیش کرونگا۔ چنانچہ پنڈت کاک نے ہالس انٹرنیشنل لا HALLS INTER NATIONAL LAW جلد نمبر ۸ میں سے چند صفحات کو پڑھا۔ اور اسکی رو سے یہ نتیجہ نکالا کہ سرداری چاہے اجتماعی صورت میں منتقل ہو۔ تو بھی وہ انفرادی ملکیت بن جاتی ہے۔ مثال کے طور پر میونسپل جائداد بھی ملکیت

کی صورت اختیار کرتی ہے۔ سرداری اور یہ گمراہ کن نعرے کہ صرف کانکوئسٹ (CONQUEST) یعنی تسخیر سے ہی تصرف کا حق پیدا ہوتا ہے۔

عدالت:۔ یہ بحث اصل مقدمہ سے بالکل غیر متعلق ہے۔

مسٹر کاک بد ان کو رو کا نہیں گیا۔ جنہوں نے اس مسئلہ کو چھیڑا۔

آپ نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ملزم نے اور ملزم کے وکیل نے اس بات کا ذکر کیا ہے۔ کہ کانکوئسٹ (CONQUEST) سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے اس ملک کو حاصل نہیں کیا ہے۔ حالانکہ تواریخ اور بین الاقوامی روشنی میں یہ بات ضروری نہیں اور فتح کرنے کے بغیر سرداری کے حقوق خریدے جا سکتے ہیں لیکن اگر ان کی دلیل کو ہی تھوڑی دیر کیلئے مانا جائے مہاراجہ گلاب سنگھ نے جب اس ملک کو حاصل کیا۔ تو یہاں اس وقت اسے لڑنا پڑا۔ اور اس نے اصلی معنوں میں اسے فتح کیا۔

ملزم شیخ محمد عبداللہ:۔ ہرگز نہیں۔

مسٹر آصف علی:۔ آپ خاموش رہیے۔

مسٹر کاک نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے لشکر کشی سے اس کو فتح کرایا ہے۔ اور اس سے راجیہ کرنے کا دوگنا حق پہنچتا ہے۔ اس لئے اگر سرداری کیخلاف پروپیگنڈا کر کے لوگوں کو گمراہ کر کے انہیں حیوانی حرکات پر اکسایا گیا۔ کیا انہی لوگوں کی مرضی پر کسی معاہدہ کی تنسیخ کا انحصار ہے۔

مسٹر آصف علی:۔ وہ حیوان نہیں شیر ہیں۔

مسٹر کاک نے مزاحیہ انداز میں کہا کہ ہم شیروں اور اصغر شیروں کی حالت بھی دیکھ چکے ہیں۔

اس کے بعد مسٹر کاک نے ابتدائی امور کو زیر بحث لانا شروع کیا۔

حکومت اور آئین

پنڈت مدسودن کاک نے کہا کہ مقدمہ منظوری کے معاملہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ کہ یہ منظوری جائز نہ تھی

عدالت :۔ اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ۔ آیا منظوری جائز تھی یا نہ ۔ لیکن مقدمہ دائر ہوا ۔ اس لئے اس بحث کو چھیڑنا فضول ہے ۔

اس پر گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے دوسرے نکتہ پر بحث شروع کی ۔ مسٹر کاک نے کہا کہ ٹی مورتش ایکٹ مجریہ ۱۹۹۶ء جس نے سنہ ۱۹۹۱ء کے آئین کی جگہ حاصل کر لی ۔ اس میں صاف طور لکھا گیا ہے ۔ کہ حکومت کے معنی ہیں پرائم منسٹر ان کونسل ۔ آپنے کہا ۔ اس لئے اگر حکومت کا یہ مطلب ہے تو پھر اس پر اعتراض کیوں کیا گیا ہے ۔

عدالت :۔ بار ثبوت تو وکیل صفائی پر تھا اور نہ نکتہ آپ کے حق میں ہے ۔ اس لئے اس بحث کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ۔

مقتدر عدالتوں کے فیصلے

مسٹر کاک نے عدالت سے اپیل کی کہ جب کہ وکیل صفائی نے آپ سے استدعا کی ہے کہ ملزم کی تقریر کے ادھر اُدھر کے الفاظ کے ٹکڑوں سے ملزم کی نیت نہ مانی جائے بلکہ عدالت اسکے اثرات اور نتائج کو زیر غور لا کر اپنی رائے عالی قائم فرمائے ۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں ۔ کہ یہ رائے قائم کرتے ہوئے بڑی عدالتوں کے مقتدرہ فیصلوں کو پیش نظر رکھے ۔ چنانچہ بغاوت کے مقدمات میں ان کے فیصلے موجود ہیں اور آپ نے جسٹس رانا ڈے ۔ لارڈ البرڈ جسٹس فیر جیرالڈ کے فیصلوں کے اقتباسات اور کلکتہ ہائی کورٹ کے جج اور فیڈرل کورٹ کے فیصلہ جات پیش کرتے ہوئے کہا ۔ کہ فیصلہ صادر کرتے وقت ان کو پیش نظر رکھنا چاہئے ۔ جن میں جسٹس رانا ڈے اور جسٹس فیر جیرالڈ نے اس ضمن میں مقدمات کے فیصلوں میں لکھا ہے ۔ کہ لوگوں کے اندر بادشاہ کی ذات اور ان کی حکومت کے خلاف نفرت حقارت اور عداوت کے جذبات پیدا کرنا اور انہیں اکسانا بغاوت ہے ۔ جسٹس فیر جیرالڈ نے ایک فیصلہ میں ارشاد فرمایا کہ بادشاہ کے خلاف غیر وفاشعاری کے مظاہروں سے عوامی

گڑبڑ (PUBLIC DISORDER) پیدا کرنا بغاوت ہے۔ اور ساتھ ہی ایک مثال دیکر فرمایا۔ کہ گورنمنٹ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر کے لوگوں میں اس کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرنا بغاوت ہے۔ کلکتہ ہائی کورٹ کے بڑے جج کے ایسے ایک فیصلہ کا حوالہ دیکر آپنے کہا کہ ایسی تقاریر کرنا جس سے رعایا کی وفاداری جو وہ اپنے حکمران کے ساتھ رکھتی ہو کم ہو جائے بغاوت ہے۔

بغاوت اور سازش

ان فیصلہ جات کی روشنی میں ملزم کی تقاریر جو اسنے ۹ مئی سے ۱۶ مئی تک کیں کا تجزیہ کرتا ہوں۔ وکیل صفائی نے فیڈرل کورٹ کے ایک فیصلہ کا جو حوالہ پیش کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ غیر مہذبانہ زبان کے استعمال پر بغاوت کا مقدمہ نہیں بنایا جائے مگر یہ ان گورنمنٹوں کے متعلق ہے۔ جو موجودہ حکومت سے مختلف ہیں۔ اور اس کا تعلق دوسری نوعیت کی منسٹری سے ہوتا ہے۔ لیکن یہاں تو حکمران کی ذات ہے۔ جس کی ذات عالی کے خلاف عوام کے اندر نفرت کے جذبات پیدا کئے گئے۔ چنانچہ جب ملزم کشمیر واپس آگیا تو اس نے لوگوں کو کھلم کھلا بغاوت کیلئے اکسایا۔ فیڈرل کورٹ کا فیصلہ اس معاملے میں ملزم کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ یہ غیر مہذبانہ زبان کے استعمال کرنے کا سوال نہیں۔ بلکہ یہاں تو لوگوں کو بغاوت کیلئے اکسایا گیا ہے۔ جو ایک گہری ہوئی سازش کا نتیجہ تھا۔۔۔

بغاوت کا بدیہی ثبوت

اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے۔ کہ رسل و رسائل کے ذرائع کو نقصان پہنچایا گیا۔ اور اعلانیہ تشدد کا پرچار کیا گیا۔ [illegible] کیا گیا۔ اور پیشتر ہی سے اس کا نقشہ تیار ہوا تھا۔

مسٹر آصف علی:۔ اسلئے یہ اقدام دن دہاڑے کئے گئے اور بقول آپکے گیارہ بجے دن کے

مسٹر کاک نے کہا۔ میں اسپر کافی روشنی ڈالدونگا۔ اور آپ کی طرح ایسی باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے پیچھے چھوڑ اور آگے دوڑ والی پالیسی پر عمل نہیں کرونگا۔ چنانچہ تقریر کو جاری رکھتے

ہوئے پنڈت کاک نے کہا۔ کہ محلوں کو آگ لگائی گئی۔ سڑکوں کو کھودا گیا۔ تاکہ پولیس اور ملٹری کو شہر کے زیریں حصہ میں نہ آنے دیا جائے۔ اور وہاں ادھم مچایا جائے۔ لیکن یہ گورنمنٹ کی بروقت کی مداخلت اور سرگرمیوں اور احسن انتظامات کا باعث ہے کہ باغی اپنے مقاصد کو پورے طور پر عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہے۔

کشمیر چھوڑ دو ملزم شیخ محمد عبداللہ نے اپنی تقاریر میں حکمران کو غیر ملکی ظاہر کرنے کی کوشش کی اور آپ کی فوج کو تسخیر کرنے والی فوج قرار دیا۔ اور برطانوی ہند کے مقابلہ پر کشمیر چھوڑ دو کی تحریک جاری کی۔ ہر چند یہ بات عیاں ہے۔ کہ اس ریاست کا نام کشمیر ہے۔ اور جموں کے لوگوں کو بھی کشمیری کہا جاتا ہے۔ لیکن لوگوں کے اندر حکمران کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کرنے کے لئے ڈوگرہ فوج کو غیر کشمیری قرار دیکر یہاں کے لوگوں کے جذبات ابھارے گئے

مسٹر آصف علی:۔ فوج میں کون کشمیری ہے۔

مسٹر کاک:۔ میرے ایک بھائی کیپٹن کاک ہیں اور ڈاکٹر دلوان ہے جو برما کے محاذ سے واپس آگئے ہیں۔ پرائم منسٹر کشمیری ہے۔

مسٹر کلم:۔ لمبی چوڑی فہرست پیش نہ کیجئے۔ آپ کو تکلیف ہوگی۔

مسٹر کاک نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ نسلی اور صوبائی منافرت پیدا کر کے ملزم نے لوگوں کو حکمران کے خلاف اکسایا۔ کہ آپ ایک فرقے کیساتھ امتیازی سلوک کر کے یہاں کے لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور آپنے اعلانیہ تشدد کی تبلیغ کی۔ اگر مجھ سے استغاثہ مرتب کرتے وقت مشورہ کیا گیا ہوتا۔ تو میں صرف ۱۲۴ کے تحت ملزم کے خلاف مقدمہ چلانے کا مشورہ دیتا۔ بلکہ ۱۲۱ الف کے تحت بھی۔

شیخ محمد عبداللہ نے اس موقعہ پر کہا۔ کہ اب کیوں مشورہ نہیں دیتے۔

اس کا جواب وکیل استغاثہ نے یہ دیا۔ آپ یہ باتیں جب کرتے ہیں۔ کہ آپ کو یہ احساس ہے۔ کہ اس مرحلہ پر یہ مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔ بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر کاک نے کہا ملزم ایسا کرتے ہوئے برطانوی ہند کے سیاسی لیڈروں کی نقل اتار رہا تھا۔ جو حکومت برطانیہ کے خلاف غیر ملکی کا الزام عائد کرتے رہتے ہیں۔ وہ اپنے سامعین میں نسلی منافرت کا کمینہ جذبہ ابھار رہا تھا۔ اپنی تقریروں میں ملزم نے سو سال پرانے عہدنامہ کو زیر بحث لایا۔ اسکا مقصد موجودہ حکمران کے آباؤ اجداد کو بدنام کرنا تھا۔ اس نے حکمران کے خلاف یہ الزام لگایا۔ کہ وہ اپنی رعایا خصوصاً کشمیریوں کی بہتری و بہبودی سے لاپرواہ ہے۔ اس نے عوام کو براہ راست کارروائی کرنے کیلئے اکسایا۔ یہی وہ طریقے ہیں جنکے ذریعہ سے ملزم اپنے مقصد "کشمیر چھوڑ دو" کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ نیشنل کانفرنسی عوام پر ان تقریروں کا بہت برا اثر ہوا۔ ان میں حکمران کے خلاف منافرت کا جذبہ پھیلا۔ اور ملک میں گڑبڑ کا بازار گرم ہوا۔ ابھی پنڈت مدسودن کاک بحث کر رہے تھے۔ کہ عدالت ڈیڑھ بجے لنچ کیلئے ملتوی ہوئی۔

لنچ کے بعد کارروائی

لنچ کے بعد کارروائی اڑھائی بجے شروع ہوئی۔ مسٹر آصف علی اس وقت موجود نہ تھے۔ مسٹر مدسودن کاک نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ ملزم کے خلاف کیا الزامات ہیں۔ ان کو ہم پیش کر چکے ہیں۔ اب ہم اس کی تقریروں کو زیر غور لاتے ہیں۔ ملزم کے وکیل کیطرف سے ایک کتابچہ موسوم بہ Quit Kashmir "کشمیر چھوڑ دو" پیش کیا گیا ہے۔ مولوی محمد سعید گواہ صفائی کے کہنے کے مطابق یہ ملزم نے لکھا ہے۔ اور اس نے اسے بطور میمورنڈم کیبنٹ مشن کے پاس بھیج دیا۔ عدالت کے ایک سوال کے جواب میں وکیل ملزم نے کہا۔ کہ کشمیر چھوڑ دو کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس ملک سے مطلق العنانیت کا خاتمہ ہو۔ آیئے دیکھیں کہ کیا اسکا یہی مطلب ہے۔ کوئٹ کشمیر کی ابتدا میں لکھا گیا ہے۔ کہ ہم نہ محض ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنا

چاہتے ہیں۔ بلکہ مطلق العنان حکومت سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کہا گیا ہے۔ کہ "نیا کشمیر" اس پیش کردہ آئین منصوبہ نیشنل کانفرنس کا نصب العین ہے۔ اس میں مہاراجہ بہادر کے زیر سایہ ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنے کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ نیا کشمیر ۱۹۴۲ء میں لکھا گیا ہے۔ اس میں جو نصب العین درج ہے۔ وہی یہاں کی دیگر انجمنوں کا نصب العین بھی ہے کیا حکومت نے کبھی اس پر اعتراض کیا۔ جواب نفی میں ہے۔ حق تو یہ ہے۔ کہ نیا کشمیر کی ایک کاپی مہاراجہ بہادر کے پیش کی گئی۔ اور پرجا سبھا کے اجلاس میں بھی اس کو پیش کیا گیا۔ ظاہر ہے۔ کہ حکومت کشمیر نے اس پر نہ محض کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ صاف طور پر کہا کہ اس مطالبہ کو بتدریج قائم کیا جائیگا۔ لیکن نیا کشمیر ۱۹۴۲ء میں نیشنل کانفرنس کا نصب العین تھا۔ اب ملزم نے کشمیر چھوڑ دو کا نعرہ بلند کیا۔ کوئٹ کشمیر کتابچے اولین صفحہ پر ہی لکھا ہے۔ کہ ہماری ذمہ دار نظام حکومت سے ہی تسلی نہیں ہوگی۔ بلکہ ہم ڈوگرہ ہاوس کو ختم ہوتا ہوا دیکھنے کے متمنی ہیں۔ ملزم کے وکیل نے ڈوگرہ ہاوس سے مراد مطلق العنانیت لیا ہے ان کا کہنا ہے۔ کہ ملزم صرف مطلق العنانیت کا خاتمہ کرانا چاہتا ہے۔ اگر یہ بات ہے۔ تو ذمہ دار نظام حکومت کے نعرہ کو ترک کر کے "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ ذمہ دار نظام حکومت جس کا تصور نیا کشمیر میں پیش کیا گیا ہے۔ کا مطلب یہی ہے۔ کہ مطلق العنانیت کا خاتمہ ہو کر آئینی ذمہ دار نظام حکومت قائم ہو۔ اندریں حالات ظاہر ہے۔ کہ ملزم نے کشمیر چھوڑ دو کا جو نعرہ ڈوگرہ ہاوس کے خلاف لگایا۔ اس کا مدعا یہ ہے۔ کہ ڈوگرہ ہاوس کی حکومت کا خاتمہ ہو۔

مسٹر مدسودن کاک نے کہا۔ کہ کوئٹ کشمیر کے دوسرے صفحہ پر لکھا گیا ہے۔ کہ عوام کی موجودہ حکمران کے تحت رہنے کی مرضی نہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ ملزم کا دعویٰ غلط اور بے معنی ہے۔ اس نے بالکل ناجائز طور پر چالیس لاکھ عوام کی نمائندگی کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے "کشمیر چھوڑ دو" کے نعرہ سے نیشنل کانفرنس بھی متفق نہیں۔ جیسا کہ جنرل سکرٹری مولوی محمد سعید نے اپنے بیان میں کہا۔

علاوہ ازیں مسلم کانفرنس نے بھی غیر مبہم الفاظ میں اعلان کیا ہے۔ کہ وہ ملزم کے نئے نعرے سے متفق نہیں ہے۔

پنڈت جیالال کلم:۔ مولوی سعید نے کب کہا کہ "کشمیر چھوڑ دو" کے نعرے سے متفق نہیں۔ آپ غلط کہہ رہے ہیں۔

مسٹر کاک:۔ آپ کو استغاثہ کے متعلق اس قسم کے الفاظ کہنے کا کوئی حق نہیں۔ میں مولوی سعید کا بیان پڑھ کر سناؤں گا۔ بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر مدھوسودن کاک نے کہا۔ کہ نیشنل کانفرنس کی آفیشل پالیسی ابھی تک وہی ہے۔ جو "نیا کشمیر" میں ظاہر کی گئی ہے۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کشمیر چھوڑ دو کو ابھی تک نیشنل کانفرنس کی منظوری حاصل نہیں ہوئی۔ کیا ملزم نے کوئٹ کشمیر کے میمورنڈم کو اپنی ورکنگ کمیٹی کے سامنے رکھا۔ ملزم نے اس کو انفرادی حیثیت میں کیبنٹ مشن کے سامنے پیش کیا اور جب تک وہ دہلی سے واپس آیا۔ تب تک یہاں کسی نے اس کے بارے میں نہیں سنا تھا۔ حالات نے برطانوی گورنمنٹ کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کیا۔ جس کے نتیجے میں ملزم کے برطانوی ہند کے دوستوں کے برسر اقتدار آنے کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور ایک نیا نعرہ "کوئٹ کشمیر" اپنایا۔ تاکہ یہاں اسے طاقت حاصل ہو۔ اس کا یہ فعل دفعہ ۱۲۴ الف ضابطہ فوجداری کے تحت قابل اعتراض ہے۔

تشدد کا پرچار

بحث کو جاری رکھتے ہوئے پنڈت مدھوسودن کاک نے کہا کہ اب میں ملزم کی تقاریر ذیل پر بحث کروں گا۔ سب سے پہلے اس کی ۹ مئی والی تقریر کو لیجئے۔ اس تقریر کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملزم عوام کی نبض کو ٹٹول رہا ہے۔ اس کے بعد کی تقریروں میں اس نے حکومت کے خلاف تشدد کا پرچار کیا۔ اور مہاراجہ بہادر کو روپیہ ادا کر کے یہاں سے نکالنے کا خیال ظاہر کیا۔ ملزم جلسوں کی صدارت بھی کرتا تھا۔ ان جلسوں میں قابل اعتراض نعرے بلند کئے گئے۔ جو اس کی تقریروں کا اثر تھا۔ ملزم نے کبھی ایسے نعرے لگانے والوں کو ملامت نہ کی۔ یہ کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا کہ ملزم نے خود قابل اعتراض نعرے نہیں لگائے۔ یہاں تو دیکھنا یہ ہے [illegible]

جلسوں کے صدر کی حیثیت سے ان نعروں کی ذمہ داری اس پر عاید ہوتی ہے۔ اس نے جرم کی اعانت کی۔ اب اس کی ۹ مئی والی تقریر کو لیجئے۔ اس میں ملزم نے عوام کو اپنے نعرے "کشمیر چھوڑ دو" سے متعارف کرایا۔ اس نے کہا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے سکھوں سے غداری کر کے کشمیر حاصل کیا۔ ملزم نے ان باتوں کو ایک خاص غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش کیا۔ انہی کی بنا پر بعد میں اس نے لوگوں کو کہا۔ کہ وہ زرخرید غلام ہیں۔ موجودہ حکومت غیر ملکی ہے۔ اس کی فوج نے یہاں قبضہ کر رکھا ہے۔ وغیرہ

۹ مئی کی تقریر میں ملزم نے ایک جگہ کہا ہے۔ کہ "سو سال سے آپ کے ساتھ اس قسم کا سلوک ہو رہا ہے"۔ ظاہر ہے۔ کہ ملزم عوام کو اکسا رہا تھا۔ عوام میں بے چینی پیدا کر رہا تھا۔ اندازہ لگائیے۔ کہ پسماندہ عوام پر اس کا کیا اثر ہوگا؟

ملزم نے اپنی تقریر میں ٹھاکر کرتار سنگھ جاگیردار کا تذکرہ کیا ہے۔ اس نے غلط بیانی کی ہے۔ جاگیرداری کے تحت یہاں کسی کاشتکار کی زمین کسی کو نہیں دی جاتی۔ ملزم نے ایک اور جگہ کہا کہ مارواں میں ایک چشمہ بند ہو گیا۔ جس سے لوگوں کو تکلیف ہوئی۔ یہ بات واقعات کے خلاف ہے۔

مسٹر کلم: کیا آپ حلفاً ایسا کہنے کیلئے تیار ہیں؟

مسٹر کاک: میں یہاں وکالت کر رہا ہوں۔ شہادت دینے نہیں آیا ہوں۔ آپ کیوں مداخلت کر رہے ہیں۔ جب آپ نے استغاثہ میں کیچڑ اچھالا۔ تو میں خاموش رہا۔ اب آپ کو میری کہانیوں سے تکلیف کیوں ہوتی ہے۔ میں عدالت سے درخواست کرتا ہوں کہ وکیل ملزم کو کہا جائے۔ کہ وہ میری بحث میں مداخلت نہ کرے۔

آگے چل کر مسٹر مدسودن کاک نے کہا کہ ملزم نے حکمران اور حکومت کے خلاف منافرت پھیلانے کے بعد عوام کو کہا کہ "اس زندگی سے مرنا بہتر ہے" اس سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ملزم کس طرح عوام کو تشدد پر اکسا رہا ہے۔ اس نے عوام کو کہا کہ وہ انڈونیشیا کے عوام کی تقلید کریں۔ جہاں کے عوام

نے حکومت ہائیکورٹ کے خلاف کھلی بغاوت شروع کی ہے۔ اس نے انہیں کہا کہ وہ بھی ڈوگرہ حکومت کے خلاف (جو بقول اس کے غیر ملکی ہے) کھلی بغاوت شروع کریں۔ ملزم کی تقریر کا یہی مطلب ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا یہی وہ آئینی طریقہ ہے۔ جس کے ذریعہ سے ملزم ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنیکا طلبگار ہے۔ ملزم نے اپنی تقریر میں کہا کہ حکومت عوامی محاذ کو توڑنے کیلئے ہندو مسلم فساد اور شیعہ سنی فساد پیدا کریگی۔ اس طرح سے وہ حکومت کی نیت پر حملہ کر رہا تھا۔ یہ اس کے خلاف حقارت اور نفرت پھیلانے کے مترادف ہے۔ جلسہ کے آخیر میں "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا گیا۔ جو بجائے خود بغاوت ہے۔ اور اس کی بنا پر ملزم کے خلاف دفعہ ۱۲۴ اے ضابطہ فوجداری کے تحت کاروائی کی جا سکتی ہے اس تقریر میں ملزم نے اپنا مافی الضمیر واضح طور پر ظاہر نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد کی تقریر میں اس نے زیادہ صاف بیانی سے کام لیا۔

عدالت سوا چار بجے برخاست ہوئی۔

ستائیسویں پیشی

ملزم نے تشدد کا پرچار کیا
مہاراجہ بہادر کی تذلیل کی سعی کی
وکیل استغاثہ کی بحث (کل سے آگے)

سرینگر - ۲۱ اگست مقام بادامی باغ چھاؤنی

سیشن جج کی عدالت میں آج پھر شیخ محمد عبداللہ کے خلاف مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ صفائی کی طرف سے صرف پنڈت جیا لال کلم حاضر تھے۔ اور استغاثہ کی طرف پنڈت مدھوسودن کاک۔ پنڈت رادھا کشن مسٹر جسونت سنگھ۔ خواجہ عبدالاحد فاروقی اور پنڈت شام لال کول جلالی حاضر تھے۔

پنڈت مدھوسودن کاک اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے بارہ بجکر پچیس منٹ پر آج پھر بحث شروع کی۔ آپ ملزم کی دس مئی کی اس تقریر کو زیر بحث لائے۔ جو اس نے حضرت بل میں کی۔ بحث کا آغاز کرتے ہوئے مسٹر کاک نے کہا۔ کہ

کشمیر چھوڑ دو یہاں شیخ محمد عبداللہ نے اپنے مافی الضمیر کو صاف طور پر ظاہر کیا۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ "ہندوستان چھوڑ دو" کے نعرے کے مماثل ہے۔
چنانچہ سازگار ماحول پیدا کرنے کیلئے ملزم نے حکمران اور حکومت کے خلاف منافرت پھیلانے کی سعی کی۔
اس نے کہا۔ کہ کشمیر وہ بدقسمت خطہ ہے۔ جہاں لوگ غلاموں کی زندگی بسر کرتے ہیں"۔ یہ لوگ
کس کے غلام ہیں۔ اس کی وضاحت شیخ محمد عبداللہ کے الفاظ میں ڈوگرہ راج کی غلامی ہے۔ جس نے
اس ملک کو آج سے سو سال قبل خریدا۔ کس نے خریدا۔ بقول ملزم مہاراجہ کے اسلاف۔ (مہاراجہ گلاب سنگھ)
نے جن کے آپ وارث ہیں۔ اور یہ مہاراجہ بہادر کی ذات پر حملہ ہے۔ عدالت کو نوٹ کرنا چاہئے
کہ ملزم نے کس صفائی سے مہاراجہ بہادر کی حکومت کے خلاف منافرت پھیلائی ہے۔ جو دفعہ ۱۲۴ الف
کی زد میں آتی ہے۔

ملزم کی ہتک آمیز روش

وکیل صفائی نے ملزم کی حرکت پر پردہ ڈالنے کیلئے کہا ہے
کہ ملزم کا مقصد ڈوگرہ اقتدار کی کمی تھی۔ اس کا مقصد مہاراجہ
بہادر کی ذات سے نہ تھا۔ مگر ملزم نے اپنی تقاریر میں ہز ہائینس کے خلاف عوام میں جذبات نفرت پیدا
کرنے کیلئے کبھی کہا۔ کہ تیس لاکھ انسانوں کو غلام رکھا ہے۔ اور کبھی کہا۔ کہ چالیس لاکھ انسانوں کو
غلام بنا رکھا ہے۔ اور کہا یہ ملک فتح کر کے نہیں بلکہ پچاس لاکھ نانک شاہی روپیہ کے عوض مہاراجہ
گلاب سنگھ نے خریدا ہے۔ مزید برآں ہر قسم کی تکمیل کو غداری قرار دے کر رعایا کے دل میں نفرت پیدا
کرنے کی سعی کی۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے شرمناک غداری وغیرہ کی قسم کے تذلیل آمیز استعارے
استعمال کئے۔ جن کا مقصد رعایا کے دلوں میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارث کے خلاف جذبات نفرت پیدا
کرنا تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارث ڈوگرہ نہیں۔ بلکہ مہاراجہ ہری سنگھ کی ذات ہے۔
ملزم نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا۔ کہ جس وقت انگریز چلے جائیں۔ تو ان کا فرض ہے۔ کہ یہ ملک
ہمارے حوالے کر دیں۔ ہم بھیک مانگ کر پچاس لاکھ روپیہ جمع کریں گے۔ اور مہاراجہ صاحب کو دیکر

گئے گیا۔ کہ یہاں سے چلا جائے۔ کیا یہ تقریر اشتعال آمیز نہیں

گھبراہٹ پیدا کر رہی

ملزم نے مزید یہ کہا۔ اس راجیہ نے ہمیں تباہ کر دیا۔ اس سے بڑھ کر نفرت، حقارت اور بغاوت پیدا کرنے کا اور کون ذریعہ ہے۔ میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ میرے فاضل دوست وکیل مدمقابل کس طرح اس پر پردہ ڈال سکتے ہیں۔ کیا ملزم کی حرکت دفعہ ۱۲۴ الف کی زد میں نہیں آتی ہے۔ آگے چل کر آپ نے کہا کہ اس جلتی ہوئی آگ پر تیل ڈالنے کے مصداق ملزم بار بار اپنی تقاریر میں پر چول فروش اور تھوک فروش کے جملوں کو دھراتا ہے۔ تاکہ یہ آگ شعلہ جوالا بن جائے۔ اور ڈوگرہ فوج کو قابض فوج قرار دیکر لوگوں کے قلوب میں نسلی امتیاز پیدا کر کے ان کے جذبات کو بھڑکایا جائے۔ عدالت اندازہ لگا سکتی ہے۔ جب کہ سامعین ان پڑھ ہوں۔ تو اس سے ان پر کیا اثر پڑیگا۔ جبکہ انہیں بتایا جائے۔ کہ مہاراجہ بہادر کی ڈوگرہ فوج تمہارے سروں پر سنگینیں تان رکھی ہے۔ پھر جاگیرداروں کی مثالیں دے کر کہا کہ اگر کوئی جاگیردار جموں میں جاگیر چھوڑ دے۔ تو یہاں سے دوگنی جاگیر ملتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ مہاراجہ بہادر ڈوگروں کے ساتھ امتیازی سلوک کرتے ہیں۔

مسٹر کاک نے عدالت سے استدعا کی۔ کہ ذرا غور کریں۔ کہ اگر یہ سسٹم جاری ہے۔ تو یہ صرف صوبہ کشمیر کے لئے نہیں۔ بلکہ صوبہ جموں میں کشمیر کے جاگیرداروں کیلئے بھی یہ شرط رکھی گئی ہے۔ جس کا مطلب دونوں صوبوں کے لوگوں کے تعلقات کو خوشگوار بنانا ہے۔ لیکن ملزم نے واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے انہیں تقریر کا موضوع بنایا۔ جس کا مقصد نفرت کے جذبات پھیلانے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ کیونکہ وہ صوبائی امتیاز پیدا کر کے اس کو حکمران کے ساتھ منسوب کرنے کیلئے کوشاں تھا۔

فوج اور نسلی منافرت

پنڈت کاک نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ اسی

پروپیگنڈا پر ہی موقوف نہیں۔ بلکہ جس طرح بھی اس سے ہو سکا۔ غلط بیانی سے کام لیکر عوام کو گمراہ کرنے کی سعی کی۔ چنانچہ ملزم نے کہا۔ کہ پانچ کروڑ روپیہ کے بجٹ میں سے ۲½ کروڑ روپیہ فوج پر خرچ ہوتا ہے۔ حالانکہ جس وقت بجٹ کا جائزہ لیا جائے۔ تو عیاں ہو سکتا ہے۔ کہ صرف چالیس لاکھ روپیہ ملٹری پر خرچ ہوتا ہے۔ اگرچہ گذشتہ چند سالوں میں بجٹ کا اضافہ ہوا۔ اسکی وجوہات یہ ہیں۔ کہ ہماری فوج ملک کی حفاظت کی خاطر برما۔ آسٹریلیا۔ مڈل ایسٹ کے محاذوں پر گئی تھی۔ ہندوستان کے فوجی بجٹ میں اضافہ ہوا۔ وہاں کوئی اعتراض اسپر نہ ہوا۔ لیکن اگر یہاں ہندوستان کے بچاؤ کے خاطر ہماری فوج بعض محاذوں پر تعینات تھی اسکے فوجی بجٹ میں اضافہ ہوا۔ تو اس کو ملزم نے اپنے پروپیگنڈا کا ایک ہتھیار بنا لیا۔ کہ مہاراجہ بہادر وغیرہ فوج کو پالنے کیلئے رعایا کا روپیہ فضول طور پر خرچ کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ نعرہ بلند کیا۔ کہ کشمیریوں کو فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا۔ جو محض آپس میں منافرت پیدا کرنے کے سوا اور کوئی حرکت نہیں۔

صحیح طریق آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ اگر ملزم کو فی الواقعہ کوئی شکایت ہوتی تھی۔ تو وہ یقیناً آئینی طریقہ سے کسی شکایت کو پیش کر سکتے تھے۔ لیکن ملزم کی نیت صاف نہ تھی۔ اس کو یہ بات بھی اپنے پروپیگنڈا کیلئے استعمال کرکے بغاوت کے جذبات ابھارنے مقصود تھے۔ ورنہ بات عیاں ہے۔ کہ اگر ملزم خود کسی امتیاز کا قائل نہیں تو وہ اگریکلچر اور نان ایگریکلچر کا امتیاز کیوں پیدا کرتا ہے۔ اور وہ کسی کو کسی پیشہ سے محروم کرنے کا کیوں طالب ہے۔ چنانچہ اس کے لئے آئینی طریقہ تھا کہ وہ اپنے حکمران سے استدعا کرتا۔ لیکن اس کی بجائے وہ کہتا ہے۔ کہ ہمارے سروں پر تسخیر کرنے والی فوج (ARMY OF OCCUPATION) ہے اسکا یہ مطلب ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں میں آرمی کے ہیڈ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کئے جائیں۔

حکومت اُلٹنے کی کوشش

اگر اس تقریر کا جائزہ لیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے یہ اس تقریر میں زیادہ بے باک ہوا ہے۔ چنانچہ ملزم کہتا ہے ہم سو سال سے ظلم سہتے آئے ہیں۔ اب ہم برداشت نہیں کریں گے۔ ہم ڈوگرہ راجیہ سے مکمل آزادی حاصل کر لیں گے۔ جس سے عیاں ہے۔ کہ وہ حکمران کی حکومت اُلٹنے کیلئے کوشاں ہے۔ اس کے ساتھ ہی حکمران کے حکومت کے خلاف باغیانہ جذبات کو ابھارنے کیلئے گورنمنٹ کی طرف خلاف واقعہ باتیں منسوب کرتا ہے۔ اور متشددانہ طریقوں سے اپنے سامعین کو گورنمنٹ کے خلاف برسرپیکار ہونے کی تلقین کرتا ہے

تشدد کا پرچار

پنڈت کاک نے شیخ محمد عبداللہ کی تقریر سے یہ حوالہ پیش کیا۔ کہ احمد یار خان کو یہ بات بتلائی جائے۔ اس پاک سرزمین میں وہ ناپاک قدم نہیں رکھ سکتا۔ جونہی وہ یہاں آجائے۔ اس کو ختم کر دو۔ آپ نے عدالت سے استدعا کی۔ کہ کیا یہ بالواسطہ طور تشدد کا پرچار نہیں۔ وکیل صفائی نے استعارے اور تلمیحات کے ذریعہ ان سطور پر پردہ ڈالنے کا کوشش کی۔ لیکن یہ صرف مسٹر احمد یار خان کے خلاف ہی ملزم نے تشدد کی تبلیغ نہ کی بلکہ کہا۔ کہ جو بھی تمہاری مخالفت کرے۔ اسے غدار قرار دیکر اس کو وہیں ڈھیر کر دو۔ گویا اس طریقے سے ملزم نے دہشت پسندانہ تحریک کو جاری کرنے کا لوگوں کو حکم دیا۔

دہشت پسندی

پنڈت کاک نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ میں وکیل صفائی کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ وہ یہ ثابت کرے۔ کہ کیا شیخ محمد عبداللہ نے اپنی عمر میں کبھی عدم تشدد کا پرچار کیا۔ بلکہ میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ شیخ محمد عبداللہ ہمیشہ تشدد کا پرچار کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ اگر ملزم تشدد کا پرچارک نہ ہوتا۔ تو وہ یقینی طور ان تقریروں سے لاتعلقی ظاہر کرتا۔ اور ان کی مذمت کرتا۔ کہ یہ آپ کا نقطۂ نگاہ نہیں۔ مگر آپ نے ان تقاریر میں علانیہ کہا۔ یہاں خون کی ندیاں بہیں گی۔ ذرا غور تو فرمائیے۔ وہ خون کی ندیاں کیوں بہیں گی۔

جب تک کہ لوگ تشدد نہ کریں۔ اور اس تشدد کا مبلغ کون ہے! شیخ محمد عبداللہ ملزم! پنڈت کاک نے مزید کہا۔ کہ وکیل صفائی نے جو فیڈرل کورٹ کے فیصلہ کو مدنظر رکھنے کی استدعا کی۔ اس بنا پر استغاثہ نے ملزم کی ان تقاریر کو بھی یہاں پیش کیا ہے۔ جن کے اقتباسات فرد جرم میں نہیں۔ ۱۱، ۱۴، اور ۱۶ مئی کی تقاریر بھی شامل مثل ہیں۔ تاکہ ان تقاریر سے پیدا شدہ اثرات کی روشنی میں ملزم کی نیت کا اندازہ لگایا جا سکے۔

وکیل صفائی نے جسٹس ظفر علی کے ۱۹۲۱ء کے ایک فیصلہ کا حوالہ پیش کرتے ہوئے لفظ جنگ کی تشریح کی۔ لیکن یہاں تو یہ بات نہیں۔ بلکہ ملزم نے علانیہ حکمران کے خلاف بغاوت کا پرچار کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی سامعین سے کہا ہے۔ کہ وہ ۱۹۳۱ء کے جیسے حالات پیدا کریں۔ وہ حالات کیا تھے۔ ملٹری اور پولیس کا بہادری کے خیال سے مقابلہ، لوٹ مار اور غارتگری۔ کیا اس کی تقریر یا اپنا نتیجہ اور اثرات پیدا کئے بغیر رہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں۔ کہ متشددانہ تحریک ان تقاریر کا نتیجہ تھی

مہاراجہ بہادر کی ذات عالی پر حملہ

پنڈت کاک نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ وکیل صفائی نے یہ کہہ کر ملزم کو زد سے بچانے کی کوشش کی۔ کہ ملزم کا مطلب مہاراجہ بہادر کی ذات کیخلاف کہنا مقصود نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ ملزم نے کہا ہے۔ کہ ہمیں مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارثوں سے انتقام لینا ہے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے وارث کون ہیں۔ آخر یہ بات چھپانے سے کیونکر چھپ سکتی ہے۔ اور اتنے بے باکانہ طور پر کہا ہے۔ کہ وہ وہاں چلے جائیں۔ جہاں سے آئے تھے۔ اور کہا۔ کوئی ملک فروخت نہیں ہوا۔ اس لئے مہاراجہ بہادر کو یہاں سے چلے جانا چاہئے اس نے صاف الفاظ میں کہا ہے۔ کہ ۱۹۲۱ء میں ہم نے ملکیت کے حقوق اپنے مہاراجہ سے حاصل کئے اور اب سرداری کا حق حاصل کریں گے۔

قابل اعتراض نعرے

اس کے بعد مسٹر مدسودن کاک نے ملزم کی ۱۸ مئی والی تقریر زیر بحث

لائی ۔ آپ نے کہا کہ ۱۲ مئی والی تقریر کی طرح اس تقریر کی بنا پر استغاثہ کی کہانی قائم ہے ۔ میں عدالت کی توجہ اس تاریخ کی لانگ ہینڈ ڈائری کے صفحہ ۳۲ کی طرف دلاتا ہوں ۔ وہاں لکھا ہے کہ جلسہ جاری تھا لوگوں کی ایک ٹولی "ہری سنگھ مردہ باد" "کرن سنگھ مردہ باد" "ڈوگرہ راج مردہ باد" کے نعرے بلند کرتی ہوئی آئی ۔ یہ نعرے ملزم کی ۹، ۱۰ و ۱۲ مئی کی تقریروں کا نتیجہ تھے ۔ اگر ایسا نہیں ہوتا ۔ تو ملزم اس ٹولی کو اس قسم کے نعرے بلند کرنے سے روکتا ۔ اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی ۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ موجودہ حکومت کو ختم کرنے کا متمنی تھا ۔ اس جلسہ کے اختتام پر یہ نعرے لگائے گئے ۔ "ہری سنگھ بھول خدا ہی گول" "خدا نے ہری سنگھ کی اولاد کا ناش کیا" "ڈوگرہ راج مردہ باد" اس قسم کے نعروں کا بلند کیا جانا دکھاتا ہے ۔ کہ ملزم کی ان تقریروں نے اپنا کام کیا تھا ۔ جو اس نے ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶ مئی کو کیں جن نے مہاراجہ بہادر کی نسبت عوام کے وفاداری کے جذبات کو ختم کر دیا تھا ۔ اس نے فریق مخالف کو دشمن کے نام سے پکارا ہے ۔ اس کا روئے سخن یا تو مہاراجہ بہادر کی طرف ہو سکتا ہے ۔ یا حکومت کی طرف دونوں صورتوں میں اس کا فعل باغیانہ ہے ۔ کیونکہ اس سے دونوں کے خلاف نفرت اور حقارت پھیلانے کا اقدام کیا گیا ہے ۔

شیخ محمد عبداللہ :۔ "اگر میرا روئے سخن رام چندر کاک کی طرف ہو تو ! . . . .

اس پر مسٹر کاک نے کہا کہ ملزم نے اس تقریر میں کہا کہ میں نے مہاراجہ بہادر کو کہا تھا ۔ کہ جو دو لاکھ روپیہ وہ اپنی عیش و عشرت پر صرف کرتا ہے ۔ اسے وہ عوام کی بہتری و بھلائی کیلئے صرف کرے لیکن جوں جوں ہم یہ استدعا کرتے رہے ۔ ہم پر زیادہ سے زیادہ تشدد روا رکھا گیا ۔ ظاہر ہے کہ ملزم غلط بیانی کر رہا تھا اور اس کا مقصد اپنے سامعین کی نظروں میں مہاراجہ بہادر کی ذات کو گرانا تھا ۔ اس کے بعد اس نے پھر اس بات کی طرف اشارہ کیا ۔ کہ کشمیر کو مہاراجہ گلاب سنگھ نے خریدا ہے ۔ اور کہا ہم غلام ہیں ۔ ہم سے حیوانوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے ۔ ملزم نے بیگار کا تذکرہ کیا ۔ حالانکہ اس رسم کو عرصہ دراز

سے منسوخ کیا گیا ہے۔ ملزم کا مقصد اس سے عوام کو مشتعل کرنا تھا۔ اس نے کہا کہ ہم تب تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ جب تک ڈوگرہ شاہی کا خاتمہ نہ ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ ملزم راج کو ختم کرنے کا متمنی ہے۔ اس سے واضح اور غیر مبہم تشریح کیا ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا۔ بارود خشک رکھیں اور کہ خدا کی مہربانی پر بھروسہ کریں۔ صاف ظاہر ہے کہ ملزم کھلے بندوں تشدد کی تلقین کر رہا تھا۔ وار کونسل کے اعلان ۱۹ اور سی آئی ڈی کی ڈائری مورخہ ۴ مئی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ملزم کے ایما پر چھاپہ ماروں کے طرز پر تشدد کرنے کا پروگرام تیار کیا گیا تھا۔ کیا اس کو آئینی ذرائع سے مطلق العنانیت کو ختم کرنا کہا جا سکتا ہے؟ بحث جاری تھی کہ پونے دو بج گئے۔ اور عدالت لنچ کیلئے ملتوی ہوئی

اقلیتوں کو دھمکی

لنچ کے بعد کارروائی تین بجے شروع ہوئی۔ بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر مدسودن کاک نے کہا۔ کہ ۱۴ مئی کی تقریر میں ملزم نے اقلیتوں کو دھمکی دی کہ جب ہم برسر اقتدار آجائیں گے تو ان کی قسمت ہمارے ہاتھ میں ہوگی۔ وکیل ملزم نے بھی مجھے اسی قسم کی دھمکی دی۔ جب میں بیان کر رہا تھا۔ کہ کانگریسی حکومتوں نے گڑبڑ کس طرح دبائی۔ تو اس نے کہا کہ کانگریس برسر اقتدار آرہی ہے۔ اس لئے مجھے اس کو ناراض کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ جلسہ کے خاتمہ کے بعد لوگ ٹولیوں میں منقسم ہوتے تھے۔ اس میں مہاراجہ بہادر اور حکومت کشمیر کے خلاف نعرے بلند کرنے کے علاوہ ایک نعرہ یہ بھی لگایا جاتا "کہ قانون کو توڑ دو" ظاہر ہے کہ ملزم کی ۱۴ مئی والی تقریر کے نہ محض خاص جملے قابل اعتراض ہیں بلکہ اس کا تمام رجحان خلاف قانون ہے۔

آگے چل کر مسٹر کاک نے ملزم کی ۱۵ مئی والی تقریر زیر بحث لائی۔ آپ نے کہا گو اس تقریر کی بنا پر استغاثہ دائر نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا مطالعہ کرنے سے بھی ملزم کی غرض و غایت کا پتہ چلتا ہے۔ اس نے اس تقریر میں "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک کو کانگریس کی تحریک "ہندوستان چھوڑ دو" سے مشابہت دی ہے۔ اس کا کہنا ہے۔ کہ دونوں تحریکوں میں کوئی فرق نہیں۔

ملزم نے جہاں جہاں جاگیرداری کے خلاف آواز بلند کی اس نے دانستہ حقائق کو چھپائے رکھا حقیقت یہ ہے۔ کہ یہاں جب کسی کو جاگیر دی جاتی ہے تو اسے کوئی زمین نہیں دی جاتی۔ بلکہ اس حصہ کا مالیہ جو حکومت کی طرف واجب الادا ہوتا ہے۔ اس کے حق میں منتقل کیا جاتا ہے۔ لیکن جاگیرداری کے اس اصلی مطلب کو ملزم نے کبھی ظاہر ہونے نہ دیا۔ بلکہ اپنی مرضی کے مطابق ناخواندہ سامعین کے سامنے پیش کیا۔ تاکہ ان میں نسلی منافرت کے جذبات پیدا ہوں۔

مسٹر کلم:۔ کیا جاگیرداری کے خلاف کہنا بغاوت ہے؟

مسٹر کاک:۔ جی نہیں۔ در اصل ملزم کا مقصد یہ ہے۔ کہ مہاراجہ بہادر یہاں کے لوگوں کی زمین جاگیرداروں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ جو ایک غلط بات ہے۔ آگے چل کر مسٹر بدسودن کاک نے کہا کہ ملزم نے بار بار یہاں کے لوگوں کی غربت اور بیماری کا تذکرہ کیا۔ تمام حکومتیں ان مسائل کو حل کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ لیکن انہیں ابھی مکمل کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ وہ عوام کو سبز باغ دکھا رہا تھا۔ کہ نیشنل کانفرنس کے برسر اقتدار آنے ہی غربت اور افلاس کا خاتمہ ہوگا۔ اسی طرح کانگریس دعوے کرتی تھی لیکن ابھی تک اس کو حل نہ کر سکی۔

مسٹر کلم:۔ میں اپنے دوست کو کہونگا۔ کہ وہ کانگریس کو درمیان میں نہ لائیں۔

مسٹر کاک:۔ چلئے کانگریس نہ سہی۔ حکومت برطانیہ سہی۔ کیا حکومت برطانیہ اپنے ملک میں غربت اور بیماری کلیتاً دور کر سکی ہے۔ آگے چل کر مسٹر کاک نے کہا کہ ملزم نے اپنی تقریر میں کہا کہ مہاراجہ ہری سنگھ کشمیر چھوڑ دے اور راج سے دستبردار ہو جائے۔ ہم نے ۱۸۴۶ء میں حق ملکیت حاصل کیا۔ کیا قانونی موشگافیوں اور الفاظ کی جادوگری سے اس حقیقت پر پردہ پڑ سکتا ہے۔ کہ ملزم نے مہاراجہ بہادر کی حکومت کو ختم کرنے کا پرچار کیا۔ اس نے کہا کہ جب انقلاب آتا ہے

تو وہ شہنشاہوں کو نہیں دیکھتا۔ ان کے سر خون میں تڑپتے نظر آتے ہیں۔ جب تک شیر کشمیر میں جان موجود ہے۔ اس کی آواز ہوگی کشمیر چھوڑ دو۔ اس ملک میں سے ڈوگرہ شاہی ختم ہو۔ ان واضح الفاظ کے باوجود ملزم کے وکیل صاحب کہتے ہیں کہ وہ صرف ذمہ دار نظام حکومت کا مطالبہ کرتا تھا اور کہ اس نے عوامی گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ملزم نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم نے کشمیر میں فرانس کا سا انقلاب لانا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے وکیل صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ بالکل پر امن طریقے سے ذمہ دار نظام حکومت کا مطالبہ کرتا تھا ملزم نے آگے چل کر کہا ہے۔ کہ آج کل وہ زمانہ نہیں جب بادشاہ کے خلاف بولنا بغاوت کے مترادف تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ ملزم مہاراجہ بہادر کے خلاف بول رہا تھا۔ رہا اس کا چالیس لاکھ لوگوں کی نمائندگی کا دعوے وہ سراسر مبالغہ آمیز ہے۔ اس تحریک کے دوران میں مسلم کانفرنس۔ یووک سبھا۔ سبھا ینک سبھا اور دیگر تمام انجمنوں نے اس سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔ جو ملزم کے دعوے کی مکمل تردید ہے۔

نقش کہن مٹا دو اس کے بعد مسٹر ہدسون کاک نے ملزم کی ۱۹ مئی والی تقریر زیر بحث لائی۔ آپ نے کہا۔ کہ سابقہ تقریروں میں ملزم نے ناخواندہ عوام کو کافی اشتعال دلایا ۱۳ مئی والی تقریر میں علامہ اقبال کے اس شعر سے عوام کو حرکت میں لانے کی کوشش کی ہے

سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ ۔ جو نقش کہن نظر آئے اس کو مٹا دو

ایک مشتعل اور ناخواندہ مجمع پر اس شعر کا کیا اثر ہوا ہوگا۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اس تقریر میں جگہ جگہ ایسے جملے پائے جاتے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ ملزم نے مہاراجہ بہادر اور ان کی حکومت کے خلاف نفرت، حقارت اور بدخواہی کے جذبات پھیلانے کی کوشش کی۔ ملزم نے اس تقریر میں سامعین کو مشتعل کرنے کے بعد کہا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی غلامی کا انتقام اس کے وارثوں سے لونگا۔ اس نے صاف طور پر موجودہ حکومت کو تشدد سے ختم کرنے کا پرچار کیا ہے۔

نسلی منافرت کے کمینہ جذبات کو ابھارنے کے بعد ملزم نے سامعین کے مذہبی جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے کہا کہ کوٹلی میں گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ ڈوگرہ فوج نے وہاں کی مسجد پر قبضہ کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ ملزم اپنے مقصد کو پورا کرنے کیلئے ہر قسم کے ہتھیار استعمال کرنے پر تلا ہوا ہے۔ وکیل ملزم نے تقریر کے اس حصے پر کافی زور دیا ہے۔ جس میں اس نے کہا کہ آنے والی حکومت "نیا کشمیر" کی بنیادوں پر قائم ہوگی۔ میرا یہ کہنا ہے۔ کہ "نیا کشمیر" کا ذکر کرنا کوئی مطلب نہیں رکھتا۔ ملزم نے ۹، ۱۰، ۱۳، اور ۱۴ مئی کی تقریروں میں واضح طور پر کہا ہے۔ کہ وہ اس ملک میں موجودہ حکومت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اندریں حالات یہاں "نیا کشمیر" کا تذکرہ بے معنی ہے۔ لیکن اگر یہ بھی مان لیا جائے۔ کہ اس نے سنجیدگی سے "نیا کشمیر" کا ذکر کیا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والی حکومت سوشلسٹ طرز پر ہوگی۔ کیونکہ "نیا کشمیر" میں جاگیرداری اور سرمایہ داری کو ختم کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ میں اپنی اس اپیل کی تائید میں یہ بات پیش کرتا ہوں۔ کہ متذکرہ صدر الفاظ کے بعد اس نے پھر دہرایا ہے "ہم ڈوگرہ راج کو ختم کر دیں گے" آخری تقریر میں ملزم نے عوام کو کہا۔ کہ اب تقریروں کا سلسلہ ختم ہوگا۔ اب نیا پروگرام حلقہ کمیٹیوں کے صدر بنایا کریں گے۔ ظاہر ہے۔ کہ ملزم نے لوگوں کو کافی حد تک اکسایا اور اب وہ نتیجہ کی انتظار میں تھا۔ ہمارے پاس ثبوت ہے۔ کہ ایک خفیہ منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ جس کی رو سے حکومت کے خلاف گوریلا جنگ کرنا۔ ذرائع نقل و حمل کو برباد کرنا۔ سڑکوں کو تباہ کرنا۔ اور پلوں کو جلانا مقصود تھا۔ آزاد کشمیر بلیٹن نمبر ۱ جو کہ وار کونسل کی طرف سے جاری ہوا۔ اس دعوے کی تائید کرتا ہے۔ اس میں ان تمام باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

تقریر کے آخیر میں بھی ملزم نے والئی ملک کو ظالم قرار دیکر ان کے خلاف نفرت اور حقارت کا پرچار کیا۔ ملزم کی تمام تقریروں کا یہ رجحان صاف طور پر بتاتا ہے۔ کہ اس نے حکمران اور حکومت جو کہ از روئے قانون قائم ہے ان کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات پھیلائے۔ عدالت پانچ بجے برخاست ہوئی۔

اٹھائیسویں پیشی

ملزم کی تقاریر کے اثرات

واقعاتِ تشدد گہری سازش کے نتائج

وکیل استغاثہ کی بقیہ بحث

سرینگر ۔ ۲۲ اگست مقام بادامی باغ چھاؤنی

وکلائے استغاثہ
پنڈت مدسودن کاک
پنڈت رادھا کشن کول
مسٹر رنجیت سنگھ
خواجہ عبدالاحد فاروقی
پنڈت شام لال کول جلالی

وکلائے ملزم
مسٹر آصف علی
پنڈت راگھوناتھ کول
پنڈت جیالال کلم (لنچ کے بعد آئے)

عدالت سیشن میں آج کاروائی حسب معمول شروع ہوئی ۔ مسٹر آصف علی وکیل صفائی نے استدعا کی ۔ کہ استغاثہ کو ہدایت کیجائے ۔ کہ اگر ہوسکے ۔ تو اختصار سے کام لیکر وہ اپنی بحث آج لنچ سے پہلے یا زیادہ سے زیادہ چار بجے تک ختم کردے ۔ کیونکہ کل مجھے جانا ہے ۔ اور میں اپنی طرف سے بحث کے خاتمہ پر کچھ کہہ سکوں ۔

عدالت: ۔ میں آپ سے زیادہ بیتاب ہوں۔ کہ بحث آج ہی ختم ہو جائے۔

مسٹر آصف علی: ۔ معلوم ہوتا ہے کہ استغاثہ کو اپنے کیس کے متعلق شبہ ہے۔ ورنہ وہ اتنی دیر نہ لگاتا۔

عدالت: ۔ آپ نے بھی کم وقت نہیں لگایا تھا۔

مسٹر آصف علی: ۔ لیکن مجھے ملزم کا ڈیفنس پیش کرنا تھا۔ اور استغاثہ نے سزا دلانی ہے۔ (قہقہہ)

سی آئی ڈی رپورٹروں کی قابلیت

اس کے بعد پنڈت مدن لال کاک صاحب اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے اپنی بحث کو شروع کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں اختصار کی ہر ممکن سعی کرونگا۔

ملزم کی تقاریر کے متعلق سی آئی ڈی رپورٹروں کی رپورٹوں کو میں پہلے زیر بحث لاؤنگا

عدالت نے کہا: ۔ کہ جب ملزم نے ان کا خلاصہ درست ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ تو پھر ان پر بحث کی کیا ضرورت ہے۔

مسٹر کاک: ۔ لیکن اس نے لفظ خلاصہ درست استعمال کیا ہے۔ اور اس کے قائل ہونے پر وکیل ملزم نے تقاریر کے قابل اعتراض جملوں کی صحت سے انکار کیا ہے۔

وکیل صفائی نے کہا تھا۔ کہ شارٹ ہینڈ رپورٹروں نے خلا [illegible] ادھر ادھر سے الفاظ لے کر پُر کر دئے۔ اور کہا کہ ان کے اندر اس قدر صلاحیت نہیں۔ کہ کشمیری دماغ سے ساختہ اردو زبان میں شارٹ ہینڈ نوٹس لے لیتے۔

جہاں تک ملازمین کی صلاحیت کا سوال ہے۔ ان نے رپورٹنگ میں اعلیٰ قابلیت کا ثبوت دیا۔ باوجودیکہ وہ رپورٹنگ سے آؤٹ آف پریکٹس تھے۔ تاہم عدالت کے روبرو امتحان ہونے پر

اس نے سو الفاظ فی منٹ کی رفتار سے نوٹ لئے۔ جو صحیح اور درست تھے۔
جہاں تک شیوناتھ کے امتحان کا تعلق ہے۔ وہ غیر منصفانہ تھا۔ اسے دو سو الفاظ فی منٹ کی رفتار سے عبارت لکھوائی گئی۔ عبارت میں کشمیری زبان کے ایسے جملے استعمال کئے گئے۔ جو فرسودہ اور غیر مستعمل ہیں۔ علاوہ ازیں ملزم نے خود تسلیم کیا ہے۔ کہ رپورٹنگ خاصی صحیح ہے۔ یہ بھی سی آئی۔ ڈی رپورٹوں کے درست ہونے کی دلیل ہے۔
علاوہ ازیں مسٹر رامپال مجسٹریٹ نے ملزم کی ۱۶ مئی والی تقریر کے متعلق جو بیان دیا وہ سی۔ آئی۔ ڈی کے رپورٹر شیوناتھ کی حرف بحرف تائید کرتا ہے
مسٹر آصف علی: ۔ مسٹر رامپال نے جو بیان دیا ہے میں چیلنج کرتا ہوں۔ کہ ان کے الفاظ ڈائری میں نہیں ملتے۔

عدالت: ۔ اگر الفاظ نہیں تو مفہوم ملتا ہے۔
اس پر گورنمنٹ ایڈوکیٹ نے گواہ کے بیان کے بعض حصے پڑھ کر سنائے
بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر کاک نے کہا۔ کہ غلام احمد ایک آزاد گواہ ہے۔ وہ

آزاد گواہ سرکاری آدمی نہیں۔ اس نے ملزم کی ۱۳ مئی کی ظہر والی تقریر کے متعلق بیان دیا ہے۔ جس میں ملزم نے کہا تھا۔ کہ گلاب سنگھ کے وارثوں کو یہاں راج کرنے کا کوئی حق نہیں " وکیل صفائی جرح کے دوران میں کوئی ایسی بات اخذ نہیں کر سکے۔ جو ان کے حق میں ہو۔ ڈیفنس نے یہ نکتہ پیش کیا۔ کہ اس گواہ سے وکیل سرکار نے شہادت سے قبل کیوں تحریری بیان لیا۔ مسٹر کاک نے قانون شہادت کی دفعہ ۱۶۱ پیش کرتے ہوئے کہا۔ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ قانون اس کی اجازت دیتا ہے۔
جب ملزم کی طرف سے مولوی محمد سعید صاحب کو بطور گواہ صفائی پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا

کو عدالت میں پیش ہونے سے قبل ان سے بات چیت کا موقعہ دیا گیا۔

آزاد ہند فوج کے مقدمات کے سلسلے میں بھی وکلائے ڈیفنس کو گواہوں سے بات چیت کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ اندریں حالات صفائی کا یہ اعتراض کوئی وزن نہیں رکھتا۔ کہ عدالت میں پیش ہونے سے قبل غلام احمد نے وکیل استغاثہ کے سامنے بیان کیوں دیا۔

گواہ برخیدر موہن نے ملزم کی تین تقریروں کو سنا۔ جو اس نے نوشہرہ، ملارنہ اور پتھر مسجد میں کیں۔ اس کا کہنا ہے۔ کہ ملزم نے اس ملک کے حکمران اور حکومت کے خلاف تقریریں کیں۔ برخیدر موہن کی شہادت بہت اہم ہے۔ کیونکہ وہ ایک ذمہ دار آدمی ہے۔ ایک سوسائٹی کا سکرٹری ہے اور اسے ملزم کے خلاف کوئی دشمنی نہیں۔ ایک اور آزاد گواہ مسٹر دوارکا ناتھ ہمدرد کا رپورٹر ہے اس نے ملزم کی ۱۳ مئی والی تقریر کی نسبت اپنی اس رپورٹ کا مسودہ پیش کیا ہے۔ جو ہمدرد میں شائع ہوا ہے۔ اس رپورٹ سے سی، آئی، ڈی رپورٹر علاؤالدین کی مرتب کردہ رپورٹ کی تائید ہوتی ہے اس مرحلہ پر مسٹر آصف علی چلے گئے۔ اور عدالت سے کہا کہ اگر استغاثہ اپنی بحث آج ہی ختم کر سکے تو وہ چار بجے جواب دیں گے۔ مسٹر آصف علی کے بعد مسٹر رگھناتھ کول وکیل ملزم کی نمائندگی کرتے رہے۔ اس کے بعد مدسودن کاک نے گواہ مسٹر دوارکا ناتھ رپورٹر "ہمدرد" کے مسودہ میں سے ضروری حصص پڑھ کر سنائے۔ اور ثابت کیا۔ کہ اس میں اور علاؤالدین رپورٹر کی رپورٹ میں کافی حد تک مطابقت پائی جاتی ہے۔ مسٹر امجد رپورٹر "ہمدرد" گواہ استغاثہ نے ملزم کی ۱۵ ار اور ۱۶ ار مئی والی تقریروں کو سنا اور اپنے اخبار کیلئے رپورٹیں لیں۔ جو علاؤالدین اور شیوناتھ سی، آئی، ڈی رپورٹروں کی رپورٹوں سے مطابقت رکھتی ہیں۔

ظاہر ہے۔ کہ استغاثہ نے ملزم کی تقریروں کی نسبت جو اعتراضات کیے۔ وہ متذکرہ صدر بالا پانچ گواہوں کے بیانات سے درست ثابت ہوئے ہیں۔ اور اس نے اس فعل کا ارتکاب کیا۔

جو دفعہ ۱۲۴ الف ضابطہ فوجداری کے تحت قابل سزا ہے۔

ملزم کی تقاریر کے نتائج

آگے چل کر مسٹر مدسودن کاک نے کہا کہ اب میں اس شہادت کو زیر غور لاؤنگا۔ جو اس بارے میں پیش کی گئی ہے۔ کہ ملزم کی تقریر ڈ
سے کیا نتائج نمودار ہوئے۔ اس سلسلے میں مسٹر جیالال درباری اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کا بیان بہت اہم ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس کی وہ ڈائری قابل غور ہے۔ جو اس نے چارسی کو حکومت کو پیش کی۔ اس میں لکھا ہے کہ نیشنل کانفرنس کی طرف سے ایجی ٹیشن شروع کرنے کی تیاریاں جاری ہیں وہ اس طرز پر گڑبڑ شروع کرنے والی ہے۔ جس کے نتیجہ میں حکام کو نہ محض لاٹھیاں استعمال کرنا پڑینگی بلکہ گولیاں بھی اور ان کی بنا پر حکومت کے خلاف مخالفانہ پروپیگنڈا کیا جائیگا۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ چند نیشنل کانفرنسی لیڈر جیکے سے برطانوی ہند میں جائیں گے۔ اور حکومت کے خلاف پروپیگنڈا کریں گے۔ نیشنل کانفرنس کی تحریک کے سلسلے میں جو کچھ رونما ہوا۔ اس کے پیش نظر بتایا جاسکتا ہے۔ کہ محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی کی ڈائری معتبر واقعات پر مبنی تھی۔ اس کی تائید دار کونسل کے اعلان نمبر ا سے ہوتی ہے۔

عدالت:۔ کیا آپنے ثابت کیا ہے۔ کہ یہ اعلان نیشنل کانفرنس کی طرف سے جاری ہوا ہے

مسٹر کاک:۔ اس کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ خفیہ طور پر جاری کیا گیا ہے

عدالت:۔ پھر اس کو پیش کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ تو ثابت نہیں کیا گیا ہے۔ کہ یہ ملزم نے یا نیشنل کانفرنس کے کسی پیرو نے جاری کیا ہے۔ آپ کو صرف معلوم ہے۔ کہ کسی سپاہی نے اس کو بجلی کے کھمبے سے اتارا۔ اور بس۔

مسٹر کاک:۔ یہ صرف اس لئے پیش کیا جارہا ہے۔ تاکہ ثابت ہو۔ کہ ملزم کی تقریر کا کیا اثر کیا ہوا۔

عدالت :۔ کیا اس پوسٹر کی نسبت نہیں کہا جا سکتا ہے ۔ کہ یہ کسی شرارتی کی حرکت ہے ۔
مسٹر کاک : لیکن یہ پوسٹر مسلسل شائع ہو رہے ہیں ۔
عدالت :۔ شرارتی آدمی اس بات کا خیال بھی رکھ سکتا ہے ۔
آگے چل کر مدسودن کاک نے وارکونسل کے پوسٹر نمبر ۱ کو پڑھکر سنایا ۔ اس کے بعد کہا کہ اس کا مضمون کسی شرارتی کے دماغ کا نتیجہ نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ یہ کسی ایسے آدمی کے زور قلم کا نتیجہ ہے ۔ جس نے ملزم کی تمام تقریروں کو سنا ہے ۔ اور اس کی سپرٹ کو اپنایا ہے ۔
عدالت :۔ آپ ثابت کریں کہ یہ پوسٹر ملزم یا اس کی پارٹی کیطرف سے جاری ہوا ہے ۔
مسٹر کاک :۔ میرا مطلب یہ ہے ۔ کہ یہ ملزم کی تقریروں کا نتیجہ ہے یہ کسی گورنمنٹ ایجنٹ کا نہیں ہو سکتا
عدالت :۔ کسی ایجنٹ کا کام کیوں نہیں ہو سکتا ؟
مسٹر کاک :۔ کیونکہ وہ عوام کو منظم ہونے کا مشورہ نہیں دے سکتا ۔
عدالت :۔ ایجنٹ اپنی شرارت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے یہ بھی کر سکتا ہے ۔
مسٹر کاک :۔ اگر مجھ سے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے ۔ کہ میں اس بارے میں ریاضی کے کسی سوال کی طرح پورا ثبوت مہیا کردوں ۔ تو میں ایسا نہیں کر سکتا لیکن میں قانونی شہادت کی رو سے اس بارے میں قانونی ثبوت پیش کر سکتا ہوں ۔
عدالت :۔ کوئی آپ سے اس قسم کی توقع نہیں رکھتا ۔ بہر حال آپ بحث جاری رکھیں ۔
مسٹر کاک نے کہا ۔ کہ میں ملزم کی تقریروں کے اثر کو ثابت کرنے کیلئے متذکرہ صدر پوسٹر کو پیش نہیں کر رہا ہوں ۔ اگر ایسی بات ہوتی ۔ تو یہ اعتراض بجا تھا ۔ صرف اس قدر شہادت کافی نہیں ۔ لیکن یہ پوسٹر اس کافی شہادت کا محض ایک چھوٹا سا جزو ہے ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ ۲۰ مئی کے بعد جو گڑبڑ ہوئی ۔ وہ ملزم کی تقریروں کا نتیجہ تھا ۔ اس لئے یہ کہنا بالکل درست

ہوگا۔ کہ وار کونسل کا اعلان (نمبر۱) کسی ایسے شخص کے دماغ کی پیداوار ہے۔ جو ملزم کی تقریروں سے متاثر ہوا ہے۔ اجتماعی اثرات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ متشددانہ تحریک سوچی سمجھی ہوئی سکیم کا نتیجہ تھی۔ خود بخود اور شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری کا نتیجہ نہ تھی۔ کیونکہ یہ ایک ہی وقت میں منظم طریق پر شہر کے مختلف حصوں میں جاری ہوئی۔

واقعات تشدد

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر کاک نے کہا۔ کہ گواہ استغاثہ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اپنے بیان میں کہا ہے۔ کہ اس نے پلوں اور سرکاری عمارتوں کی حفاظت کیلئے پولیس کے سپاہی تعینات کرائے۔ کیونکہ بقول اس کے نیشنل کانفرنس والوں کی طرف سے یہ خطرہ تھا۔ کہ وہ پلوں اور سرکاری عمارتوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ ظاہر ہے کہ ۱۲ مئی کے بعد جو کچھ ہوا وہ یکایک بلا ارادہ ہی شروع نہ ہوا۔ بلکہ اس کے لئے پہلے سے ہی تیاریاں کی گئی تھیں۔ اور یہ ایک خاص طے شدہ منصوبہ کے تحت کیا گیا۔ میونسپل انجینیر جناب سی ایس نے اپنے بیان میں کہا ہے۔ کہ ۱۲ مئی کو سرینگر کے مختلف حصوں میں سرکاری جائداد کو نقصان پہنچایا گیا۔ نقصان کا ایک ہی وقت مختلف مقامات پر رونما ہونا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ یہ کاروائی سوچی سمجھی ہوئی تجویز کے تحت روبہ عمل لائی گئی۔ مسٹر شمبھوناتھ انسپکٹر ٹیلی فون نے عدالت کے سامنے اس نقصان کی فہرست پیش کی ہے۔ جو ۱۲ مئی اور ۱۴ مئی کے درمیان ٹیلی فون اور ٹیلیگراف کھمبوں کو پہنچایا گیا۔ مسٹر رامپال مجسٹریٹ نے اپنے بیان میں کہا ہے۔ کہ ۱۲ مئی کو پیلیڈیم ٹاکیز سے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے انہیں ٹیلی فون پر پر کہا۔ کہ نقض امن کا خطرہ ہے۔ کیا ایسے معتبر گواہ کا بیان نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ گواہ برجندر موہن نے کہا۔ کہ ۱۲ مئی کو جب پرتاپ بھون کے احاطہ میں ہندوؤں کا جلسہ ہو رہا تھا۔ بخشی غلام محمد کی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک ہجوم ان پر حملہ کرنے کیلئے آیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عوام کا ایک گروہ ملزم کی بتائی گئی ہدایت پر عمل کرانے کیلئے نکلا تھا۔ برجندر موہن نے اس تصادم کا ذکر

کیا۔ جو ۱۸ مئی کو ننج گڈاں میں ہوا۔ اور جس کے نتیجے میں نیشنل کانفرنسیوں نے اس کے ساتھی اومکار ناتھ پر چھری سے حملہ کیا۔ برجیندر موہن کا کہنا ہے۔ کہ اس کے ساتھی مہاراجہ بہادر زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ نیشنل کانفرنس کے قریبا چار سو کارکن لاٹھیوں سے مسلح ہو کر آئے۔ جو مہاراجہ بہادر مردہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ یہ کارکن ملزم کی ہدایات کے تحت عمل کر رہے تھے۔ اور برجیندر موہن اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ کیونکہ ملزم نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ تمام مخالفین کے ساتھ وہی سلوک کیا جانا چاہئیے۔ جو غداروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وکیل ملزم نے کہا۔ کہ برجیندر موہن اور اس کے ساتھی کیوں شیر کی کچھار میں گئے۔ اگر ان کے ساتھ برا سلوک کیا گیا۔ تو اس کی ذمہ داری انہی پر ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ملزم اور اس کے ساتھی کسی قسم کی مخالفت برداشت کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے عملی طور پر دکھا کہ جو کوئی ہماری رائے سے اتفاق نہیں کریگا۔ اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائیگا۔ جو اومکار ناتھ کے ساتھ ہوا۔ ان حقائق کے باوجود وکیل ملزم کہتا ہے۔ کہ ۱۶ مئی سے ۲۰ مئی تک کوئی گڑبڑ نہ ہوئی۔ اور ملزم نے اپنی تقریروں میں تشدد کا پرچار نہیں کیا۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہ بحث جاری تھی کہ ایک بج گئے اور عدالت لنچ کیلئے برخاست ہوئی۔

گڑبڑ توڑ پھوڑ

لنچ کے بعد کاروائی سوا تین بجے شروع ہوئی اس وقت ملزم کی طرف سے پنڈت جیالال کلم پیش ہوئے۔ پنڈت مدسودن کاک نے بحث جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ ملزم کی تقریروں کا اثر یہ ہوا۔ کہ لوگ تشدد پر اتر آئے۔ اور ان کی متشددانہ حرکات حرکات ۱۶ مئی کی شام اور ۲۰ مئی کے بعد رونما ہوئیں۔ ان کے متعلق سی آئی۔ ڈی ڈائریوں میں پہلے ہی پیشن گوئی کی گئی تھی۔ عوام کی متشددانہ حرکات سے سرکاری جائداد کو جو نقصان ہوا اس کی تفصیل میونسپل انجینیر بنارسی داس اور مسٹر شمبو ناتھ ٹیلی فون انسپکٹر نے پیش کی۔ یہ سب کچھ ایک باقاعدہ طے شدہ منصوبہ کے تحت رونما ہوا۔ وکیل ملزم کا یہ کہنا درست نہیں۔ کہ یہ گڑبڑ خانقاہ معلےٰ

میں گولی چلانے کے نتیجہ میں یکلخت رونما ہوئی۔ پنڈت ہیرانند رینہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (گواہ استغاثہ) نے یہ جو بیان دیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ خانقاہ معلی میں گولی چلنے سے بہت قبل عوام نے توڑ پھوڑ کی تحریک شروع کی تھی۔ صفاکدل پل کو توڑا جا رہا تھا۔ سڑکوں کو تباہ کیا گیا تھا ذرائع نقل و حمل میں رکاوٹیں ڈالی گئیں تھیں ظاہر ہے یہ سب خانقاہ معلی میں گولی چلنے سے پہلے ہوا۔ مقصد یہ تھا۔ کہ حکومت کی مشینری کو بے کار بنایا جائے۔ تاکہ یہ پُرامن عوام کی حفاظت کا فرض انجام نہ دے سکے۔ وزیر سری چند سپرنٹنڈنٹ پولیس جو کہ پنڈت ہیرانند کے ساتھ ہی تھا۔ اس لئے ان کا بیان بھی ویسا ہی ہے۔ پنڈت نند لال مٹو مجسٹریٹ اور میاں غلام محمد مجسٹریٹ نے بھی اپنے بیانات میں بجلی پورہ قرہ فلی محلہ اور دیگر ملحقہ علاقوں میں گئے تھے نقصانات پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے کہا کہ چند لوگ مہاراجہ بہادر۔ مہارانی صاحبہ اور وزیر اعظم کے خلاف مخالفانہ نعرے بلند کر رہے تھے۔ خواجہ محمد مقبول پنڈت مجسٹریٹ نے خانقاہ معلی میں خلاف قانون جمع کی سرگرمیوں اور ہجوم کے لاٹھی پر پتھراؤ کرنے کے واقعات بیان کئے ہیں۔ لفٹنٹ لابھ سنگھ اور کرنیل نرائن سنگھ کے بیانات بھی اس بات کو واضح کرتے ہیں۔ لالہ بنارسی داس میونسپل انجینئر نے سڑکوں اور نالیوں کے نقصانات کے متعلق شہادت دی ہے۔ مسٹر شمبوناتھ ٹیلی فون انسپکٹر نے ٹیلی فون اور ٹیلیگراف کے کھمبوں کو پہنچائے گئے نقصانات کی تفصیل بتائی۔ اور کہا کہ عوام کا رویہ حد درجہ مخالفانہ ہے۔

قابل اعتراض نعرے

آگے چل کر مسٹر مدسودن کاک نے کہا کہ اب میں ان قابل اعتراض نعروں پر بحث کرونگا۔ جو ان جلسوں میں بلند کئے گئے۔ جن میں ملزم نے تقریریں کیں۔ ۱۴ مئی کے جلسے میں جسکی ملزم صدارت کر رہا تھا۔ مہاراجہ بہادر اور حکومت کے خلاف نعرے بلند کئے گئے۔ باقی جلسوں میں بھی اس قسم کے نعرے لگائے جاتے تھے۔ جلسوں کے بعد عوام ٹولیوں میں منتشر ہو جاتے تھے۔ اور شہر کے مختلف حصوں میں قابل اعتراض نعرے بلند کرتے تھے۔ مسٹر رامپال مجسٹریٹ نے اپنے

بیان میں کہا۔ کہ جلسہ کے دوران میں بھی ہجوم اشتعال میں آکر مہاراجہ بہادر مردہ باد وغیرہ نعرے بلند کرتا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ملزم کی تقریر اشتعال انگیز اور باغیانہ تھی۔ مسٹر محمد مقبول پنڈت نے بھی اپنے بیان میں کہا کہ خانقاہ معلیٰ میں جو ہجوم ۲۱ مئی کی صبح کو جمع ہوا تھا۔ وہ بھی مہاراجہ بہادر اور حکومت کے خلاف نعرے بلند کرتا تھا۔ مسٹر سوم ناتھ پروہت عہدہ دار میونسپلٹی نے بھی اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے لوگوں کو ہری سنگھ ہائی سٹریٹ میں گزرتے ہوئے مہاراجہ کشمیر مردہ باد اور ڈوگرہ راج مردہ باد کے نعرے بلند کرتے ہوئے سنا۔ برج لال موہن اور اوم کار ناتھ گواہوں نے بھی ان نعروں کا تذکرہ اپنے بیانات میں کیا۔

ملٹری کے زخمی سپاہی

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر کاک نے کہا کہ اب میں کیپٹن سومیتھ سنگھ ڈاکٹر حفیظ اللہ اور ڈاکٹر مسٹر دول سنگھ کے بیانات کو لیتا ہوں کیپٹن سومیتھ سنگھ نے کہا۔ کہ ملٹری کے ۴۳ سپاہی گڑبڑ کے دوران میں زخمی ہوئے۔ جن کا معائنہ اس نے کیا۔ ڈاکٹر حفیظ اللہ نے تین پولیس والوں کے زخمی ہونے کے متعلق بیان دیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں تمام وادی کشمیر میں صرف آٹھ آدمی فوج کی گولیوں سے مر گئے۔ ان کے علاوہ وکیل ملزم یہ ثابت نہ کر سکا۔ کہ حکام نے اس سے زیادہ تشدد استعمال کیا۔

گہری سازش

بحث کو جاری رکھتے ہوئے مسٹر کاک نے کہا۔ کہ یہ ایک گہری سازش تھی جس کے نتیجہ میں ٹیلیفون تار بھی کاٹ ڈالے گئے۔

جس وقت ملزم نے پہلی تقاریر کیں۔ اس وقت پروگرام پورا تیار نہ تھا۔ اور اس کے لئے وہ منظم نہ تھے۔ جونہی تیاریاں مکمل ہو چکیں۔ حلقہ کمیٹیوں کے پریذیڈنٹوں کو اس پروگرام سے واقف کیا گیا۔ عوام اس سے آگاہ نہ تھے۔ حلقہ کمیٹیوں کے پریذیڈنٹ رات کے وقت یہ پروگرام لوگوں پر ظاہر کرتے تھے۔ اور دوسرے روز توڑ پھوڑ کے پروگرام پر عمل ہوا۔

بغاوت کے جراثیم

چونکہ شیخ محمد عبداللہ نے اپنی تقاریر میں عوام میں بغاوت کے جراثیم بھر دئیے تھے۔ اس لئے عوام نے تشدد کیا۔

مسٹر آصف علی کی الوداعی تقریر

اس مرحلہ پر مسٹر آصف علی آگئے۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ میں کل صبح جانے پر مجبور ہوں اسلئے اگر گورنمنٹ ایڈووکیٹ آج ہی اپنی تقریر ختم کر دیں تو میں تھوڑی سی جوابی تقریر کرونگا۔ لیکن مسٹر کاک نے کہا کہ انہوں نے ابھی بعض نکات پر روشنی ڈالنی ہے۔ اس لئے ابھی کچھ وقت لگیگا۔ چونکہ پونے پانچ بج چکے تھے۔ اسلئے مسٹر کاک کی باقی بحث سنیچر وار مورخہ ۲۴ اگست پر ملتوی رہی۔

اس کے بعد مسٹر آصف علی نے اپنی الوداعی تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا۔ کاش! کہ وکیل استغاثہ آج ہی اپنی بحث ختم کرتے اور میرے لئے کم از کم آدھ گھنٹہ بچا لیتے۔ لیکن ابھی ان کی عالمانہ بحث جاری ہے۔ اسلئے میں جواب نہیں دے سکتا۔

میرے فاضل دوست وکیل استغاثہ نے حق فتح پر بہت زور دیا ہے۔ اور اس کے جواز میں بین الاقوامی قانون کا حوالہ دیا ہے۔ مگر میں کہونگا۔ کہ فتح نہ صرف بین الاقوامی قانون کے منافی ہے بلکہ اسے ایک سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔ وکیل استغاثہ نے جمہوریت اور ذمہ دار نظام حکومت کا تمسخر اڑایا ہے۔ جب وہ ایسا کر رہے تھے۔ تو میں محسوس کر رہا تھا۔ کہ وہ جمہوریت کے ابتدائی اصولوں سے کس قدر ناواقف ہیں۔ ان کے خیال میں مطلق العنان حکومت بہتر ہے۔ یہ خیال انہیں مبارک ہو اگر آپ حق فتح پر زور دیں گے۔ تو عوام جواب دیں گے۔ کہ انہیں بھی پھر از سر نو فتح کرنے کا حق ہے۔

وہ سانحہ امرتسر اور بعض ناخوشگوار امور کو زیر بحث لائے ہیں۔ بہرحال میں سنیچر وار تک ٹھہر نہیں سکتا۔ میں نے اپنی بحث کی جو رپورٹ مرتب کی ہے۔ وہ تحریری طور پر عدالت کے سامنے پیش ہو جائیگی۔

عدالت کی تعریف آخر پر آپ نے سیشن جج صاحب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں آپ کے اخلاق حمیدہ اور شرافت کا معترف ہوں ۔ آپ نے جس قابلیت سے مقدمہ کی سماعت کی ۔ وہ قابل قدر ہے ۔ خصوصاً جہاں تک آپ کی یادداشت کا تعلق ہے ۔ وہ میری اور وکیل استغاثہ کی یادداشت سے بالا کر دی گئی ہے ۔ میں توقع رکھتا ہوں ۔ کہ آپ واقعات کو باپ تول کر فیصلہ ملزم کے حق میں دیں گے ۔ اور اسے رہا کر دینگے ۔ اس کے بعد کاروائی ۲۷ر اگست (سنیچر) پر ملتوی ہوئی ۔

انتیسویں پیشی

ملزم قانوناً مجرم و قابل سزا ہے

ملزم اور اس کے ساتھیوں کا تشدد

ڈیماکریسی سے آدرش شخصی حکومت بہتر (وکیل استغاثہ کی بحث ختم)

سرینگر ۔ ۲۸ر اگست

مقام بادامی باغ چھاؤنی

وکلائے استغاثہ :۔ پنڈت مدسودن کاک ۔
پنڈت رادھاکشن کول ۔
مسٹر جسونت سنگھ ۔
خواجہ عبدالاحد فاروقی ۔
پنڈت شام لال کول ۔

وکلائے ملزم :۔ پنڈت جیا لال کلم
پنڈت رگھوناتھ کول ۔

آج عدالت سیشن کی کاروائی بارہ بجے شروع ہوئی۔ پہلے ڈپٹی استغاثہ مسٹر کاک نے لنچ تک اپنی بحث ختم کی۔ لنچ کے بعد پنڈت جیالال نے جواب دیا۔

شہر کی مخدوش حالت

آج مسٹر کاک نے اپنی بحث اس نکتہ سے شروع کی۔ کہ ملزم کی تقاریر سے لوگ بے حد مشتعل ہو گئے تھے۔ اہم گواہوں کے بیانات سے آپنے بتایا کہ لوگوں کے اندر نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ مہاراجہ بہادر کے خلاف بھی نعرے لگاتے تھے۔

پنڈت برجندر موہن کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شہر کے حالات مخدوش تھے اور فضا سخت مکدر تھی۔ لوگ ہراسان تھے اور مستورات سہمی ہوئی تھیں۔ اسلئے انہوں نے میٹنگ بلا کر ان مخدوش حالات کی طرف حکومت کی توجہ مبذول کرائی۔ اور تاروں و اخبارات کے ذریعہ حکومت سے موزوں انتظام کیلئے استدعا کی۔

خواجہ محمد مقبول سے بھی جس وقت استفسار کیا گیا۔ تو آپنے سوالات کے جوابات میں کہا۔ کہ امن پسند لوگ ہراسان تھے۔ لوگوں کے اندر نفرت کے جذبات پائے جاتے تھے۔ غلام محمد زرگر نے بھی سوالات کے جواب میں کہا کہ لوگ ہراسان تھے۔ میاں غلام احمد ڈپٹی ڈائرکٹر نے بھی استفسارات کے دوران میں کہا کہ لوگوں کے جذبات حکومت اور سرکار والا کے خلاف بھڑکائے گئے تھے۔ سیاسی فضا پر نفرت کے تاریک بادل چھا گئے تھے۔ حالات مخدوش تھے۔ پنڈت جیالال درباری اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی۔ ڈی کے بیان سے عیاں ہے۔ کہ نہایت ہی قابل اعتراض نعرے بلند کئے گئے۔ حکومت کے خلاف باغیانہ تحریک جاری کرنے کیلئے سازش کی گئی۔ اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ملزم نے سامعین کو ۱۹۳۱ء کی تحریک جاری کرنے کی تلقین کی تھی۔ جس میں کئی ملازمین سرکار مارے گئے۔ پنڈت جیالال درباری کی شہادت سماعی نہ تھی۔ اس پر جیالال کلم نے اعتراض کیا۔

کہ وہ اس زمانے میں یہاں نہ تھا۔ اس پر پنڈت کاک نے مثل سے بیان پڑھکر سناتے ہوئے ظاہر کیا۔
کہ وہ اس زمانے یہاں پولیس کا ایک عہدہ دار تھا۔ اور کہا کہ پنڈت کلم کو یہ غلط فہمی سنہ ۱۹۲۸ء کے
متعلق ہے۔ جس کے متعلق ملزم نے کہا۔ کہ اس زمانے میں یہاں نہیں تھا۔

پنڈت کاک گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ وکیل صفائی کی
طرف سے کہا گیا ہے۔ کہ شیخ محمد عبداللہ کی تقاریر کے اثر سے عوامی گڑبڑ یا اختلال امن نہیں ہوا۔
کیونکہ ۱۲ تاریخ سے ۱۶ تاریخ تک کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ لیکن میں نے متذکرہ گواہوں کی گواہی سے
ثابت کیا کہ امن پسند شہری اس زمانے میں ہراساں تھے۔ اور وہ اپنے جان و مال کو محفوظ نہیں
سمجھتے تھے۔ ان گواہوں کی شہادت ان خطرناک حالات اور اس مکدر ماحول کے
ہیبت آفرین منظر کی تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے کھینچتی ہے

وکیل صفائی کی غلط نکتہ چینیاں

گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے کہا۔ کہ وکیل صفائی نے
منظوری کے معاملے میں نکتہ چینی کی ہے۔ اس مرحلہ
پر عدالت نے کہا۔ وہ اعتراض تو وکیل صفائی نے واپس لے لیا۔ اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں
آگے چل کر پنڈت کاک نے اختیار سماعت کے مسئلے کے متعلق بحث شروع کی۔ کہ کہا گیا ہے۔ کہ
سیشن جج اس وقت تک مقدمہ کی سماعت نہیں کر سکتا۔ جب تک تحقیقاتی سماعت ایک
مجسٹریٹ کر کے اس کو سیشن سپرد نہ کرے۔ اس کے متعلق پیشتر ازیں میں قانونی
حوالہ جات پیش کر چکا ہوں جن سے ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں بغیر ابتدائی سماعت مجسٹریٹ قانون
سیشن جج کو ایسے مقدمات کی سماعت کے اختیارات کا مجاز بنا دیتا ہے۔ اس پر
عدالت نے کہا۔ یہ نکتہ فیصل ہو چکا ہے۔ اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ مسٹر کاک نے کہا۔ اس کے علاوہ وکیل
صفائی نے ملزم کے بچاؤ کی خاطر کہا ہے۔ کہ ڈائری میں کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا ادالی شامل

کے مصداق جملے توڑ مروڑ کر عبارت بنائی گئی تھی۔ لیکن میں نے اس پر بحث کر کے اور گواہی کی روشنی میں ظاہر کیا۔ کہ سی۔ آئی۔ ڈی رپورٹروں کی رپورٹنگ حرف بہ حرف صحیح ہے۔ عدالت نے کہا۔ تو پھر اس پر مزید بحث کی ضرورت کیا ہے۔ مسٹر رامپال کی شہادت کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ وہ سماعی شہادت ہے۔ اسلئے وکیل صفائی کے خیال کے مطابق ناقابل ادخال ہے۔ لیکن قانون کی رو سے قابل دست اندازی پولیس بات ہونے کی وجہ سے جب یہ بات مجسٹریٹ کے نوٹس میں آجائے۔ تو اس وقت یہ شہادت قابل ادخال بن جاتی ہے۔ اس وقت یہ سماعی نہیں رہتی ہے۔ پنڈت کاک نے اس ضمن میں قانونی حوالہ پیش کیا۔

ملزم کی گرفتاری جائز

پنڈت کاک نے کہا۔ کہ وکیل صفائی نے ملزم کی گرفتاری کو ناجائز گرفتاری قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس تعلق میں ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۵۴ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کہ پولیس آفیسر اس کو گرفتار نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ یہ قابل دست اندازی کی زد میں آیا ہوا جرم نہیں تھا۔ پنڈت کاک نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ ملزم نے ایسی حرکت کی تھی۔ جو ڈیفنس رول دفعہ ۳۴ کی زد میں آتی ہے۔ جس کا ایک حصہ بغاوت کا بھی ہے۔ چنانچہ ملزم کی تقاریر سے مذکرہ قانون کے تحت گواہی کہ ہڑتال کی تحریک ہوئی۔ اور پولیس نے اس کے تحت پرچہ چاک کیا۔ اور اس کی وجہ سے ملزم کو پولیس کسی مقام پر گرفتار کر سکتی تھی۔ چنانچہ ملزم کو گڑھی کے مقام پر گرفتار کیا گیا۔

ملٹری مجسٹریٹ شاہد

لفٹننٹ لابھ سنگھ کی گواہی پر اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ وہ کشمیری نہیں جانتا تھا۔ اسلئے اس کو معلوم نہ تھا۔ کہ خانقاہ میں ہجوم کو لیے نعرے بلند کرتا تھا۔ لیکن جس وقت اس سے سوال کیا گیا۔ تو اس نے کہا کہ جب وہ کشمیری زبان میں مہاراجہ بہادر کے خلاف نعرے لگاتے تھے (ہری سنگھن بیول)

تو مہاراجہ بہادر کا نام جب اس نے سنا۔ تو اس نے دوسروں سے اس کے معنی پوچھے چنانچہ اس کے
ساتھ تین کشمیری جاننے والے مجسٹریٹ۔ خواجہ محمد مقبول۔ سردار سورجن سنگھ اور
خواجہ علی محمد تھے۔ ان سے انہوں نے اس کے معنی پوچھے۔ اور اس فقرے کو اثر کیا۔ اور انہوں
نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ ہجوم ان نعروں کو بلند کرتے تھے۔

گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے آگے چل کر کہا۔ کہ وکیل صفائی نے یہ دلیل پیش کی۔ کہ لفٹننٹ
لابھ سنگھ نے کہا۔ کہ مجسٹریٹ نے ملٹری سے استمداد کی۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مجسٹریٹ ملٹری
کے تحت تھا۔ آپنے کہا۔ کہ اگر وکیل صفائی نے ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۳۰ کو نظر انداز نہ کیا ہوتا
تو وہ اس دلیل کو پیش نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی صاف تعبیر یہ ہے۔ کہ جب ملٹری مجسٹریٹ کے
ساتھ کام کرتی ہو۔ تو مجسٹریٹ حالات بگڑنے پر انہیں طاقت کے استعمال کا حکم دیتا ہے۔
کیونکہ اس وقت حالات قابو سے باہر ہوتے ہیں۔ یہ انچارج ملٹری آفیسر کی سمجھ پر منحصر ہے
کہ وہ کس قسم کی طاقت استعمال کرے۔ اور اگر ایسے حالات میں مجسٹریٹ کے تحت پولیس کام
کر رہی ہو۔ تو اس کو ہر قدم پر مجسٹریٹ کی ہدایت اور حکم کے مطابق چلنا ہوتا ہے۔ پنڈت ہیرانند
نے اپنی شہادت میں کہا ہے۔ کہ حکومت کے خلاف نعرے لگائے جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی مہاراجہ
بہادر کے خلاف بھی نعرے لگائے جاتے تھے۔ آپنے کہا کہ پنڈت ہیرانند رینہ ۲۰ مئی سے قبل کے
حالات کے ایک واقعہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ بذات خود کسی جلسہ میں شامل نہیں ہوتے۔ یہ
واقعہ جو ۲۰ مئی سے قبل کا ہے۔ اس سے قبل ملزم کی تقاریر اور دیگر چشم دید گواہوں کی شہادت
ثبوت کیلئے کافی وشافی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد پنڈت کاک نے غلام محمد زرگر کی شہادت پر
اعتراض کے متعلق کہا۔ کہ اس پر ایک ہی اعتراض تھا۔ کہ اس کی پہلے تحریری شہادت قلمبند
کرائی گئی تھی۔ اس کے متعلق قانون کی روشنی میں ثابت کر چکا ہوں۔ کہ یہ اقدام جائز تھے

گواہ صفائی

پنڈت کاک نے کہا۔ کہ انور شیخ شیخ عبداللہ کا گواہ ہے۔ اس نے واضح الفاظ میں کہا کہ لاشوں کی تجہیز و تکفین ہوئی اور نماز جنازہ امام مسجد سرائے بالا نے پڑھائی۔ جس میں مسٹر انور شیخ بھی شامل تھے۔ اور کفن کیلئے پیسے پولیس نے دئے

نعشوں کی تعداد

پنڈت کاک نے بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ وکیل صفائی نے پرلیس لوٹ نمبر ۵۲ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ چار آدمی ذرائع رسل و رسائل کو منقطع کرنے کے دوران میں گولی کا شکار بنائے گئے۔ اس لئے گورنمنٹ نے جو تعداد ۸ کی ظاہر کی ہے اس سے یہ تعداد بارہ بنتی ہے۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں۔ کہ اس میں یہ چار افراد بھی شامل ہیں۔ چنانچہ پنڈت ہیرانند نے نواب بازار ریل اڑانے کی کوشش کے دوران میں ایک آدمی کو گولی لگنے کا جو واقعہ سنایا ہے۔ وہ بھی اس میں شامل ہے۔ اور اگر بقول ان کے تعداد زیادہ تھی۔ تو ڈیفنس نے اس کے متعلق کیوں کوئی شہادت پیش نہ کی۔

پوسٹر اور سی آئی ڈی رپورٹ

پنڈت کاک نے مزید کہا۔ کہ وکیل صفائی نے دلیل پیش کی ہے۔ کہ پوسٹروں کی اشاعت کے متعلق سی آئی ڈی کی رپورٹ تھی۔ تو پھر ۲۰ ؍ مئی سے قبل پوسٹر شائع کیوں نہیں کئے گئے۔ اس کے متعلق آپ نے کہا۔ کہ اس وقت خود ملزم آزاد تھا۔ اس لئے خفیہ تحریک کے متعلق ہدایات ملزم دیتا رہا۔ اور تقاریر جاری تھیں۔ پوسٹروں کی اشاعت کی ضرورت بھی کیا تھی۔ چنانچہ سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹ الہامی ثابت ہوئی۔ کہ شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری پر دیگر لیڈران ... زمین چلے گئے اور پوسٹر شائع ہونے لگے۔ اور سی آئی۔ ڈی رپورٹ ... مابعد کے واقعات نے بھی جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئیں۔

فیڈرل کورٹ کا فیصلہ

پنڈت کاک نے فیڈرل کورٹ اور مسٹر بزاز کے مقدمہ میں وکیل صفائی

کے حوالہ جات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جہاں بغاوت حکمران کے خلاف ہو۔ وہاں اس قسم کے فیصلوں کی رو
کام نہیں آسکتے ہیں۔ یہ صرف کونسل آف منسٹرز کی حکومت کے متعلق کام آسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں
آپ نے الہ آباد ہائیکورٹ کے ایک فیصلہ سنہ ۱۹۴۷ء کا حوالہ پیش کیا۔

ڈیماکریسی اور شخصی حکومت

تقریر کو جاری رکھتے ہوئے پنڈت کاک نے کہا۔ کہ میں نے
ڈیماکریسی کا خاکہ نہیں اڑایا۔ میں نے صرف یہ کہا کہ کوئی
بھی حکومت مکمل نہیں ہوسکتی۔ اس پہ عدالت نے کہا۔ یہاں اس مسئلہ کو زیر بحث لانے سے کیا فائدہ
اس کا تعلق اصل مقدمہ کے ساتھ نہیں ہے۔ پنڈت کلم نے کہا۔ حضور آپ کو اس مسئلہ کو زیر غور لانا ہے
کیونکہ نیا کشمیر اس وقت معرض بحث میں آیا ہے۔ اس لئے اس سے ایسے ایسے مباحث پیدا ہوتے ہیں
تقریر کو جاری رکھتے ہوئے پنڈت کاک نے کہا۔ کہ پارٹی گورنمنٹ شخصی گورنمنٹ سے بدتر ہوا
کرتی ہے۔ چنانچہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ کہ ابھی ان کے ہاتھ میں طاقت نہیں آئی تھی۔ کہ انہوں نے فری پریس
کی آزادی کو سلب کیا تھا۔ حالانکہ پریس کو چوتھی اسٹیٹ کا درجہ دیا گیا ہے۔ چند آدمی جس وقت
گورنمنٹ بن جاتے ہیں۔ تو وہ زیادہ تر پارٹی کو مغلوب کرتے ہیں۔ یہ میرا نظریہ ہی نہیں۔ بلکہ کہا گیا ہے
کہ آدرش شخصی حکومت آمرانہ ڈیموکریسی سے افضل و برتر ثابت ہو سکتی ہے۔ جج صاحب نے کہا۔
اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس پر پنڈت کاک نے کہا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ
شیخ محمد عبداللہ کو مہاراجہ بہادر جیسے آدرش حکمران کے خلاف کوئی گلہ نہیں ہوسکتا تھا
اس حکمران کے خلاف جس کی حکومت ذمہ دار حکومت سے زیادہ آدرش اور رعایا نواز ثابت ہوئی
ہے۔ آپ نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ ہندوستان میں ڈیموکریسی کے نام پر کیا نہیں ہوتا
اس وقت کانگریس اور لیگ کے جھگڑے نے کمیونلزم ہتھیار بن گیا اور حالات پیدا کئے ہیں۔ اور بنگال
کی ڈیموکریسی کیا رنگ لا رہی ہے۔ اس وقت مغربیا کی چار رانا شتوں کے چار آدمیوں کے لئے پر گرد ردل

کی قسمت کے فیصلے کا انحصار ہے۔ اور وہ جو فیصلہ کریں۔ وہی ہو کر رہیگا۔ یہ آدرشی شخصی حکومت ہی غیر جانبدار طور پر سوچ سکتی ہے۔ کہ اور جہاں تک پارٹی پالٹکس کی بنا پر جمہوری حکومتوں کا تعلق ہے وہ بدترین حکومتیں ثابت ہوئی ہیں۔ اس وقت اگر روسی حکومت کسی حد تک کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ ایک ڈکٹیٹر موسیو سٹالن کی وجہ سے ہے۔ اس پر پنڈت جیالال نے کہا۔ آپ کیوں اس حکومت پر تبصرہ کرتے ہیں۔ جس کی آپ کو علمیت نہیں۔ اس پر گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے کہا۔ کہ ہماری علمیت کا اجارہ آپکے نام ہی منتقل نہیں۔

شیخ عبداللہ کی آمریت

پنڈت کاک نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ اپریل ۱۹۴۶ء تک نیشنل کانفرنس کی سرکاری پالیسی اور نصب العین ذمہ وار حکومت زیر سرپرستی مہاراجہ بہادر تھا۔ اور اس نصب العین کو نیا کشمیر نامی کتاب میں درج کیا گیا ہے۔ انکا کہنا ہے۔ کہ یہ کتاب مہاراجہ بہادر کی خدمت میں پیش کی گئی۔ کیا اس کے لئے کسی شخص کو پکڑا گیا۔ یا کوئی اعتراض کیا گیا۔ لیکن نیشنل کانفرنس کے صدر نے پینترا بدل لیا۔ اور کسی سے مشورہ کئے بغیر کشمیر چھوڑ دو کا نعرہ دہلی سے واپس آکر ایجاد کیا۔ پنڈت جیالال کلم نے مزاحیہ انداز میں کہا۔ اس نے آدرش آٹوکریٹ کا پارٹ ادا کیا۔ (قہقہہ) مسٹر کاک نے کہا۔ یہ آپنے کیوں کہا۔ اگر وہ اس وقت کرتا تو اسے شدید مخالفت کا خطرہ تھا۔ اس لئے اس نے نیشنل کانفرنس سے بحیثیت جماعت کوئی مشورہ نہیں کیا (اس پر شیخ محمد عبداللہ نے کہا۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں)

طاقت کا نشہ

مسٹر کاک نے بحث جاری رکھتے ہوئے کہا۔ طاقت کا نشہ ملزم کو چڑھا تھا اور طاقت کی بھوک سے ستایا ہوا تھا۔ اس بات سے بے نیاز کہ وہ کیا کر رہا تھا۔ چنانچہ جب وہ ہندوستان سے واپس آیا۔ اس نے سادہ لوح عوام کی نبض پر ہاتھ رکھا اور دھیرے دھیرے ان کو اس زہر کا انجکشن دیتا رہا۔ آپنے آئین کو بالائے طاق رکھا قانون

کی چٹان کے ساتھ سر ٹکرانے لگا۔ جہاں اس کو مخالفت نظر آئی۔ اس نے غنڈہ گردی کے طریقوں کو اختیار کر کے اس کو دبانے کی ٹھان لی۔ چنانچہ اپنے پیروؤں سے کہا۔ کہ جہاں مخالفت نظر آئے۔ اس کو طاقت کے ساتھ دباؤ۔ اور مخالفت کو ختم کر دو۔ یہ کہا۔ عوام اگرچہ تحریک کے خلاف تھے لیکن دہشت پسندی نے لوگوں کا ناک میں دم کر دیا۔ اور کوئی شخص دم مارنے کی تاب نہ لا سکا اس تعلق میں مہاراجہ بہادر کے دربار عالیہ کا ذکر کرتا ہوں۔ چنانچہ آنحضور نے فرمایا۔ کہ میرے حضور میں وفادار رعایا کی لاکھوں تاریں موصول ہوئیں۔ جن میں انہوں نے وفاشعاری کے علاوہ اپنے بچاؤ کے لئے آنحضور سے استدعا کی تھی۔

تشدد پسندی کے نتائج

گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ جب غدار لیڈر تشدد کی تبلیغ کریں۔ اس کا نتیجہ تشدد ہی ہوا کرتا ہے۔ آپ نے کہا۔ کہ میں اس تعلق میں کلکتہ کی تازہ ترین مثال پیش کرتا ہوں۔ چونکہ لیڈروں نے تشدد بار اور تشدد آفریں تقاریر کیں۔ جس کا نتیجہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ کلکتہ کے بازاروں میں لاشوں کے ڈھیر اور زخمیوں کے انبار نظر آئے۔ اور ایسے مناظر پیش ہوئے۔ جن کے تصور سے ہی انسان کا زہرہ آب آب ہو جاتا ہے۔ پنڈت کاک نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ شیخ محمد عبداللہ نے ایسی تقریر کی۔ جو تشدد آفرین تھی۔ دہشت خیز تھی۔ باغیانہ تھی ملزم نے لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کیا۔ اور ان سے کہدیا کہ تم گورنمنٹ کی فوج اور ملٹری کا مقابلہ کرو۔ اور جو تمہاری مخالفت کرے اس کو ختم کر دو۔ ان کے جذبات ابھرے۔ وہ گمراہ ہوئے۔ انہوں نے قانون اور آئین کا تیا پانچہ کرنے کی ٹھان لی۔ اور وہ بغاوت پر آمادہ ہوئے۔ کوئی اچھی حکومت جو لا اینڈ آرڈر کی تقدیس کو برقرار رکھنا اور امن پسندوں کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ کوئی حکومت جو بنگال کے سے واقعات پیدا کرنا گوارا نہیں

کر سکتی۔ وہ کسی کو قانون اور آئین کے خلاف قدم اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتی ہے۔ اس لئے اگر ایسے حالات میں لوگوں نے ملٹری اور پولیس سے ٹکر لی۔ اور جب کبھی حکومت کو مٹانے کا اقدام کیا۔ تو حکومت نے اپنا فرض ادا کیا۔ اور قانون شکنوں کے خلاف کارروائی کی۔ اگر اس میں چند انسان مارے گئے۔ تو ان کے خون کی ذمہ داری ملزم پر عاید ہوتی ہے۔ ملزم نے انہیں ابھارا حکومت نے نہیں۔ وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہونے پر مجبور ہے۔ اس پر شیخ عبداللہ نے کہا۔ کہ اس کی ذمہ داری پرائم منسٹر پر ہے۔ اس پر پنڈت کاک نے کہا کہ یہ آپ پر ذمہ داری ہے۔ یہ ہر ایک مہذب گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ وہ لا اینڈ آرڈر کا احترام کرائے۔ اگر کوئی گورنمنٹ ایسا کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ تو اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ مستعفی ہو جائے۔ اس وقت حکومت بنگال سے اس لئے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ ملزم نے تشدد اور بغاوت کا پرچار کیا۔ اور ملک میں بدامنی پھیلانے کی تبلیغ کی۔ اور حکومت نے اس کے خلاف قانون کے تحت قدم اٹھایا۔

ملزم کی منافرت انگیز روش

تقریر کے سلسلہ کو قائم رکھتے ہوئے پنڈت کاک نے کہا کہ ملزم کو حکومت کے خلاف کوئی شکایت نہ تھی۔ اور نہ ہی وہ کسی اور چیز کو اپنے پروپیگنڈا کیلئے بطور ہتھیار استعمال کر سکتا تھا لیکن اس نے لوگوں کے جذبات اس طریقے سے ابھارے۔ کہ ملک میں غریبی ہے۔ ناداری ہے۔ لاچاری ہے۔ آخر کہاں غریبی نہیں۔ کیا انگلینڈ میں غریبی نہیں۔ کیا ہندوستان میں غریبی نہیں۔ جہاں حکومتوں کے پاس اتنے وسیع ذرائع ہیں۔ کیا حکومتوں کے پاس سنگ پارس ہے۔ کہ وہ غریبی کی گٹھڑی کو چھو دیں اور یہ مشکل کافور ہو جائے۔ اس نے اس ہتھیار کو غلط طور پر استعمال کیا۔ اور پھر پروپیگنڈہ کی کھونٹی ان دو واقعات کو بنا لیا۔ کہ کشمیریوں کو فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا۔ صرف دو

جاگیرداروں کے مفروضہ مظالم کی داستانیں سنا کر حکمران کے خلاف جذبہ پیدا کرنے لگے۔ آپنے کہا کہ آخر جب تک موجودہ جاگیرداری قایم ہے۔ حکومت پر اس کا الزام کیوں عاید کیا جائے اس نے اپنی تمام متشددانہ طاقتوں کو کھلا چھوڑا۔ اور امن پسندوں کو ہراسان کر دیا۔ اور مہاراجہ بہادر اور آپ کی حکومت غیر حکومت قرار دے کر نفرت کے جذبات پیدا کئے۔ تاکہ رعایا کے وفادارانہ جذبات کو گمراہ کر کے ان میں باغیانہ زہریلے جراثیم بھر دئے۔

استغاثہ نے ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ شیخ محمد عبداللہ کی موجودگی میں عوام میں سے کئی افراد پر حملے کئے گئے۔ اور منگیوں پر دھاوا بول دئے گئے۔ اور یہ اسی کے اثرات تھے اگر ۲۰ مئی کے بعد جو فسادات ہوئے۔ تو وہ انہی تقاریر کے اثرات تھے۔ میں نے ان کی تقریر سے ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ تقاریر کا مطلب حکومت کا تختہ متشددانہ طریقوں سے الٹانا تھا۔ اور حکمران کے خلاف لوگوں کو بغاوت پر اکسانا تھا۔ ان تقاریر کا مطلب عوامی تحریک تھا۔

صدر کانگرس کیطرف سے مذمت

چنانچہ ملزم آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس کا نائب صدر تھا۔ اس کی پالیسی یہ ہے۔ کہ ریاستوں میں ان کے حکمرانوں کے تحت ذمہ دار حکومت قائم کیجائے۔ اور اس لئے آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے اس تحریک کی مذمت کی۔ اگر آپنے قبل ازیں شیخ محمد عبداللہ کی تقاریر پڑھی ہوتیں۔ تو یقیناً وہ اسی وقت ان کی مذمت کرتے۔ جیسا کہ اب انہوں نے کی۔ اس مرحلہ پر شیخ محمد عبداللہ نے کہا انہوں نے نہیں کی۔ پنڈت کاک نے کہا۔ کہ آپ کے کہنے سے میرا دعویٰ غلط نہیں ہو سکتا۔ ان کے بیانات گواہ ہیں۔

مسٹر کاک نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ بیان کا کریڈ عدم تشدد ہے۔ یہ عقل کی بات نہیں۔ کہ اب جواہر لال نہرو کس طرح تشدد کی حمایت کر سکتے ہیں۔

ملزم مجرم ہے

استغاثہ کے عذر میں ملزم نے حکومت اور حکمران کے خلاف سازش کی۔ بغاوت کی تشدد کا پرچار کیا۔ اور ان افعال کا ارتکاب کیا۔ جن کا الزام اس پر عاید ہے۔ اس لئے اس کو دفعہ ۱۲۴ الف کے تحت وہ سزا دی جائے جو اسکی انتہا ہے

مہاراجہ بہادر کی نوازشات

اس کے بعد گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے ایک پمفلٹ کو پڑھا۔ جس میں وہ تمام باتیں درج تھیں۔ جو مہاراجہ بہادر نے زیب اور رنگ ہونے سے آجتک اپنی رعایا کے فلاح و بہبود کیلئے کیا ہے۔ چنانچہ اس میں گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے سنہ ۱۹۴۷ء کی رعایات جو زمینداروں کو عطا کی گئیں۔ ان کا ذکر کیا۔ پنڈت جیالال کلم جوش میں آگئے۔ اور کہا۔ کہ ان سے چند موٹے زمینداروں کو فائدہ ہے۔ کسانوں کو نہیں۔ اس پر پنڈت مدھوسودن کاک نے کہا۔ کہ ابھی بالشوزم پھیلا نہیں۔ اس کا جواب پنڈت جیالال کلم نے دیا کہ بالآخر سوشلزم ہی دنیا پر چھا جائے گا۔ اور تمام باتیں مثل کافور دور ہو جائیگی۔ اسپر مسٹر کاک نے کہا۔ کہ آپ موسیو مولوتوف سے کہئے۔ جو آج کل امپیریلزم کی گردان کر رہے ہیں۔

گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے اس پمفلٹ کو پڑھکر بالآخر عدالت کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کر کے اپنی تقریر ختم کردی۔ اور اجلاس لنچ کیلئے ملتوی ہوا۔

لنچ کے بعد کی کاروائی

استغاثہ کے دلائل بھان متی کا پٹارہ

تشدد کا ذمہ دار ملزم نہیں حکام ہیں

حقیقی جمہوریت کیا ہے مسٹر کلم کی جوابی تقریر

سرینگر ۔ ۲۴ر اگست ۔ لنچ کے بعد پنڈت جیالال کلم وکیل صفائی نے جوابی بحث کرتے ہوئے کہا ۔ کہ جہاں تک وکیل مخالف کی آئینی پہلوؤں کے متعلق بحث کا تعلق ہے ۔ اس تعلق میں میرے سینیئر وکیل نے میرے ہاتھوں میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے ایک تحریری نوٹ دیا ہے ۔ جس کا ذکر آپ نے الوداعی تقریر میں کیا ہے ۔ اس کو میں عدالت کے سامنے پیش کرونگا ۔ اور اس لئے میرے لئے اس مسئلہ کو چھیڑنا ضروری نہیں ۔ البتہ میں ان نکات کا جواب دونگا ۔ جن کو میرے دوست وکیل مدمقابل نے سازش و تشدد کے ساتھ تعبیر کیا ہے ۔ اور جو قابل اعتراض قرار دئے گئے ۔ میں ان نکات کا جواب قانون کی روشنی میں دینے کی کوشش کرونگا ۔

میں سمجھتا ہوں ۔ کہ اگر شیخ محمد عبداللہ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے ۔ کہ وہ لوگوں کا نمائندہ نہیں ۔ یا ان کی اہمیت کو کم کرنے کی سعی ہوتی ہے ۔ ان باتوں کا اور کوئی مطلب نظر

نہیں آتا۔ کہ کوشش ہو رہی ہے۔ کہ اس سے سیاسی اغراض پورے کئے جائیں

پھانسی کا پھندہ

استغاثہ کے دلائل

پنڈت جیالال کلم نے کہا۔ کہ میرے فاضل دوست نے ڈرامہ سے مختلف جملے یعنی کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا لا کر بھان متی کا کنبہ جوڑا ہے۔ چنانچہ آپنے کہا۔ مثال کے طور پر اسی فقرے کو لیجئے۔ جو ملزم نے انڈونیشیا کی جنگ آزادی کے متعلق استعمال کیا ہے۔ اس سے میرے فاضل دوست نے تشدد کا پہلو نکالا لیکن ذرا غور کیجئے۔ کہ جس وقت انڈونیشیا کے لوگ فاسسٹ جاپان کے خلاف برسرپیکار تھے تو اس وقت ان کی جنگ حب الوطنی کی جنگ تھی۔ اور وہ متشددانہ حرکت نہ تھی۔ لیکن آج اگر ملزم نے ان کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے جذبۂ آزادی و حب الوطنی کا حوالہ دیا۔ تو اس سے استغاثہ نے تشدد کا پہلو نکال لیا۔ چنانچہ اسی طور پر ملزم نے لوگوں سے کہا ہے۔ کہ "آزادی یا موت" یا اپنے خون سے اس سرزمین کو لالہ زار بنائیں گے۔ تو یہاں غور کرنے کی بات ہے۔ کہ ملزم نے یہاں لوگوں کو اپنی قربانی پیش کرنیکا حکم دیا۔ اپنی جانیں قربان کرنے کی ہدایت کی۔ کسی کو قربان کرنے کی تلقین نہیں کی۔ ریسرچ سکالر کی طرح استغاثہ نے تشدد کی وہ تعبیر کیا ہے۔ جو اس کی کبھی نہیں ہو سکتی ہے۔ میں یہ بات بھی کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ایکطرف استغاثہ یہ قرار دیتا ہے۔ کہ حاضرین ان پڑھ تھے۔ اگر وہ ان پڑھ تھے۔ تو ان الفاظ کو وہ کیا سمجھ سکتے تھے۔ اگر وہ پڑھے لکھے تھے۔ تو یقینی طور پر انہیں اس کے معنی سمجھنے میں دقت نہیں ہو سکتی تھی۔ اور وہ کبھی اس کو تشدد نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ میرے فاضل دوست سمجھتے ہیں۔ ہاں میں انڈونیشیا کی جنگ آزادی کے متعلق کہتا تھا۔ ملزم نے انہیں ان کے جذبہ قربانی کی تقلید کرنے کی تلقین کی۔ نہ کہ ہتھیار اٹھانے کی۔ کیونکہ ہمارے پاس یہاں ہتھیار کہاں سے آئے۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملزم نے بھگت سنگھ کا نام لیا ہے۔ لیکن وہاں بھی ملزم نے بھگت سنگھ کی قربانی کا ذکر کیا

ہے اور انہیں اس کی قربانی کی تقلید کرنے کی ہدایت کی ہے۔ یہاں ہم نے ملزم کے مقصد کو پیش نظر رکھنا ہے۔ چنانچہ بھگت سنگھ کے مقصد کو استغاثہ نے تشدد کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ لیکن مہاتما گاندھی جو عدم تشدد کے مجسم دیوتا ہیں۔ آپ نے ان کے مقصد کو پہچان لیا۔ اور وائسرائے ہند کی خدمت میں ان کی رہائی کیلئے اپیل کی۔ سارے ہندوستان نے اپیل کی۔ اس لحاظ سے استغاثہ کی تعبیر ایک بڑے مذاق سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ اسی طرح اگر ملزم نے انڈونیشیا اور بھگت سنگھ کا استغاثہ پیش کیا۔ تو میرے فاضل دوست وکیل مقابل کو اس معاملہ میں ذرا رواداری اور وسعت قلبی سے کام لینا ہوگا۔ ایسا ہی اگر ملزم نے لوگوں سے کہا۔ کہ وہ اپنے خون سے زمین کو لالہ زار بنائیں۔ تو اس کو تشدد سے تعبیر کرنا دانشمندی اور انصاف کا تقاضا نہیں۔ ملزم نے آزادی یا موت کا نعرہ کہا۔ تو میں اس کی سپرٹ اور مقصد کی تعبیر متذکرہ وکیل کی روشنی میں عدالت پر چھوڑتا ہوں۔

کرشن مہاراج کا ارشاد

پنڈت کلم نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ کل جنم اشٹمی کا مہوا تسو تھا۔ لارڈ کرشنا اس دن پیدا ہوئے۔ اور یہی تعلیم آپ لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے۔ اور ایک شلوک میں کہا آزادی یا موت اس پر عدالت نے پنڈت کلم سے کہا۔ کہ آپ اس کو غلط طریقہ سے پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ عدالت نے اس شلوک کا ارشدھ اچارن کیا۔ اور کلم صاحب نے تسلیم ختم کیا۔ اگرچہ کہا۔ اس کی تعبیر تو آزادی یا موت ہے۔ اس پر مسٹر کاک گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے کہا۔ یہ بات تو بھگوان نے ارجن سے رن بھومی میں کہی تھی۔ اور یہ جنگی نعرہ تھا۔ پنڈت کلم نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ شیخ محمد عبداللہ نے اپنے سامعین سے یہ نہیں کہا۔ ہتھیار باندھو اور جنگ کرو۔ اس مرحلہ پر عدالت نے کہا۔ کہ ملزم نے ایسی باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ اس نے کہا۔ کہ

میاں احمد یار

میاں احمد یار خان کو ختم کرو۔ اس کا جواب پنڈت کلم نے یہ دیا۔ کہ میاں احمد یار خان نیشنل کانفرنس کی ٹکٹ پر اسمبلی کا ممبر چنا گیا۔ اس زمانے میں میں بھی اسمبلی کا ممبر تھا۔ ہم نے اس وقت میاں احمد یار خان کو لیڈر آف دی اپوزیشن کہا۔ لیکن گوپال سوامی آئینگر پرائم منسٹر تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم یہاں ایک ہیں۔ مہاراجہ بہادر ہمارے ہیڈ ہیں۔ یہاں کوئی اپوزیشن نہیں۔ وہ زمانہ گیا۔ خیر یہ تو بات میں بات چلی۔ میاں احمد یار خان نیشنل کانفرنس کے دروازے سے اسمبلی میں پہنچے۔ یہاں لیڈر بنے۔

پھر ہم ایک صبح اٹھتے ہیں۔ اور سنتے ہیں۔ کہ میاں احمد یار خان آنریبل میاں احمد یار خان پبلک ورکس منسٹر بن گئے۔ انہوں نے اپنی پارٹی کے ساتھ غداری کی۔ اور اگر نیشنل کانفرنس کے صدر نے کہا۔ کہ اس کے اقتدار کو ختم کر دو۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ اس کو جان سے مار ڈالو۔ صرف ملزم نے کہا۔ کہ اس کے ساتھ غداروں کا سلوک کر کے اس کے سیاسی اقتدار کو ختم کرو۔ اس تمام اغراض کی جان ختم کرو کے الفاظ ہیں۔ درآں حالیکہ اگر ملزم نے کہا ہو۔ اس کو مارو لاٹھی سے یا ہتھیار سے تو یقیناً اس کی تعبیر تشدد ہو سکتی تھی۔

تقریر کی سپرٹ

پنڈت کلم نے کہا۔ اگر آپ ملزم کی ۱۵ مئی کی تقریر زیر غور لائیں۔ تو عیاں ہو سکتا ہے۔ کہ ملزم نے کہا ہے۔ کہ ہمارے پاس ملٹری نہیں۔ فوج نہیں۔ عدالت نے کہا۔ اس میں وہ نہیں۔ پنڈت کلم نے کہا۔ کہ دوسری تقریر میں ہے جس میں ملزم نے خود اعتمادی اور خدا اعتمادی پر بھروسہ رکھنے کی لوگوں کو تلقین کی ہے اور کہا ہے۔ کہ جس طرح حضرت محمدؐ نے عدم تشدد کی جنگ لڑی۔ جس طرح مسٹر گاندھی نے بندی خانے میں تکالیف اٹھائیں۔ اسی طرح تم بھی قربانیاں پیش کرو۔ حق کیلئے لڑو۔ آپ ملزم کی تقاریر کا جائزہ لیجئے۔ آپ دیکھیں گے۔ ہر ایک تقریر میں ملزم نے خدا اور حق کے الفاظ استعمال

گئے ہیں۔ اور کسی بھی تشدد کا پرچار نہیں کیا۔ اس لئے "لفظ ختم کرنا" کو اسی روشنی میں پڑھ لیجئے۔

اس مرحلہ پر پنڈت کاک نے کہا۔ کہ ۱۰ رمئی کی تقریر میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اس پر کلم نے کہا۔ کہ آپ اُدھر سے جملے اٹھا کر ادھر جوڑ نہ دیجئے۔ آخر یہ ایک واحد لفظ ہے۔ اسکو آپنے کیوں پکڑ رکھا ہے۔

ملزم نے تشدد کا پرچار نہیں کیا

پنڈت کلم نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ اگر ملزم کو تشدد کا پرچار کرنا ہوتا۔ تو الفاظ کو وہ بہ سلیقہ کیوں ہاتھ رکھاتا۔ وہ کھلے بندوں تشدد کا پرچار کرکے کہتا۔ کہ میاں احمد یار خاں کو جان سے مار ڈالو۔

اس موقع پر عدالت نے پوچھا۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ کہ میاں احمد یار کو کب تک ملٹری کی حفاظت میں رکھیں گے۔ اس کا جواب کلم نے یہ دیا۔ اس کا مطلب عدم تشدد پکاربند رہ کر اس کے مکان پر دھرنا مارو۔ یہ کب تک ملٹری لاری کی پناہ میں پھرتا رہیگا۔

شیخ محمد عبداللہ کی طرف سے آواز: مطلب یہ کہ پُرامن طریقے سے میاں احمد یار خان کے خلاف سیاپا کرو۔

پنڈت جیالال کلم وکیل صفائی نے کہا۔ کہ شیخ محمد عبداللہ نے کبھی اپنی تقاریر میں تشدد کا پرچار نہیں کیا۔ چنانچہ میرے دوست کو ۱۹۳۱ء کے واقعات کا تصور ڈراتا ہے۔ ۱۹۳۱ء کی تحریک فرقہ وارانہ تحریک نہ تھی۔ نہ ملزم نے تشدد کا پرچار کیا تھا۔ بلکہ ملزم نے ہمیشہ عدم تشدد کی پالیسی کا پرچار کیا۔ اس نے سازش نہیں کی۔ نہ گورنمنٹ کو مفلوج کرنے کی سعی کی۔

دل بہلانے کیلئے الزامات

آخر گورنمنٹ کی حکومت سات پلوں کے اندر ہی محدود نہیں۔ سوچیت گڈھ سے کوہالہ اور دیگر وہ مقامات جہاں تین سلطنتوں کی حدود کا ملاپ ہوتا ہے۔ وہاں تک گورنمنٹ کشمیر کی حد دیا گیا۔ اگر یہ سازش ہوتی۔ تو سات پلوں کے اندر یہ ایجی ٹیشن محدود نہ رہتی۔ پنڈت کلم نے مزید یہ دلیل پیش کی۔ کہ ۱۶ رمئی کو جلسے ختم

ہوتے ہیں اور تقاریر پسند ہوتی ہیں۔ اس کے بعد ۲۰ مئی تک کوئی بات نہیں ہوتی۔ گورنمنٹ ان تقاریر کو قابل اعتراض قرار دے کر اس کے خلاف وارنٹ جاری کرتی ہے۔ تو پھر ملزم سیالکوٹ کے پیچھے بند ہو کر ... حاضر تھا۔ وہ کیونکر حکومت کے ساتھ برسر پیکار ہو کر جنگ جیتنے کی توقع رکھ سکتا تھا اور چوری سے بھاگ کھڑا ہونے کی اسے توقع کیونکر ہو سکتی ہے۔ جب کہ آپ دن دہاڑے جرنیلی سڑک سے چلے گئے۔ استغاثہ اپنے دل کے بہلانے کیلئے یہ الزام ملزم پر بے شک عاید کرے۔

سی آئی ڈی کی ڈائریاں

سی۔ آئی۔ ڈی کی اخباری ڈائریوں کو جتنا کم کیا جائے۔ اتنا ہی اچھا ہے۔ مقام غور ہے۔ کہ پنڈت شیو نراین حکومت کے وفاداروں میں سے ہیں۔ لیکن سی۔ آئی۔ ڈی ڈائری میں آپ کے خلاف کیا کچھ نہیں کہا گیا ہے۔ پنڈت کاک نے اس مرحلہ پر کہا۔ کہ سی۔ آئی۔ ڈی ڈائری کے معتبر ہونے کی بین دلیل واقعات ہیں۔ پنڈت کلم نے کہا۔ یہ غیر ذمہ داری اور غیر ایمانداری کو بھی ظاہر کر سکتی ہیں

پنڈت کلم نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ قانون فوجداری کی رو سے قیاسیات اور اوہام۔ ظنون یا شکوک کی بنا پر ملزم مجرم نہیں بن سکتا ہے۔ اس تعلق میں ایسی باتیں ثابت کرنے کیلئے ثبوت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ ملزم کے خلاف کتنا ہی زبردست شک کیوں نہ ہو لیکن وہ قانون کی زد میں نہیں آسکتا۔ جب تک نہ اس کے خلاف شہادت ہو۔ چنانچہ اگر سی۔ آئی۔ ڈی ڈائری کی تصدیق گواہی سے نہیں ہوتی ہے۔ تو ایسی ڈائریاں ملزم کے خلاف استعمال نہیں ہو سکتی ہیں

ملزم کی تقاریر اور عدم تشدد

پنڈت کلم نے کہا۔ کہ ملزم کی تقاریر عدم تشدد کے جذبہ سے پر ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کے ساتھ تشدد اور سازش کو وابستہ کیا جاتا ہے۔ اس مرحلہ پر عدالت نے پوچھا۔ کہ خانقاہ محلی میں لوگ جمع نہ تھے۔ اور قابل اعتراض نعرے نہیں لگاتے تھے۔ آخر تقاریر کا نتیجہ کیا نکلا۔ اس کا جواب کلم نے یہ دیا۔ کہ میں آگے چل کر اس پر

پر بحث کرونگا۔ یہ تصویر کا دوسرا پہلو ہے۔ اس پر عدالت نے پوچھا۔ کہ اسکی ذمہ داری ملزم پر عاید نہیں ہوتی مسٹر کلم نے کہا۔ یا تو ہمیں قیاسات و شکوک اور ظنوں پر باور کرنا ہوگا۔ یا اگر قانون کو زیر نظر رکھا جائے۔ تو اس کی رُو سے کوئی شہادت نہیں۔ جس سے ثابت ہو کہ ملزم نے تشدد کا پرچار کیا۔ اور اس کا نتیجہ تشدد نکلا۔ میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ ملزم کی تقاریر میں کہیں ڈائریکٹ تشدد کا پرچار نہیں۔ تو پھر تشدد اور توڑ پھوڑ تحریک کی ذمہ داری اس پر کیسے ہو سکتی ہے۔ پل جلانے یا خندقیں کھودنے کیلئے اس کو کیوں ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے خلاف سازش کو ثابت کرنا ہوگا۔ اور ایسا ثبوت دلوانی عدالت کے سامنے ضروری ہے۔

ذمہ دار کون ہے
پلوں کے جلانے یا توڑ پھوڑ تحریک کی ذمہ داری ان پر عاید ہوتی ہے۔ جنہوں نے ایسا کیا۔ ملزم کو کیوں آپ پکڑ سکتے ہیں۔ ایسے اس کے ساتھ کیا تعلق ہے اس الزام میں کتنوں کو جیلوں میں بند کر دیا گیا ہے۔ ان کو جیلوں میں ٹھونسے رکھو۔ ملزم اس کے لئے ذمہ دار نہیں۔

پنڈت کلم نے کہا۔ یہاں تقریر کی آزادی ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے تقاریر پر پابندیاں عاید کی تھیں۔ اسلئے آزادیٔ تقریر کے حق کی رُو سے ملزم کو تقریر کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ جج صاحب نے کہا۔ لیکن آپنے خاموشی کے ساتھ اعانت کی۔ پنڈت کلم نے جواباً کہا۔ بفرض محال اگر یہی درست سمجھیں۔ لیکن قانون کی رُو سے بھی بعدم شہادت۔ اس نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اور اس کی ذمہ داری اس پر عاید نہیں ہو سکتی۔ عدالت نے پوچھا۔ بحیثیت پریذیڈنٹ کیا وہ ذمہ دار نہیں تھا۔ مسٹر کلم نے کہا۔ قانونی طور ملزم ذمہ دار نہیں۔ اسی طرح جیسے کہ اگر ایک آدمی مر رہا ہو۔ اور میں اسے پانی نہ پلاؤں۔ اور وہ مر جائے۔ اخلاقی طور پر میں ذمہ دار ہو سکتا ہوں۔ لیکن قانوناً میری یہ حرکت قابل مواخذہ نہیں۔

ملزم کو اقبال کے اشعار پڑھنے پر پکڑا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ کتاب ریاست میں ممنوع ہے جس میں لکھا ہے یہ کہ مردے کفن پھاڑ کر نکلیں گے۔ عدالت نے کہا۔ "مردے کفن پھاڑ کر نکلیں گے جو ڈوگرہ راجیہ مردہ باد کہیں گے" یہ کہنا قابل گرفت حرکت ہے۔ اس کے بعد پنڈت کلم نے کہا۔ کہ ملزم نے صرف تین نعروں کے بلند کرنے کی اجازت دی تھی۔ لیکن مسٹر رامیال ایک مجسٹریٹ گواہ نے کہا۔ کہ آپ کی موجودگی میں نعرے بلند کئے گئے مہاراجہ کشمیر ..... باد۔ لیکن اسکی تصدیق کسی گواہ نے نہیں کی۔ حالانکہ شیو ناتھ کی ڈائری میں بھی یہ بات کہیں نہیں ملتی۔ ہمدرد جو شیخ محمد عبداللہ کا جانبدار نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اس میں بھی یہ کہیں نہیں لکھا گیا ہے۔ کہ ملزم نے قابل اعتراض نعرے بلند کئے۔ ہمدرد کی ڈائریاں مشکوک ہیں۔ اسلئے جہاں معاملہ مشکوک ہو۔ وہاں شک کا فائدہ ملزم کو ملنا چاہئے۔

منظور شدہ نعرے

تقریر کو جاری رکھتے ہوئے پنڈت جیالال کلم نے کہا۔ کہ ملزم نے صرف چار نعرے منظور کئے تھے۔ جہاں کیوٹ کشمیر بھی آتا ہے۔ جہاں تک کویٹ کشمیر نامی کتاب کا تعلق ہے۔ ریاست نے اس کا داخلہ ممنوع قرار نہیں دیا۔ نیا کشمیر کے متعلق میرے فاضل دوست نے کہا۔ کہ اس کو مہاراجہ بہادر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور اس کو منظور کیا گیا ہے۔ نیا کشمیر کا نصب العین ذمہ دار حکومت زیر سایہ مہاراجہ بہادر ہے۔ کیوٹ کشمیر بھی اسی منصوبہ کا ایک جز ہے اگر میرے فاضل دوست نے کیوٹ کشمیر کی ساری کتاب کو پڑھا ہوتا۔ اور اس کے معنی اس کی اسپرٹ کو سمجھا ہوتا۔ تو کیوٹ کشمیر اور نیا کشمیر میں کوئی فرق نہیں۔ صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔ کیوٹ کشمیر میں ڈوگرہ راج کے خاتمہ کی غلط تعبیر کی جاتی ہے۔ جس کا مطلب نیا کشمیر کے آئینی حکمران سے ہے۔ ملزم نے اس دستاویز کو کیبنٹ مشن کے سامنے بھیجا گیا۔ جس میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ پبلک کے نمائندوں کو آئینی اسمبلی میں نمائندگی دی جائے۔

یہ تو بنیادی حق کا مطالبہ ہے

پنڈت کلم نے کہا۔ کہ ملزم نے کیبنٹ مشن کے پاس میمورنڈم

بھیج کر بنیادی حق کا مطالبہ کیا۔ اسے بغاوت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ اس مطالبہ کو بہت سی ریاستوں نے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ کئی ریاستوں نے نصف جس میں منتخب ممبر نمائندہ اسمبلی میں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ملزم نے اور کسی طریقہ سے طلب کیا۔ بہرحال یہ مطالبہ باغیانہ نہیں تھا۔ بلکہ جائز مطالبہ ہے معلوم نہیں استغاثہ نے اسے قابل تعزیر کیوں سمجھا۔ یہ محض مطالبہ تھا۔ اب یہ کیبنٹ مشن کا حصہ تھا۔ کہ وہ اس کو منظور کرے۔ یا نہیں۔ اگر نہ کرے۔ تو ہم نے بغاوت کی دھمکی نہیں دی تھی۔

سربراہی کا مسئلہ

پنڈت کلم نے سربراہی کے مسئلے کو چھیڑتے ہوئے کہا یہ اس وقت برطانیہ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور یہ معلوم نہیں۔ کہ اس کا کیا ہوگا۔ اگر ملزم نے اس مسئلہ کو چھیڑا ہے۔ ہندوستان کی دیگر کئی ایک انجمنوں نے اس کو چھیڑا ہے۔ اور کیبنٹ مشن نے اس بات پر کتنی کارروائی کی ہے۔ تو کیا ہوا۔ اگر ایک شخص مقدمہ دائر کر کے ہار بیٹھتا ہے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ سرکشی کرتا ہے۔ یا بغاوت کا جھنڈا بلند کرتا ہے۔

حقیقی جمہوریت

گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے ڈیموکریسی پر چند خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مجھے اپنے فاضل دوست کے ساتھ پورا اتفاق ہے۔ کہ ڈیموکریسی ایٹوکریسی کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ جیسا آپ کہتے ہیں۔ کہ یہ ناکام ہوئی ہے۔ تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ کشمیر کی ڈیموکریسی حقیقی ڈیموکریسی نہ تھی۔ چنانچہ خود میرے فاضل دوست کہتے ہیں۔ کہ یہاں بہادر اس کو منظور کر چکے ہیں۔ یہ ایک امر حق ہے۔ جس کی رو سے بڑے بڑے سرمایہ دار اسمبلی میں نہیں جا سکتے ہیں۔ بلکہ غریبوں کا درد رکھنے والے سرمایہ دار ہی اسمبلی میں منتخب ہوں اور جب حقیقی نمائندے منتخب ہو گئے۔ تو وہی حقیقی ڈیموکریسی ہو گی۔ میں ڈیموکریسی سے پوٹوکریسی کو ختم کرنے کا طالب ہوں۔ نہ کہ میرے دوست "دو قدم پیچھے کی طرف گردش ایام تو" کی طرح مجھ سے آٹوکریسی کی تائید کرا دیں۔

لوگوں کے دلوں سے معاہدہ کیجئے

پنڈت جیالال کلم نے کہا۔ کہ معاہدہ امرتسر کو زیر بحث لا کر مڑزم نے حکمران کی خدمت کی ہے۔ اور ان سے کہا کہ اس معاہدہ کو دریائے راوی میں پھینک دیجئے۔ میں آپ کا وفا شعار ہوں۔ لوگوں کے دلوں سے معاہدہ کیجئے۔ اور ان کے دلوں پر آئینی حکمران بن کر حکومت کیجئے۔ یہی کیبوٹ کشمیر کا مطلب ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو مڑزم پہلا شخص ہوگا۔ جو اپنے حکمران کو وفا شعارانہ خراج پیش کریگا۔ بحیثیت صدر نیشنل کانفرنس شیخ محمد عبداللہ نے کیبوٹ کشمیر کو اپنا کر کوئی غیر آئینی حرکت نہیں کی۔ کیونکہ یہ نیا کشمیر کا بروز ہے۔ اور نیا کشمیر نیشنل کانفرنس نے منظور کیا ہے۔ تو پھر کیبوٹ کشمیر جیسے نیا کشمیر کے ساتھ مطابقت ہے۔ اس پر منظوری حاصل کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

جاگیرداروں کے مظالم

پنڈت جیالال کلم نے کہا۔ کہ جاگیرداروں کے مظالم بے پناہ ہیں۔ ان کے خلاف آواز اٹھانا بغاوت نہیں۔ ٹھاکر کرتار سنگھ کا کیس جاری ہے ان کے مقدمہ میں میں وکیل تھا۔ انہوں نے خالصہ زمین کسانوں کی حاصل کی ہے۔ قدرتی طور مظلوم تنگ آ گئے ہیں۔ اسلئے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کے اقدام کو اگر باغیانہ فعل قرار دیا جائے تو پھر یہاں ہر ایک بات بغاوت کے ساتھ تعبیر ہوگی۔ گورنمنٹ کو اس معاملہ میں انصاف سے کام لینا چاہئے۔

کسی قوم کا غلبہ ناقابل برداشت ہے

فوج کے متعلق پنڈت کلم نے کہا۔ ہمیں اپنے حکمران سے اس معاملہ میں گلا نہیں۔ اس کا قصور کس کا ہے۔ کہ کشمیریوں کو فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا ہے۔ ان کے مشیروں پر ساری ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ آپ نے کہا اس سے نسلی امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ اور ہم اسی غلبہ کے خلاف ہیں۔ غلبہ چاہے ڈوگروں کا ہو یا پنڈتوں کا۔ ہم اس اقتدار کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو ہم آٹوکریسی کہتے ہیں۔ یہی گروہ

شاہی لگی تعبیر ہے۔

بغاوت کی تعبیر

پنڈت جیالال کلم نے پٹنہ ہائی کورٹ کے ایک جج کا فیصلہ (جب کہ جاپان ہندوستان پر حملہ کر رہا تھا) اس وقت ایک بغاوت کے مقدمہ میں دیا تھا) پیش کیا جس میں بغاوت کی سزا آپ نے صرف ۶ ہفتے دیکر کہا۔ کہ آج کل کے زمانہ میں بغاوت بغاوت نہیں رہی ہے۔ اس کے بعد آخر میں پنڈت کلم نے شکریہ ادا کیا۔ اور ملزم کی استدعا پر آپ کی طرف سے عدالت کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کیا۔

اس کے بعد عدالت برخاست ہوئی اور فیصلہ کیلئے ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء کی تاریخ مقرر ہوئی۔

تیسویں پیشی۔

فیصلہ ملتوی

سرینگر۔ ۱۳ ستمبر سنہ ۱۹۶۵ء مقام بادامی باغ چھاؤنی

آج تین بجکر پچیس منٹ پر بادامی باغ میں عدالت سیشن کی کارروائی شروع ہوئی۔ اور صرف پانچ منٹ جاری رہی۔

استغاثہ کی طرف سے پنڈت مدسودن کاک اور ملزم کی طرف سے پنڈت جیالعل کلم اور پنڈت امرناتھ ریبنہ وکلاء حاضر تھے۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب کو حسب معمول سپاہیوں کے پہرے میں لایا گیا۔

عدالت نے حکم دیا کہ چونکہ فیصلہ تیار نہیں اس لئے کیس فی الحال ملتوی کیا جاتا ہے۔ پنڈت امرناتھ ریبنہ (وکیل ملزم) کے دریافت کرنے پر بتلایا گیا کہ فیصلے کیلئے کوئی خاص تاریخ مقرر نہیں کی گئی۔ اجلاس ساڑھے تین بجے برخاست ہوا۔

آج صبح سے ہی یہ مشہور تھا کہ فیصلہ آج نہیں سنایا جائے گا۔ تاہم چونکہ عدالت سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا تھا کہ کارروائی عدالت آج ہوگی اسلئے نمائندگان پریس مختلف اوقات پر جاکر واپس آجاتے رہے۔ تاہم تین بجے کے بعد بھی بعض پریس رپورٹر کارروائی دیکھنے کیلئے پہنچ گئے۔

جب سیشن جج صاحب پہنچے۔ تو عدالت کیلئے مخصوص کیا ہوا کمرہ مقفل تھا۔ جب تک تالا کھلوا لیا گیا۔ جج صاحب معہ سٹاف نمائندگان پریس و وکلاء باہر انتظار کرتے رہے۔

اکتیسویں پیشی۔

فیصلہ سزائے قید و جرمانہ

ملزم کی تقاریر کا مقصد کشمیر کی کامل آزادی اور موجودہ حکمران خاندان کی کلی علیحدگی تھا۔

سرینگر۔ ۱۰ ستمبر۔ مقام بادامی باغ چھاؤنی

آج آٹھ بجے صبح ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کشمیر اپنے مشاق ممیت بادامی باغ چھاؤنی میں گئے۔ کمرہ عدالت میں پہنچ کر آپ نے شیخ محمد عبداللہ (ملزم) کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ شیخ صاحب کو اسی وقت سپاہیوں کی نگرانی میں لایا گیا۔ آپ سلام کرنے کے بعد کرسی پر بیٹھ گئے۔ ملزمین کے وکلاء بھی حاضر نہ تھے۔ اور بوجہ عدم اطلاع پریس کا کوئی نمائندہ اور پبلک کا کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ صرف چند فوجی موجود تھے۔

عدالت نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا:۔

سزا یہ امر شک و شبہ سے بالا ہے۔ کہ ملزم کی ۱۳، ۱۴، ۱۶ رمئی ۱۹۴۶ء کی تقریریں جن کی بناء پر مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ باغیانہ ہیں۔ تینوں تقریروں سے جرم زیر دفعہ ۱۲۴ ڈ رنبیر پینل کوڈ اس کے خلاف ثابت ہے۔ مندرجہ بالا دفعہ کے تحت اسے ان تین تقریروں میں سے ہر ایک کے لئے تین سال قید محض اور پانصد روپیہ جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے۔ اگر وہ جرمانہ ادا نہ کرے تو اس کو ہر ایک سزا کے جرمانہ کے لئے تین ماہ قید محض کی مزید سزا بھگتنی ہوگی۔

قید کی سزائیں بیک وقت شروع ہونگی۔

اگرچہ قید کی کل سزا نو سال اور جرمانہ پندرہ صد روپیہ ہے۔ مگر چونکہ قید کی سزائیں بیک وقت شروع ہونگی اس لیے عملاً سزا تین سال قید محض اور پندرہ صد روپیہ جرمانہ ہے۔

کوئیٹ کشمیر کا اصل مقصد سیشن جج نے اس مقدمہ بغاوت میں نتائج اخذ کرتے ہوئے کہا ہے "کوئیٹ کشمیر" (کشمیر چھوڑ دو) کا مہاراجہ بہادر کیطرف خطاب ویسا ہی تھا جیسا کہ کوئٹ انڈیا (ہندوستان چھوڑ دو) کا خطاب ہندوستان میں انگریزوں سے تھا۔ نیشنل کانفرنس نے اپنا مقصد "ذمہ دار نظام حکومت" کے حصول کی بجائے "کامل آزادی" کا حصول بنایا تھا۔

"ملزم کی تمام تقاریر میں غالب مقصد یہ تھا کہ کشمیر سے ڈوگرہ حکومت ختم ہو جائے اور مہاراجہ اپنی اس چھوٹی جاگیر میں واپس چلا جائے جہاں سے کہ اس کے بزرگ آئے تھے۔ ملزم والنٹیرز کی ایک فوج تیار کر کے کشمیر کو آزاد کرانا چاہتا تھا۔ چاہے اس کے لیے خون ریزی ہی کرنی پڑے"۔

سیشن جج کا یہ فیصلہ ٹائپ شدہ چھپن صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سے ضروری اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

استغاثہ "ہز ہائینس گورنمنٹ کی منظوری سے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سرینگر نے شیخ محمد عبداللہ کے خلاف زیر دفعہ ۱۲۴ الف رنبیر پینل کوڈ اس بنا پر استغاثہ دائر کیا۔ کہ اس نے ۱۳، ۱۴، ۱۶، مئی ۱۹۴۶ء کو سرینگر اور اس کے گرد و نواح میں باغیانہ تقریریں کیں۔

استغاثہ نے یہ دعویٰ کیا کہ ملزم نے مہاراجہ بہادر اور از روئے قانون قائم شدہ حکومت جموں و کشمیر کے خلاف پبلک میں نفرت اور بے چینی پھیلانے کے لیے سرینگر کے مختلف حصوں میں اور اس کے نواح میں ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۶، مئی ۱۹۴۶ء (اور دوسری جگہ

تواریخ کو دیگر بعض مقامات پر نیشنل کانفرنس کے پبلک جلسے منعقد کیے۔ جن میں اس نے مجمعوں کو مخاطب کیا۔ استغاثہ نے یہ بھی پیش کیا کہ ان تقاریر کے نتیجے میں عوام کے جذبات اس قدر مشتعل ہو گئے کہ ان جلسوں کے دوران میں اور ان سے پہلے و بعد دیگر نعروں کے علاوہ "ڈوگرہ راج مردہ باد" "ہری سنگھ مردہ باد" "کرن سنگھ مردہ باد" کے نعرے حاضرین بلند کرتے تھے۔

ان نعروں کا مطلب حکمران اور اس کے خاندان کے خلاف نفرت اور حقارت کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

عدالت سیشن کا حق سماعت

فاضل وکیل صفائی مسٹر آصف علی نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ یہ عدالت اس مقدمہ کی سماعت نہیں کر سکتی۔ اس کے متعلق عدالت نے ریمارک کیا کہ اس سوال کا مورخہ ۲ ساون ۲۰۰۳ء کو فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ اس عدالت کو اس مقدمہ کی سماعت کا حق حاصل ہے۔

تعدادِ گواہان

اس مقدمہ میں استغاثہ نے اکتالیس اور صفائی نے چار گواہ پیش کیے۔

تنقیح

سیاسی امور پر وکلائے فریقین نے جو بحث کی اس پر ریمارک کرتے ہوئے فاضل جج نے لکھا۔

"دوران بحث میں طرفین کے فاضل وکلا سیاسی امور کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ میری رائے میں یہ بحث موجودہ تحقیقات کے دائرہ سے باہر ہے۔ اس مقدمہ میں جن امور کے متعلق فیصلہ ہونا چاہیے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) کیا ملزم شیخ محمد عبداللہ نے وہ تقاریر کیں جن کے متعلق کہ اس پر الزام لگایا گیا ہے۔

(۲) کیا وہ تقاریر باغیانہ اور ہز ہائینس مہاراجہ بہادر اور از روئے قانون قائم شدہ حکومت جموں و کشمیر کے خلاف جذبات منافرت، حقارت اور بے چینی پھیلانے والی تھیں۔

(۴۲) ان تقاریر کا نتیجہ کیا نکلا اور ان کا عام پبلک پر کیا اثر پڑا۔

سی آئی ڈی کی رپورٹ

مثل میں اس امر کا کافی ثبوت ہے۔ کہ نیشنل کانفرنس کی طرف سے منعقدہ جلسوں میں مورخہ ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۵ اور ۱۶ مئی کو ملزم نے تقاریر کیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اپنے بیان کے دوران میں

ملزم کا اعتراض

ملزم نے کہا ہے۔ کہ سی آئی ڈی کی رپورٹروں کی رپورٹیں اس کی تقاریر کے متعلق بجنسہ اللفظ نہیں اور کئی فقرے اصل مضمون سے لاتعلق کر کے درج کئے گئے ہیں اور بعض الفاظ رپورٹوں میں غلط درج کئے گئے ہیں۔ مگر باوجودیکہ اس سے مخصوص طور پر دریافت کیا گیا کہ سی آئی ڈی کی رپورٹوں میں اس کی تقاریر کو کہاں توڑ مروڑ کر درج کیا گیا ہے۔ مگر وہ ایک بھی مثال ایسی بیان نہیں کر سکا۔ جہاں کہ اصل مضمون سے ایک فقرہ بھی علیحدہ کر کے درج کیا گیا ہو یا سے چھوڑ دیا گیا ہو۔

اس نے خود اقرار کیا۔ کہ اس کی تقاریر کے متعلق سی آئی ڈی کی ڈائریاں قریباً صحیح ہیں۔

ملزم کا مقصد

شیخ محمد عبداللہ کی مختلف تقاریر پر بحث کرنے کے بعد فاضل جج نے لکھا ہے۔ "ملزم کے سامنے ایک ہی مقصد تھا۔ اور وہ یہ کہ کسی بھی جائز یا ناجائز طریق سے موجودہ حکومت کا تختہ الٹا جا سکے۔ اس نے کہا۔ کہ وہ اور اس کی پارٹی پچاس لاکھ روپے جمع کر لیں گے۔ مہاراجہ بہادر کو ادا کر کے کشمیر چھوڑنے کے لئے کہیں گے۔ بصورت دیگر وہ والنٹیروں کی فوج بھرتی کریں گے۔ اور کشمیر کو آزاد کرا لیں گے۔ چاہے اس کے لئے خون ریزی ہو۔

اس نے کہا۔ کہ جس طرح اہل ہند کا نعرہ "ہندوستان چھوڑ دو" تھا اسی طرح اہل کشمیر کا نعرہ "کشمیر چھوڑ دو" ہے۔

سب تقاریر کا مقصد یہ ہے۔ کہ ڈوگرہ حکومت ختم کی جائے۔ اور مہاراجہ کو اسی جاگیر میں بھیجا جائے جہاں سے کہ اس کے بزرگ آئے تھے۔ ملزم چاہتا تھا کہ خواہ کچھ ہی ہو کشمیر آزاد ہو جائے۔ بے علم عوام کے جذبات کو اس نے مہاراجہ بہادر اور ان کے خاندان کے خلاف ابھارا۔

س نے از روئے قانون قائم شدہ حکومت کے خلاف نفرت، حقارت اور بے چینی کے
ذبات پھیلائے"۔

کوئٹ انڈیا اینڈ کوئٹ کشمیر

صفائی کے سینئر وکیل مسٹر آصف علی نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ ملزم کی تقاریر میں کوئٹ کشمیر کا مفہوم وہی ہے جو مفہوم کوئٹ انڈیا کا ہے۔ اس پر رائے زنی کرتے ہوئے فاضل جج نے کہا مسٹر آصف لی نے کہا کہ ہندوستان میں ایک اجنبی قوم حکومت کر رہی ہے۔ اور ہندوستانی چاہتے ہیں ا انگریز ہندوستان کو کلیتاً چھوڑ جائیں۔ مگر ڈوگرے غیر ملکی نہیں اور Quit Kashmir وئٹ کشمیر) کا مقصد یہ ہے۔ کہ حکومت میں سے ڈوگروں کا غلبہ دور ہو جائے۔ مگر فاضل وکیل صفائی کی اس تشریح سے میں متفق نہیں۔ ملزم نے ڈوگرہ فوج کے متعلق "قابض فوج" (Army of occupation) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ ڈوگروں کو اجنبی ظاہر کرتا ہے۔ جنہیں اہل کشمیر سے کسی قسم کا رشتہ یا ہمدردی نہیں"۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اپریل ۱۹۴۶ء سے پہلے نیشنل کانفرنس کا سرکاری نظریہ یسا کہ وکیل صفائی کے پیش کردہ پمفلٹ نیا کشمیر سے ظاہر ہے۔ مہاراجہ بہادر کے زیر سایہ مہ وار نظام حکومت کا حصول تھا۔ یہ پمفلٹ ۱۹۴۴ء میں شائع کیا گیا تھا۔ مگر بعد میں جب رزا افضل بیگ نے منسٹری سے استعفیٰ دے دیا۔ تو میاں احمد یار جو کہ نیشنل کانفرنس کا ایک مشہور یڈر تھا کو اس کی جگہ منسٹر مقرر کیا گیا۔ یہ امر ملزم کی امیدوں اور خواہشات کے بالکل برعکس تھا۔ زم نے ہتک محسوس کی اور سخت برافروختہ ہوا۔ اس کے نتیجے میں اس نے اپریل ۱۹۴۶ء میں Quit Kashmir پمفلٹ لکھا۔ یہ برٹش کیبنٹ مشن کے سامنے بطور میمورنڈم پیش ا گیا۔ اس کے پہلے پیرا میں اس نے لکھا کہ "اب اہل کشمیر کا قومی مطالبہ صرف ذمہ وار حکومت کا یام ہی نہیں بلکہ اب یہ مطلق العنان ڈوگرہ حکومت سے پوری آزادی کا مطالبہ ہے۔ سو سال قبل ہل کشمیر ایسٹ انڈیا کمپنی کے لالچی کارپردازوں کے تجارتی لین دین کی قربان گاہ پر چڑھائے ے۔ بیع نامہ امرتسر کے تحت نانک شاہی کی معمولی رقم کے عوض باشندگان کشمیر۔ زمین اور اس کی قدرتی ولت سکھ حکومت کے ایک ملازم گلاب سنگھ کے پاس فروخت کئے گئے"۔

"اسی پمفلٹ کے دوسرے صفحہ پر لکھا گیا ہے کہ کوئی بیعنامہ چالیس لاکھ زن و مرد کو ایک مطلق العنان حکمران کے ماتحت رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا جب کہ وہ اس کیلئے تیار نہ ہوں" ان اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ نیشنل کانفرنس کا سرکاری زاویہ نگاہ بدل گیا تھا۔ اور نیشنل کانفرنس کا مقصد ذمہ دار نظام حکومت کا حصول نہیں بلکہ "مکمل آزادی" ہو گیا تھا۔

فاضل وکیل صفائی نے لفظ "مطلق العنانیت" پر بہت زور دیا ہے۔ اور اس نے کہا ہے کہ ملزم کا مقصد مطلق العنان حکومت سے آزادی کا حصول تھا۔ اور اس کا مقصد ڈوگرہ حکومت کا کلی خاتمہ نہ تھا۔ اس نے جو تشریح مندرجہ بالا الفاظ کی کی ہے۔ میں اس سے متفق نہیں۔ مندرجہ بالا اقتباسات کے صاف معنے یہ ہیں کہ نیشنل کانفرنس ڈوگرہ خاندان کی حکومت کا کلی خاتمہ کرنا چاہتی ہے۔ لفظ "مطلق العنان" ملزم نے تحقیر کے طور پر اس نفرت کو ظاہر کرنے کیلئے استعمال کیا تھا جو اسے اجنبی ڈوگرہ حکومت سے ہے۔ کوئٹ کشمیر (کشمیر چھوڑ دو) کا نعرہ ملزم نے اسی مفہوم کیلئے استعمال کیا جس مفہوم کیلئے کہ "کوئٹ انڈیا" "ہندوستان چھوڑ دو" استعمال کیا گیا۔

فسادات کا ذمہ دار کون ہے؟

وکیل صفائی کی اس دلیل پر کہ ماہ مئی ۱۹۴۶ء میں جو فسادات ہوئے وہ ملزم کو ۲۰ مئی کو گرفتار کرنے اور ۲۱ مئی کو خانقاہ معلی میں گولی چلانے کا نتیجہ تھے۔ کے متعلق سیشن جج نے لکھا ہے: "ریکارڈ پر جو شہادت آئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملزم کی تقاریر کا حاضرین اور عام پبلک پر اثر ہوا۔ و حکمران کی ذات اور حکومت کے خلاف ان کے نفرت اور حقارت کے جذبات بھڑک اٹھے اور بے چینی پیدا ہوئی۔" جلسوں کے دوران میں اور بعد میں لوگ ٹولیوں میں آتے جاتے اور قابل اعتراض نعرے لگاتے تھے۔ اس امر کو پیش کیا گیا ہے کہ ملزم نے خود یہ نعرے بلند نہیں کئے۔ یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ ملزم نے ان نعروں سے اپنی برائت کا اظہار بھی نہیں کیا تھا۔ اگر وہ ان نعروں کو پسند نہیں کرتا تھا تو اسے اس قسم کے نعروں کے خلاف اظہار ناپسندیدگی کرنا چاہیے تھا۔ اس نے ان نعروں کی ذرا بھر بھی مخالفت نہیں کی۔ عوام کا یہ نعرے بلند کرنا ملزم کی تقاریر سے مطابقت رکھتا تھا۔ صاف ظاہر ہے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی تقاریر کے باعث مہاراجہ بہادر اور ان کی حکومت کیخلاف نفرت، حقارت اور بے چینی کے جذبات پیدا ہوئے۔ عوام نے اس کی

تقاریر کی روح کو جذب کر لیا تھا۔ ملزم کی گرفتاری یا خانقاہ معلے میں گولی چلنے سے بہت پہلے عوام حکومت کے خلاف بھڑک چکے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ۱۶ر مئی ۱۹۴۶ء کے بعد تقاریر کا سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ مگر ان تقاریر کے باعث جو انقلابی خیالات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئے تھے۔ وہ بعد میں بھی کام کرتے رہے۔ ملزم کی تقاریر نے عوام پر جو اثرات پیدا کیے۔ وہ چند دنوں میں غائب نہیں ہو سکتے تھے۔ ملزم نے آگ لگا کر خود ریاست سے باہر جانے کی سعی کی تاکہ وہ محفوظ مقام سے اس کے شعلوں کا نظارہ کر سکے۔

تیاریوں سے مراد۔ اس تباہی اور انسانی زندگیوں کے نقصان کی آخری ذمہ داری ملزم پر ہے ملزم نے اپنی تقاریر میں عوام کو تیاریاں کرنے کیلئے کہا۔ "تیاریوں" سے اس کی کیا مراد تھی۔ یقیناً اسکی مراد تشدد آمیز طریقوں سے حکومت کا تختہ الٹنے اور نظامِ حکومت کو مفلوج کرنے اور ڈوگرہ حکومت کو ختم کرنے کی تیاریاں کی تھیں۔

موجودہ حکمران روشن دماغ۔ موجودہ حکمران ایک روشن دماغ حکمران ہیں۔ انکے عہد میں بہت سی مفید اور دُور رس اصلاحات ریاست میں جاری کی گئی ہیں۔ ہز ہائی نس کی اپنی رعایا سے محبت و ہمدردی اور ان کی حالت درست کرنیکی خواہش ظاہر ہو رہی ہے۔ ملزم کو جب کوئی حقیقی وجہ شکایت نہ ملی تو اس نے حکمران اور حکومت کے خلاف عوام کو بھڑکانے کیلئے شکایات اختراع کیں۔

وجہ ناراضگی۔ مرزا افضل بیگ کے استعفا پر اسکی جگہ میاں احمد یار کے مقرر ہونے پر ملزم اور اسکی پارٹی کو سخت صدمہ ہوا۔ وہ سخت ناراض اور برافروختہ ہوئے۔ اسکے نتیجہ میں نیشنل کانفرنس نے اپنا سرکاری زاویہ نگاہ "ذمہ دارانہ حکومت" کی بجائے "مکمل آزادی" کا حصول بنا لیا۔ اسکے حصول کیلئے ملزم اور اسکی جماعت نے پورے غدر کے بعد حکومت کا تختہ الٹنے کا پروگرام بنا لیا۔ لیکن حکام کی بیدار مغزی اور بروقت کارروائی نے فسادات اور آفات سے بچا دیا۔ ورنہ شہر سرینگر تباہی بربادی آتش زدگی اور انسانی زندگی کے نقصان کا خطرناک منظر پیش کرتا۔

رولنگ کا مفہوم۔ وکیل صفائی نے پٹنہ ہائیکورٹ اور فیڈرل کورٹ کے جو رولنگ بطور نظائر پیش کیے تھے کہ اگر حکومت کے خلاف سخت و قابلِ اعتراض الفاظ استعمال کیے جائیں تو وہ لازماً بغاوت کی ذیل میں نہیں آتے مگر فاضل جج نے لکھا ہے کہ "موجودہ کیس میں حقائق بالکل مختلف ہیں۔" ملزم نے عوام کو یہ بتا کر کہ انکے حکمران ان کے اور سرزمین کشمیر سے کوئی ہمدردی نہیں۔ اور کہ وہ غریبوں کی خون پسینہ کی کمائی اپنی عیاشی پر خرچ کرتا ہے۔ حکمران کی وقعت اسکی رعایا کی نظروں میں کم کرنیکی سعی کی۔ نیز ملزم نے اپنی تقاریر کے ذریعہ عوام کی...